My Telegram Channel : New Madarsa

فیض النکات

لحلّ

مشکلات المشکاۃ

مرتب
محمد ابو سعید
متعلم دار العلوم دیوبند

باہتمام
قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : فیض النکات لحل مشکلات المشکوٰۃ
مرتّب : محمد ابوسعید
باہتمام : فیض الحسن اعظمی
سن طباعت : 4/4/2018
صفحات : 548
ناشر : مکتبہ صوت القرآن دیوبند 01336-223460

ملنے کے پتے

کتب خانہ حمیدیہ جامع مسجد دہلی ❁ شبلی کتاب گھر اعظم گڈھ
ثاقب بک ڈپو سنبھل ❁ دیوبند اسلامک بک اسٹور دیوبند

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MAKTABA SAUTUL QURAN
Madani Market, Deoband, E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com
Mob: 93586911053 Ph: 01336-223460
website: www.deobandtody.com/sautul-quran

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتساب

(۱) مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام

(۲) ان اساتذہ کے نام کہ جن کی زیر تربیت رہ کر استفادہ کا موقع ملا، جن کی قیمتی نصیحتوں نے میرے دل میں کامیابی اور علمی آراستگی کا محبوب تصور پیدا کیا۔

(۳) والدین کے نام جن کی دعائیں زندگی کے تمام مراحل میں ساتھ رہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عرضِ مؤلف

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم أمّابعد!

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ صحاح ستہ وغیرہ سے انتخاب کردہ ضخیم مجموعہ کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' نہایت مقبول اور متداول ہے، دورۂ حدیث سے پہلے اس کا پڑھنا ساتویں صدی ہجری سے لازم قرار دیا گیا ہے، اور اس کو ایک ایسی خصوصیت وامتیاز حاصل ہے کہ جس کا متن شاگرد نے تیار اور استاد نے اس کی شرح لکھی جو شرح طیبی کے نام سے معروف ہے اور اس کے علاوہ اس گراں قدر کتاب کی متعدد صاحبِ علم وفضل اجلّہ علماء وفضلاء نے نہایت عرق ریزی وجاں فشانی کے ساتھ مفصل ومدلل شروح حواشی تیار فرمائے جس کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف کے ذریعے افادہ واستفادہ کا سلسلہ نہایت آسان ہوگیا۔

احقر نے بھی ''بعون اللہ وتوفیقہ'' تسہیل وآسانی کی غرض سے ایک مختصر رسالہ بنام ''فیض المساوح لحل اسئلۃ ومشکلات المشکاۃ'' احباب ومتعلقین کی دل جوئی اور طالبانِ علومِ نبوت کے نفع وفائدے کے پیش نظر مختلف معتبر ومستند کتابوں سے منتشر اور بکھرے ہوئے اہم اہم مسائل ومضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب کیا ہے۔

بندہ اس لائق نہیں تھا کہ حدیث پاک کی خدمت کے اس نازک میدان میں قدم رکھے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ اس کتاب میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں اور چونکہ خطاو نسیان انسان کا خاصہ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ بَلْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ'' کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو استفادہ کے قابل سمجھا جائے، لہٰذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کتاب میں جو خامیاں رہ گئیں وہ احقر کی کوتاہی سے ہیں اور جو خوبیاں ہیں وہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہیں۔

لہٰذا قارئین کرام سے مخلصانہ درخواست ہے کہ اگر کوئی لغزش اور خامی نظر آئے تو بغرض اصلاح مفید مشوروں کے ساتھ ضرور مطلع فرمائیں آپ کا ممنوع ومشکور ہوں گا۔

اخیر میں دعا ہے کہ پروردگارِ عالم جو سیئات کو حسانات میں تبدیل فرمادیتا ہے، احقر کی اس حقیر کوشش کو صدقۂ جاریہ کے طور پر قبولیتِ عامہ سے نوازے، اور اس کا فائدہ عام وتام فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد ابوسعید

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۰

وَلَمَّا سَلَكَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طَرِيْقَ الْاِخْتِصَارِ وَحَذَفَ الْاَسَانِيْدَ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ النُّقَّادِ وَاِنْ كَانَ نَقْلُهٗ وَاِنَّهٗ مِنَ الثِّقَاتِ كَالْاِسْنَادِ لٰكِنْ لَيْسَ مَافِيْهِ اَعْلَامٌ كَالْاَغْفَالِ فَاسْتَخَرْتُ اللّٰهَ وَاسْتَوْفَقْتُ مِنْهُ فَاَعْلَمْتُ مَا اَغْفَلَهٗ فَاَوْدَعْتُ كُلَّ حَدِيْثٍ مِنْهُ فِيْ مَقَرِّهٖ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اسناد کے معنی لکھیے۔

(ج): علامہ ولی الدین (صاحبِ مشکوٰۃ) نے مکمل سندوں کو ذکر نہیں کیا اس کی وجہ بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: اور جب مصنفؒ نے (نقل حدیث کے وقت) اختصار کے طرز کو اختیار کرتے ہوئے سندوں کو حذف کر دیا تو اس پر بعض ناقدین (محدثین) نے اعتراض کیا۔ اگرچہ ان کا (بلاسند) نقل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سندوں کے ساتھ منقول ہو کیونکہ وہ (نقل حدیث میں) ثقہ (معتمد) ہیں لیکن پھر بھی جو چیز بے نشان ہو وہ نشان والی چیز کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی اور اس سے توفیق کا طلب گار ہوا۔ اور جو کچھ ان (صاحب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مصابیح) سے رہ گیا تھا اس کو میں نے بیان کردیا (سند وغیرہ کو) اور اس کی ہر ہر حدیث کو اپنی جگہ (جس باب سے اس کا تعلق تھا) نقل کر دیا۔

(ب): اسناد کے معنی:

الاسناد هو طريق الحديث أوذكر السند والحكاية عن طريق المتن. (مقدمہ شیخ عبدالحق:۱)

(ج): مکمل سندوں کو ذکر نہ کرنے کی وجہ:

اس اعتراض کو بھی وانی إذانسبت الحديث اليهم كانی اسندت الخ. سے رفع کردیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ غیر مذکورہ اسناد میں ہم نے بڑے بڑے محدثین ماہرین وکاملین (ان کی ذکر کردہ اسناد) پر اعتماد کیا ہے۔

۲-مشکوٰۃ شریف: ص/۱۱

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِاُمْرِئٍ مَانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث کا شانِ ورود بیان کریں۔

(ج): ہجرت کے لغوی واصطلاحی معنی مع اقسام تحریر کریں۔

(د): وضوء میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ہ): حدیثِ باب کس کا مستدل ہے؟ دوسرے لوگ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے، پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی، تو اس کا ہجرت کرنا اللہ کے لیے ہے۔

(ب): حدیث کا شانِ وُرود:

علاّمہ طبرانیؒ حضرت ابن مسعود رض اللہ عنہ سے بسند جید نقل کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے پاس (جس کا نام قیلہ کنیت اُمّ قیس تھی) نکاح کا پیغام بھیجا، پھر وہ عورت ہجرت کر کے مدینہ آگئی تو مذکورہ شخص نے نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن اس عورت نے ہجرت کرنے کی شرط لگائی، چنانچہ وہ اس پر راضی ہوگیا اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اصلاحِ نیات کی غرض سے پیش فرمائی۔

(ج): ہجرت کے لغوی و اصطلاحی معنی:

ہجرت کے لغوی معنی ترک کردن، چھوڑ دینا، ترک کرنا۔

اصطلاحِ شریعت میں **والمراد هنا ترک الوطن الذي بدار الكفر إلى دار الإسلام وقدتطلق كما في أحاديث على هجرة مانهى الله عنه.**

(مرقاۃ:۱/۱۰۱)

ہجرت کے اقسام:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں: (۱) باطنی حقیقی مثلاً ترک معاصی (۲) ظاہری مجازی مثلاً دار الحرب سے دار الاسلام چلے جانا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): وضوء میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے۔

دلیل: إنما الأعمال بالنیات اصلهٗ إنما صحة الأعمال بالنیات.

احناف رحمہم اللہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط نہیں ہے۔

دلیل: باب صفۃ الوضوء کی وہ تمام روایات ہیں جن میں کیفیتِ وضوء کے ضمن میں نیت کا ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ وضوء میں نیت شرط نہیں ہے۔

(۲) فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ یہ آیت مطلق ہے کہیں بھی نیت کا ذکر نہیں ہے۔

(۳) مفتاح الصلوٰة الطهور. (ترمذی شریف: ۱/۶) جعل الوضوء من باب الطهارة كغل الثياب والبدن كما قال تعالىٰ "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" فينبغي ان لايفرق بين الوضوء وغسل النجاسات من الثياب فتشرط النية في أحدهما دون الآخر. (التعليق الصبيح: ۲/۱۱)

(ہ): حدیثِ باب کس کا مستدل ہے؟ دوسرے لوگ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

یہ حدیث شریف ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مستدل ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ إنما الأعمال بالنیّات کی اصل ثواب الأعمال ہے لاصحة الأعمال. قرینہ یہ ہے کہ یہ روایت مہاجر ام قیس سے متعلق ہے اور ان کی ہجرت کے بطلان اور صحت وعدمِ صحت کا بالکل ذکر نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ مقصد بیان ثواب وعدمِ ثواب ہے نہ کہ بیانِ صحت وعدمِ صحت۔

۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۱

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْطَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَایُرٰی عَلَیْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَایَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْهِ اِلٰی رُکْبَتَیْهِ وَوَضَعَ کَفَّیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ وَقَالَ یَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ یَسْأَلُهٗ وَیُصَدِّقُهٗ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کا شانِ ورود بیان کریں۔

(ج): ایمان اور اسلام کے لغوی اور شرعی معنی تحریر کریں۔

(د): ایمان اور اسلام کے درمیان فرق اور نسبت کی وضاحت کریں۔

(ہ): حقیقت ایمان کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کریں۔

(و): ایمان بسیط ہے یا مرکب جو بھی ہو مع دلائل تحریر کریں۔

(ز): ایمان نقص وزیادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال نہایت ہی سیاہ تھے، اس پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اور رعایت وآداب کی وجہ سے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ملا لیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیے۔ پھر اس نے سوال کیا، اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر پابندی سے نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ ادا کیا کرو اور رمضان المبارک کے روزے رکھا کرو اگر بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور آنے جانے کا خرچہ موجود ہو تو بیت اللہ کا حج کرو اس شخص نے عرض کیا آپ نے صحیح اور سچ فرمایا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ آدمی سوال بھی کر رہا ہے، پھر جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

(ب): حدیث شریف کا شانِ وُرود:

مسلم شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آمد کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: "سَلُوْنِي" یعنی اب میرا آخری وقت آچکا ہے، جو کچھ متعلقاتِ دین میں سے معلوم کرنا ہو معلوم کرلو تو منافقین وغیرہ بے جا بکثرت سوال کرنے لگے اسی لیے پھر سورۂ مائدہ کی آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ الخ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۱۰۱) کے ذریعہ بکثرت اور لغو سوالات سے منع کردیا گیا۔ اسی بناء پر صحابۂ کرام سوالات کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور خواہش مند ہوتے کہ کوئی دیہاتی آئے اور دین کے بارے میں پوچھے تو ہمیں بھی کچھ علم ہو جائے، اسی لیے حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بشکل انسانی سائل بنا کر بھیجا اور انہوں نے حدیث مذکورہ میں ضروری سوالات کیے، تاکہ حاضرین بغور سن کر استفادہ کرسکیں۔ (مسلم:۲۹/۱)

(ج): ایمان اور اسلام کے لغوی اور شرعی معنیٰ:

اسلام کے لغوی معنیٰ: گردن نہادن بطاعت یعنی اپنے آپ کو پورا پورا کسی کے حوالہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کردینا جس میں اپنا کچھ اختیار نہ ہو۔

اسلام کے شرعی معنی: شرعاً انقیادِ ظاہری کو اسلام کہا جاتا ہے "الإسلام لغة الإنقياد مطلقا و شرعاً انقياد الظاهر بشرط الانقياد الباطن".

(فتح الملہم: ۱/۱۶۲، مرقات: ۱/۵۱)

ایمان "امن" سے ماخوذ ہے یہ خوف کی ضد ہے، اور امن نام ہے زوالِ خوف و حصولِ طمانینت کا مجرد میں باب سمع سے آتا ہے پھر اس کو بابِ افعال (مزید) میں لے گئے تو ایمان ہو گیا۔ لفظ ایمان بالاتفاق متعدی مستعمل ہے، کبھی بغیر صلہ کے اور کبھی (۱) باء (۲) لام (۳) اور علی کے صلے کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً آمنت زیداً متعدی بالباء مثلاً کل آمن باللّٰہ یؤمنون بالغیب متعدی باللام مثلاً سورۂ یوسف میں ہے ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾ متعدی بعلی مثلاً صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں ایک حدیث ہے "الا اعطی من الآيات ماملثه امن عليه البشر".

نوٹ: متعدی بعلی نادر الوجود ہے۔ اور اگر ایمان صلہ کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے اندر ایک ضمنی معنیٰ پیدا ہو جاتا ہے متعدی بالباء کی صورت میں معنیٰ تصدیق متعدی باللام کی صورت میں معنیٰ اذعان و یقین اور متعدی بعلی کے وقت اعتماد کا معنیٰ مستفاد ہوتا ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ سے۔

(د): ایمان اور اسلام کے درمیان فرق:

ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ جب ایمان و اسلام دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ ذکر کیا جائے تو اس وقت ایمان و اسلام دونوں مترادف ہوں گے، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا، اور اگر ایمان و اسلام دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا جائے تو اس وقت ان کے درمیان فرق ہوتا ہے، اور اس وقت ایمان کا اطلاق تصدیقِ قلبی پر ہوگا اور اسلام کا اطلاق اس انقیادِ ظاہری پر ہوگا جو انقیادِ باطنی کے مطابق ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایمان اور اسلام کے درمیان نسبت:

ایمان واسلام کے درمیان نسبت کے بارے میں قرآن وحدیث سے تین طرح کی نسبت نکلتی ہیں:

(١) نسبت تساوی: بعض آیات میں ترادف وتساوی کا ذکر ہے جیسے: ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (سورۃ الذاریات، آیت:٣٥-٣٦) تو بالاتفاق وہاں صرف ایک ہی گھر تھا جن کے اہل پر مؤمنین و مسلمین دونوں کا اطلاق کیا گیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ دونوں میں ترادف وتساوی کی نسبت ہے۔

(٢) نسبت تباین: بعض آیات سے تباین معلوم ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا﴾ تو یہاں ایمان کی نفی کر کے اسلام کو ثابت کیا گیا، لہٰذا ثابت ہوا کہ دونوں میں نسبتِ تباین ہے۔

(٣) نسبت عموم وخصوص مطلق: اور بعض احادیث میں دونوں کے درمیان تداخل وعموم وخصوص مطلق کی نسبت معلوم ہوتی ہے جیسے حدیث میں ہے: "سئل عليه الصلوٰة والسلام، اي الأعمال؟ أفضل فقال الإسلام فقال أي الإسلام أفضل؟ فقال الإيمان" تو یہاں ایمان کو اسلام میں داخل کر لیا گیا۔ اسلام عام ہوا اور ایمان خاص، پس حدیث ہٰذا سے ثابت ہوا کہ دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

حاصلِ کلام: (١) اگر ایمان سے انقیاد ظاہری وباطنی مراد لیا جائے اور اسلام سے بھی یہی مراد ہو تو نسبت تساوی ہوگی (٢) اور اگر ایمان سے صرف تصدیق قلبی اور اسلام سے صرف انقیادِ ظاہری مراد ہو تو نسبت تباین ہوگی (٣) اور اگر ایمان سے تصدیق قلبی واسلام سے انقیاد ظاہری وباطنی مراد ہو تو دونوں میں نسبت عموم وخصوص مطلق ہوگی، عموم وخصوص من وجہ کی نسبت نہیں ہو سکتی، اگرچہ بعض نے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ (درسِ مشکوۃ:١/٤٠)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ): حقیقتِ ایمان کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل:

(۱) معتزلہ وخوارج: کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا مجموعہ ہے، اور یہ تینوں اس کے لازمی اجزاء ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی فوت ہوگیا تو ایمان ہی فوت ہوجائے گا اور آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا، لیکن کفر میں داخل ہوگا یا نہیں تو معتزلہ کہتے ہیں کہ کفر میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ ایمان اور کفر کے درمیان رہے گا، اور خوارج کہتے ہیں کہ کفر میں داخل ہوجائے گا۔

معتزلہ کی دلیل: لایزنی الزاني حین یزني وهو مؤمن. (مسلم:۱/۵۵)
دیکھو یہاں زانی سے عمل فوت ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان سے خارج کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں ایمان کا ایسا جز ہے کہ اگر کوئی ایک بھی فوت ہوجائے تو آدمی مومن نہیں رہتا۔

خوارج کی دلیل: خوارج کے نزدیک چونکہ تارکِ عمل دائرۂ ایمان سے خارج ہوکر کفر میں داخل ہوجاتا ہے، اس لیے وہ الگ سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں: ﴿مَنْ يُّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا﴾ (سورۃ النساء، آیت:۹۳) جو مسلمان کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کردے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب کافر ہی کو ہوگا، معلوم ہوا کہ تارکِ عمل اور مرتکبِ کبیرہ دائرۂ ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہوجاتا ہے۔

(۲) مرجیہ: حقیقتِ ایمان فقط تصدیق ہے اور اتنا ہی نجات وجنت میں دخولِ اوّلیں کے لیے کافی ہے عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ان کا مشہور مقولہ ہے: "لاتضر مع الإيمان معصية كمالاتنفع مع الكفر طاعة وقالوا ان المؤمن وان عصى لايدخل النار". (فتح الملہم)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: مامن عبد قال لا الٰه إلّا اللّٰه ثم مات علٰی ذلک إلّا دخل الجنة قال ابوذر وإن زنٰی وإن سرق قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وإن زنی وإن سرق. (مسلم:۶۶/۱،مشکوٰۃ:۱۴)

(۳) کرامیہ: حقیقتِ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے اور یہی نجات کے لیے کافی ہے، خواہ تصدیقِ قلبی ہو یا نہ ہو۔

دلیل: من قال لا إلٰه إلّا اللّٰه دخل الجنة. مامن عبد قال لا الٰه إلّا اللّٰه ثم مات علٰی ذلک دخل الجنّة. (مسلم:۶۶،مشکوٰۃ:۱۴)

(۴) جہمیہ: کہتے ہیں کہ ایمان نام ہے فقط معرفتِ قلبی کا تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کی ضرورت نہیں ہے۔

دلیل: من مات وهو یعلم أنه لا إلٰه إلّا اللّٰه دخل الجنّة. (مسلم:۴۱/۱)

(۵) امام ابوحنیفہ و جمہور فقہاء و متکلمین کے نزدیک: ایمان فقط تصدیقِ قلبی ہی کا نام ہے، لیکن بشرط الاعمال اور اقرار باللسان بھی لاجراء احکام الدنیویہ شرط ہے۔

دلیل: ﴿وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (سورۂ نحل، آیت:۱۰۶) ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۴) ﴿أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ (سورۂ مجادلہ، آیت:۲۲) اور وہ تمام آیات جن میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے۔

(۶) ائمہ ثلاثہ و جمہور محدثین کے نزدیک: ایمان اُمورِ ثلاثہ (تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان) سے مرکب ہے، البتہ تارکِ عمل خارج از ایمان اور داخل فی الکفر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اعمال رکن زائد ہیں رکن اصلی فقط تصدیق ہے۔

دلیل: "الإیمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة". (مسلم:۴۸/۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمالِ صالحہ رُکنِ زائد ہیں، اصل ایمان تصدیق ہے، کیونکہ شعبہ بمعنی شاخ امر زائد ہی کا نام ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(و): ایمان بسیط ہے یا مرکب؟

ایمان چند اجزاء سے مرکب ہے یا اس میں کوئی جزء نہیں؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے، چنانچہ (۱) امام ابوحنیفہ و جمہور فقہاء و متکلمین ایمان کو بسیط مانتے ہیں (۲) ائمہ ثلاثہ و جمہور محدثین ایمان کو مرکب مانتے ہیں۔

مرکب و بسیط ہونے پر محاکمہ:

امام ابوحنیفہ اور متکلمین ایمان کو بسیط کہتے ہیں اور محدثین مرکب کہتے ہیں ان دونوں تعبیرات کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے، کہ ایمان کو بسیط ماننا اسلوبِ قرآنی سے زیادہ قریب ہے یا مرکب کہنا قرآنی اسلوب سے قریب تر ہے۔ قرآنی آیات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نگاہ میں ایمان بسیط ہے اور اس کا ثبوت قرآن کی بیشتر آیات سے ملتا ہے جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (سورۂ حٰمٓ السجدہ، آیت:۸)
ایمان و عملِ صالح کے درمیان واؤ عطف ہے جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے، اگر اعمالِ صالحہ ایمان کا جزء ہوتے تو بیچ میں واؤ عاطفہ نہیں لایا جاتا۔

(۲) قرآن میں اعمال کو ایمان کے ساتھ بطور شرط ذکر کیا گیا ہے ﴿مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت:۹۴)
ایک دوسری آیت میں حرفِ شرط صراحۃً مذکور ہے، ﴿وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۂ انفال، آیت:۱) تو شرط کے ساتھ مذکور ہونا دلیل ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، کیونکہ شرط مشروط سے خارج ہوا کرتی ہے۔

(۳) قرآنِ کریم میں ایمان کا محل قلب کو بنایا گیا ہے اور عمل کا محل ہمیں معلوم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ وہ اعضاء وجوارح ہیں، قرآن میں ہے:﴿أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ (سورۂ مجادلہ، آیت:۲۲) ایک دوسری جگہ میں ہے:﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (سورۂ نحل، آیت:۱۰۶) ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا جزء نہیں ہے، ایمان محض تصدیق قلبی کا نام ہے جو بسیط ہے اور یہی متکلمین اور امام ابوحنیفہ کی تعبیر ہے۔ (نفع المسلم:۸۴)

اب حدیث کی روشنی میں محاکمہ ملاحظہ ہو:

(۱) حدیث: جبرئیل علیہ السلام اس کی واضح دلیل ہے، کیونکہ ما الإیمان؟ کے جواب میں "الإیمان ان تؤمن باللّٰہ وملائکتہ الخ" ہے، اعمال کا کہیں ذکر نہیں۔

(۲) ایک اور حدیث میں جس کے راوی ابوذر غفاری ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے "لاإلٰہ إلّا اللّٰہ" کا قائل ہو جائے وہ جنتی ہے، ابوذر نے دریافت کیا "وإن زنی وإن سرق" تو آپ نے فرمایا "وإن زنی وإن سرق" اس سے صاف معلوم ہوا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں ورنہ معصیت کے ساتھ ایمان جمع نہیں ہوسکتا۔ (نفع المسلم:۷۴)

(ز): ایمان نقص وزیادتی کو قبول کرتا ہے یا نہیں؟

(۱) امام اعظم اور جمہور فقہاء و متکلمین کے نزدیک ایمان کی زیادتی کو قبول نہیں کرتا؛ کیونکہ ایمان فقط تصدیق ہے اور تصدیق کے اندر نقص وزیادتی نہیں ہوتی "فلایزید ولاینقص"۔

(۲) ائمہ ثلاثہ ومحدثین کے نزدیک ایمان نقص وزیادت کو قبول کرتا ہے؛ کیونکہ ایمان کی تعبیر میں عمل داخل ہے اور عمل میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ "فالإیمان یزید و ینقص"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایمان کے نقص وزیادت کو قبول کرنے کے بارے میں محاکمہ:

جو حضرات زیادت ونقصان کی نفی کرتے ہیں ان میں سے بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے دو درجے ہیں:

(۱) ایک ایمان مُعلّٰی جس کو آپ ایمانِ کامل یا ایمانِ مطلق یا علی الاطلاق بھی کہہ سکتے ہیں۔

() اور ایک ایمان منجی ہے جس کو آپ نفس ایمان یا مطلق ایمان کہہ سکتے ہیں، ایمان معلّٰی اعلیٰ درجہ کا ہے اور ایمان منجی ادنیٰ درجہ ہے، ایمان معلّٰی زیادتی اور نقصان کو قبول کرتا ہے، لیکن وہ جو نفس ایمان ہے یعنی منجی، اس میں زیادتی اور کمی کا کوئی احتمال نہیں، اس لیے کہ اگر کمی آ گئی تو ایمان باقی نہیں رہے گا، کیونکہ ایمان کے ادنیٰ درجہ میں کمی کا مطلب ہوگا کہ یقین باقی نہیں شک اور تردد پیدا ہو گیا، لہٰذا ایمان کا یہ درجہ نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ (کشف الباری:۱/۴۶۶)

۴۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۱

قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): احسان کے لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں۔

(ج): اسلام وایمان واحسان کے مابین ربط بیان کرنے کے بعد حدیث کا شانِ ورود بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): "کأنک تراہ" میں کان کہنے کی وجہ بیان کریں۔

(ہ): حدیث میں مذکورہ عبارت کے دونوں درجوں کی توضیح کریں۔

(و): قدر کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔

(ز): تقدیر کے اقسام مع احکام بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : سائل یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے تسلیم کرلو اور اس کی بھی تصدیق کرو کہ ہر اچھی اور ہر بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس نے عرض کیا: آپ نے صحیح اور درست جواب دیا، پھر اس شخص نے سوال کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر اس کیفیت کا استحضار ممکن نہ ہو پھر یہ خیال کرلے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔

(ب): احسان کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

احسان کے لغوی معنیٰ: احسان یہ بابِ افعال کا مصدر ہے، اَحْسَنَ، یُحْسِنُ، اِحْسَانًا. لغۃً: الاخلاص عبادت کو خلوص اور فراغ قلبی کے ساتھ ادا کرنا، فعلِ کام کو عمدہ بنانا، یہ صلہ اور بلا صلہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے "اَحْسَنْتُ کذا" کے معنیٰ "اَتْقَنْتُهٗ" میں نے اس کو مضبوطی سے کیا، اور "اَحْسَنْتُ اِلٰی فلان" اس وقت بولتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں جب کسی کو نفع پہونچانا ہو، یہاں پہلا معنیٰ مراد لیا جائے گا، کیونکہ مقصد اتقانِ عبادت ہے، اور دوسرے معنیٰ بھی ملحوظ ہوسکتے ہیں، کیونکہ عابد اخلاص کے ساتھ عبادت کر کے اپنی ذات کو فائدہ پہونچاتا ہے۔

احسان کی اصطلاحی تعریف:

(۱) شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے منقول ہے: الإحسان مراقبة قيامِ الله تعالٰى علٰى كُلِّ نفسٍ علٰى الدوام. (التعليق من الرحيق المختوم)

(۲) قال العلامة السندي في حاشية البخاري: الاحسان مراعاة الخشوع و الخضوع وماف معناهما في العبادة.

(۳) شیخ محی الدین ابن عربی سے منقول ہے: الإحسان رؤية او كالرؤية اى اشهاد.

(ج): اسلام وایمان واحسان کے مابین ربط:

اسلام نام ہے التزامِ فرائض واظہارِ اطاعت کا اور اس کے لیے تصدیق یعنی ایمان لازم ہے تاکہ طاعت مقبول ہوجائے، اور تدیق وطاعت کا فائدہ اخلاص یعنی احسان کے ساتھ ہوگا ورنہ تو (ریا وسمعہ کے ساتھ) سودمند نہ ہوگا، اسی لیے اسلام وایمان اور احسان کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ: ۱/۵۹، مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان)

حدیث کا شانِ ورود:

محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو حدیثِ جبرئیل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس کا شانِ ورود یہ ہے، مسلم شریف (ج ۱/ص ۲۹) میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آمد کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا: سلونی یعنی اب میرا آخری وقت آچکا ہے، جو کچھ متعلقاتِ دین میں سے معلوم کرنا ہو معلوم کرلو، تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منافقین وغیرہ بے جا بکثرت سوال کرنے لگے، اسی لیے پھر سورۂ مائدہ کی آیت ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ الخ﴾ (پ:۷) کے ذریعہ بکثرت اور لغو سوالات سے منع کر دیا گیا، اسی بناء پر صحابۂ کرام سوالات کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور خواہشمند ہوتے کہ کوئی دیہاتی آئے اور دین کے بارے میں پوچھے، تو ہمیں بھی کچھ علم ہو جائے، اسی لیے حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بشکل انسانی سائل بنا کر بھیجا اور انہوں نے حدیث میں مذکورہ ضروری سوالات کیے، تاکہ حاضرین بغور سن کر استفادہ کر سکیں۔

اس حدیث کا ذخیرۂ حدیث میں وہی مقام ہے جو قرآن کریم کے اندر سورۂ فاتحہ کا ہے یعنی جس طرح سورۂ فاتحہ ام الکتاب اور ام القرآن ہے، اسی طرح حدیث جبرئیلؑ ام السنۃ اور ام الحدیث ہے، علّامہ قرطبی فرماتے ہیں: اصلح ان یقال لہٗ ام السنة. (فتح الباری: ۱/۱۲۵)

(د): "کأنک تراہ" میں کان کہنے کی وجہ:

حدیث میں "کأنک" کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کأن "مثل شیء" اور "شبه شيء" کے معنی کے لیے آتا ہے، نہ کہ عین شیٔ کے معنی کے لیے اور یہاں بھی مثلیت شیٔ کو بتلانا ہے نہ اصلیت شیٔ کو یعنی کہ مثل رائی ہونے کو بتلانا ہے نہ کہ عین رائی ہونے کو، اس وجہ سے کہ اس دنیا میں خدا کا مشاہدہ و دیدار نہیں ہو سکتا ہے، دلیل یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت ہے: "تعلموا الله لن یرا منکم ربّه حتی یموت". (مسلم: ۲/۳۹۹) اسی لیے بجائے "إنک" کے "کأنک" کہا۔

(ہ): حدیث میں مذکورہ عبارت کے دونوں درجوں کی توضیح:

اس حدیث میں عبادت کے دو درجے مذکور ہیں: (۱) مشاہدہ: یہ "کأنک تراہ" سے مفہوم ہوتا ہے (۲) مراقبہ: یہ "وإن لم تکن تراہ فإنه یراک" سے مفہوم ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشاہدہ کا مطلب: درجۂ مشاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا تصور کر کے عبادت کرو کہ گویا تم خدا کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور ظاہر ہے کہ بندہ جب مولیٰ کے سامنے ہو اور مولیٰ کو دیکھتے ہوئے کام کرے تو نہایت ہی تیقظ اور کمالِ ادب سے کام کرے گا عبادت کا یہ مقام اعلیٰ وارفع ہے۔

مراقبہ کا مطلب: بندہ عبادت کو مع شرائط وارکان کے ادا کرے، لیکن دیدارِ الٰہی کی کیفیت حاصل نہ ہو، البتہ یہ ملحوظ رہے کہ باری تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اور یہ مقام، درجۂ مشاہدہ سے کمتر ہے۔

(و): قدر کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

قدر: ”بفتح القاف و الدال وقدتسکن الدال از باب ضَرَبَ، قَدَرَ، یَقْدِرُ، قَدْرًا، الشيء بالشيء بمعنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز کے مطابق اندازہ کرنا، مقدر کرنا۔

قدر کے اصطلاحی معنیٰ: (۱) اصطلاحِ شریعت میں قدر وہ اُمور ہیں جن کا اللہ تعالیٰ ازل میں فیصلہ کر چکا اور جن پر اللہ تعالیٰ کا حکم لگ چکا، اس کو قضاء وقدر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ (عون الترمذی:۱/۱۱۱۵)

(۲) حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اس کا برعکس بیان کیا مثلاً کسی مکان بنانے کا ارادہ ہو تو ایک اجمالی نقشہ ذہن میں آتا ہے یہ بمنزلۂ قدر ہے اور اسی نقشہ کے مطابق جو مکان تیار ہو کر موجود فی الخارج ہوا یہ بمنزلۂ قضاء ہے۔

(ز): تقدیر کے اقسام مع احکام:

تقدیر کی تین قسمیں ہیں: (۱) تقدیر علمی (۲) تقدیر کتابی (۳) تقدیر ارادی۔

(۱) تقدیر علمی: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ما کان وما یکون کا علم حاصل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) تقدیر کتابی: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ ازلی کے مطابق ہونے والے کاموں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے پہلے لکھ دیا۔

(۳) تقدیر ارادی: یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

حکم:

مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ تقدیرِ علمی کا منکر کافر ہے اور تقدیر کتابی و ارادی کا منکر کافر نہیں ہے، البتہ فاسق تو کہہ ہی سکتے ہیں۔

۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۱

قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي يَاعُمَرُ اَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ جِبْرَئِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ "رواه مسلم" وَفِي رِوَايَةٍ وَاِذَارَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ فِي خَمْسٍ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق کریں۔

(ج): قیامت کی یہ علامت قریبہ ہیں یا بعیدہ وضاحت کریں۔

(د): سوال مذکورہ کا جواب دے کر سوالوں سے ربط یعنی قیامت کا ربط ماقبل سے بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ): حدیث جبرئیل علیہ السلام سے کیا کیا مسائل مستنبط ہوتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

(و): "ان تلد الأمة ربّتها" کا مفہوم بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: سائل یعنی جبرئیل علیہ السلام نے کہا پس مجھ کو قیامت کے دن کے متعلق خبر دیجیے، آپ نے جواب دیا کہ جس شخص سے قیامت کے بارے میں پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ (قیامت کے متعلق) جانکار نہیں ہے، تو کہا پھر اس کی علامت کے بارے میں بتلادیجیے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ اور آپ ننگے پاؤں، ننگے جسم، تنگدست اور بکریوں کے چراگاہوں کو دیکھیں گے کہ آبادیوں میں (عالی شان مکانات میں) فخر وغرور کی زندگی بسر کررہے ہوں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں پھر اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا، اور میں نے (اس کے بارے میں آپ سے فوراً دریافت نہیں کیا) بلکہ کچھ دیر توقف کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ عمر جانتے ہو وہ سوالات کرنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، کہ وہ کون تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حضرت جبرئیل تھے۔ تمہارے پاس تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے جب تم ننگے پاؤں والوں، ننگے جسم والوں بہروں، گونگے لوگوں کو زمین پر حکمران دیکھو اور قیامت تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور برساتا ہے پانی کو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) اَمَارَاتٌ: یہ امارۃ کی جمع ہے، بمعنیٰ علامت۔ (۲) اَلْحُفَاۃُ: یہ حافٍ کی جمع ہے، باب سمع سے حَفِيَ، يَحْفَىٰ حَفًا بمعنیٰ ننگے پاؤں ہونا۔ (۳) اَلْعُرَاۃُ: یہ عارٍ کی جمع ہے، باب سمع سے عَرِيَ يَعْرَىٰ، عُرْيَةً وعُرْيًا بمعنیٰ برہنہ بدن ہونا۔ (٤) اَلْعَالَةُ: یہ عالٍ کی جمع ہے، باب ضرب سے عَالَ، يَعِيْلُ، عَيْلًا وعَيْلَةً بمعنیٰ تنگدست محتاج ہونا۔ (٥) رِعَاءُ: یہ رَاعٍ کی جمع ہے، باب فتح سے رَعَىٰ يَرْعَىٰ، رَعْيًا ورِعَايَةً بمعنیٰ بکریوں اور جانوروں کو چُرانا، مویشیوں کی نگرانی کرنا۔ (٦) اَلشَّاءُ: یہ شاۃ کی جمع ہے بمعنیٰ بکری۔ (٧) يَتَطَاوَلُوْنَ: یہ فعل مضارع، جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے باب تفاعل سے تَطَاوَلَ يَتَطَاوَلُ تَطَاوُلًا بمعنیٰ فخر وغرور کرنا، خود کو دوسروں سے بڑا ظاہر کرنا۔ (٨) لَبِثْتُ: یہ فعل ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے، باب سمع سے لَبِثَ، يَلْبَثُ، لَبْثًا بمعنیٰ ٹھہرنا۔ (٩) مَلِيًّا: بمعنیٰ زمانہ دراز کہا جاتا ہے اِنْتَظَرْتُهُ مَلِيًّا زمانہ دراز تک میں نے اس کا انتظار کیا۔ (١٠) صُمٌّ: یہ جمع ہے اَصَمٌّ کی اور صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ هو الذي لايسمع یعنی بہرے از باب سَمِعَ صَمَّ يَصَمُّ صَمَمًا وَصَمًّا بمعنیٰ بہرہ ہونا۔ (١١) اَلْبُكْمُ: یہ جمع ہے اَبْكَمُ کی اور صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ هو الذي لايتكلم اى الاخرس یعنی گونگے از باب سمع بَكِمَ، يَبْكَمُ بُكْمًا بمعنیٰ عجز عن الكلام خلقةً، اور از باب کرم بَكُمَ، يَبْكُمُ بُكَامَةً بمعنیٰ انقطع عن الكلام جهلًا او تعمدًا۔

(ج): قیامت کی یہ علامت قریبہ ہیں یا بعیدہ؟

علاماتِ قیامت دو طرح کی ہیں: (۱) ایک معتاد (۲) اور ایک غیر معتاد

(۱) معتاد کا مطلب: یہ ہے کہ وہ علامت اچانک رونما نہیں ہوگی، بلکہ روزمرہ معمول کے مطابق رفتہ رفتہ واقعہ ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) غیر معتاد کا مطلب: یہ ہے کہ وہ علامات جو اچانک رونما ہوں گی جیسے نزولِ عیسیٰ، خروجِ دجّال، دابۃ الارض، طلوع الشمس من المغرب وغیرہ، بالفاظِ دیگر علامات معتاد کو علاماتِ قریبہ وصغریٰ اور غیر معتادہ کو علاماتِ بعیدہ وکبریٰ بھی کہتے ہیں، اور حدیث پاک کے اندر علامتِ قریبہ وصغریٰ کا ہی تذکرہ ہے۔ (نفع المسلم: ۱۰۶/۱)

(د): سوال مذکورہ کا جواب اور دیگر سوالوں سے ربط یعنی قیامت کا ربط ماقبل سے:

اس سوال کا سابقہ سوالوں سے ربط کچھ اس طرح ہے: (۱) حدیث ہٰذا میں مرتبۂ احسان حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے "أن تعبد اللّٰہ کأنک تراہ" فرمایا گیا تھا "کأن" سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رؤیت حقیقی اس عالم میں نہیں ہوسکتی ہے، لہٰذا سوال پیدا ہوا کہ حقیقی رؤیت کبھی ہوگی بھی یا نہیں؟ اور اگر ہوگی تو کب ہوگی؟ اس لیے قیامت کا سوال قرینِ قیاس ہے کیونکہ وہی وقت ہے حقیقی رؤیت کا۔

(۲) حدیث جبرئیل میں یومِ آخر کا بھی تذکرہ ہے تو قدرتی طور پر ایمان واسلام کے بعد سوال پیدا ہوا کہ وہ یومِ آخر ہے کب؟ جس کے لیے یہ سارے اعمال کیے جارہے ہیں؟ اس مناسبت سے قیامت کا سوال کیا گیا۔

(۳) یہ وجہ بھی ممکن ہے کہ تمام دنیا عبادت کے لیے ہے، اور اس کا آخری مرتبہ احسان ہے اور محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاچکے، تو دنیا کی تخلیق کی غرض پوری ہوگئی، تو اب دنیا کے باقی رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے حدیث میں کہا گیا ہے: "أنا والساعة کهاتین" میرا آنا گویا قیامت کا آنا ہے، اس میں بھی یہی اشارہ موجود ہے۔ (نفع المسلم: ۱۰۵/۱)

(ہ): حدیث جبرئیل علیہ السلام سے کیا کیا مسائل مستنبط ہوتے ہیں؟

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے بہت سے قیمتی مسائل مستنبط کیے ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) آدابِ مجلس میں سے یہ ہے کہ اگر اہلِ مجلس کو کوئی مسئلہ جاننے کی ضرورت ہو اور کسی بناء پر وہ لوگ سوال نہ کر پاتے ہوں تو آنے والا مہذب انداز میں سوال کر دتا کہ سب کو معلوم ہو جائے۔

(۲) سائل کو چاہیے کہ اچھے انداز میں سوال کرے تا کہ مجیب پورے انشراح کے ساتھ جواب دے سکے۔

(۳) اور عالم کو یہ چاہیے کہ سائل کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، اور اس کو قریب بٹھائے۔

(۴) جس کا جواب معلوم نہ ہو وہاں صفائی سے لاعلمی ظاہر کر دے، اور یہ کمالِ احتیاط کی دلیل ہوگی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلم الناس ہونے کے باوجود لاعلمی ظاہر فرمائی۔ (عمدۃ القاری:۲۹/۱)

(و): "ان تلد الأمة ربتها" کا مفہوم:

اس علامتِ قیامت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں:

(۱) اُمِ ولد کی بیع کا رواج ہو جائے گا اور ایک باندی کی بیع ہوگی وہ مختلف ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ اس کا لڑکا اپنی ماں کو لاعلمی میں خرید کر اس کے ساتھ باندیوں اور غلاموں جیسا سلوک کرے گا۔ (مرقاۃ:۶۳/۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) احوال کی طرف کنایہ ہے یعنی قربِ قیامت میں مُربِّی مُربَّی ہو جائے گا اور مُربَّی مُربِّی ہو جائے گا، عالی سافل بن جائے گا اور سافل عالی۔ (فیض الباری:۱۰۱/۱)

(۳) سب سے اولیٰ واضح قول یہ ہے کہ دنیا کا انتظام بگڑ جائے گا، اُصول بمنزلۂ فروع ہو جائیں گے اور فروع بمنزلۂ اُصول کے یعنی معاملہ غیر اہل کی طرف سپرد ہو جائے گا، جیسے دوسری حدیث میں ہے کہ: "إذا وُسِّد الامر إلی غیر أهله فانتظر الساعة". (شرح نووی:۲۸/۱، درسِ مشکوٰۃ:۴۵/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) اس جملہ میں والدین کی بکثرت نافرمانی سے کنایہ ہے اور یہ کہ اولاد والدین کو ماتحت اور خادم کی طرح بنالیں گے اور ان کو برا بھلا کہیں گے اور یہ توجیہ سب سے عمدہ ہے۔ (مرقاۃ:۱/۶۲، مکتبہ امدادیہ پاکستان)

"وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ الخ" کا مفہوم:

(۱) ان تمام علامات کا مطلب یہ ہے کہ محتاج اور فاقہ کشوں پر دنیا اس قدر کشادہ ہوجائے گی کہ فخر وغرور میں مست ہوجائیں گے۔ (مرقات:۱/۵۳، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)

(۲) نااہل لوگ برسر اقتدار ہوں گے حکومت و سیادت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہوگی، اور عالیشان بنگلے تیار کریں گے اور پوری بستی میں بس یہی لوگ نظر آئیں گے۔ (مرقات:۱/۵۴ مکتبہ امدادیہ، پاکستان)

۶۔ مشکوۃ شریف: ص/۱۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اس روایت سے قائلین مرکب کی تائید ہوتی ہے یا بسیط کی؟ وضاحت کریں۔

(ج): شعبوں پر ایمان کا اطلاق حقیقت ہے یا مجاز مع دلائل بیان کریں۔

(د): بضع اور شعبہ کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ لفظ بضع کا اطلاق کس پر ہوتا ہے اور شعبہ سے کیا مراد ہے؟

(ہ): حیاء کے لغوی و اصطلاحی معنی اور ریاء کی اقسام بیان کریں۔

(و): حیاء کو الگ سے بیان کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے اور شاخیں ہیں ان میں سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کر دینا ہے اور حیاء ایمان کا ایک خاص درجہ اور شاخ ہے۔

(ب): اس روایت سے قائلین مرکب کی تائید ہوتی ہے یا بسیط کی؟

اس روایت سے قائلین مرکب کی تائید ہو رہی ہے، قائلین بسیط کی طرف سے جواب دیا جائے گا، کہ یہ شعب متعددہ باعتبار اعمال واوصاف کے ہیں ورنہ نفس ایمان کی کوئی شاخ اور اس کا کوئی شعبہ نہیں ہے۔

(ج): شعبوں پر ایمان کا اطلاق حقیقت ہے یا مجاز مع دلائل:

شعبوں پر ایمان کا اطلاق مجاز ہے اور امام بخاری کے نزدیک حقیقت ہے ہمارے نزدیک مجاز پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے۔ (فتح الباری: ج ۱/ص ۶۴)

ان شعبوں پر ایمان کا اطلاق مجاز ہونے کی دلیل:

(۱) قرآنِ کریم میں جہاں بھی ایمان کے ساتھ عمل کا ذکر آیا ہے وہ عطف کے ساتھ آیا ہے اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے جیسے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (سورۂ حم السجدہ، آیت: ۸) معلوم ہوا شعبہ عمل ایمان کی حقیقت سے خارج ہے، بلکہ مجاز میں داخل ہے۔

(۲) لحديث اسامة من قال لا إله إلا الله واعتذر بأنه لم يقله عن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتقاد بل من خوف القتل هلا شققت عن قلبه" یہ حدیث بھی عمل کا حقیقتِ ایمان سے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (سورہ ۷ انعام، آیت: ۸۳)

اگر طاعت حقیقتِ ایمان میں داخل ہوتی تو ظلم ایمان کے منافی ہوتا۔ جب ظلم ایمان کے منافی نہیں تو طاعت بھی ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں۔

(عمدۃ القاری: ۱/۱۰۳، فتح الباری: ۱/۶۴)

(د): لفظ "بِضعٌ" کی تحقیقِ لغوی:

اَلْبِضعُ بمعنی چند، تین سے نو تک کے عدد پر بولا جاتا ہے، اَلْبُضعُ، شادی، نکاح، مہر، فرج جمع بُضُوعٌ وَاَبْضَاعٌ. اَلْبِضع و البضعة معناه القطعة من الشيء. یہ الفاظ عدد کے لیے مستعمل ہیں اور گوشت کے ٹکڑے کو بھی بضعة اللحم کہا جاتا ہے، اسی طرح عورت کی شرم گاہ پر بھی لفظ بضعہ کا اطلاق ہوتا ہے؛ لیکن معنیٔ عدد کے لیے بکسر الباء وبفتحها، اور قطعة اللحم کے لیے بفتح الباء فقط۔ اور قُبُلِ مرأة کے لیے بضم الباء استعمال کیا جاتا ہے، کما قال الإمام النوویؒ في حاشية مسلم: البضع والبضعة بكسر الباء، فيها وبفتحها هذا في العدد فاما بضعة اللحم فبالفتح لاغير. (مسلم: ۱/۴۷)

لفظ بضع کا اطلاق مختلف اعداد پر ہوتا ہے:

(۱) ایک سے چار تک (۲) چار سے نو تک (۳) تین سے پانچ تک (۴) تین سے نو تک () تین سے دس تک (۶) فقط سات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (۷) دو سے دس تک (۸) بارہ سے بیس تک۔ (حاشیہ مسلم: ۱/۴۷)

"اما البضع في العدد مابين الثلث والعشر وقل من ثلث إلى تسع وقال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الـخليل البضع سبع وقيل مابين اثنين إلى عشرة ومابين اثنى عشر إلى عشرين. (حاشیہ مسلم شریف:۴۷/۱) وفى العددمابين الثلث إلى التسع أوإلى الخمس أومابين الواحد إلى الأربعة أومن أربع إلى تسع". (مرقاۃ:۶۹/۱ مکتبہ امدادیہ، پاکستان)

لفظ "شعبۃ" کی لغوی تحقیق:

لفظ "شعبہ" کے معنیٰ لغت میں فرقہ، گروہ، ٹکڑے اور شاخ کے آتے ہیں "أماالشعبة فهي القطعة من الشيء" (حاشیہ مسلم:۴۷)"وهي في الأصل غصن الشجر وفرع كل اصل" (مرقات:۶۹/۱) قرآن پاک میں ہے:﴿إلى ظِلٍّ ذِي ثَلاثِ شُعَبٍ﴾ جمع شُعَبٌ وشِعَابٌ از باب فتح شَعَب، يَشْعَبُ، شَعْبًا بمعنیٰ متفرق ومنتشر ہونا، شاخ درشاخ ہونا۔

حدیث میں شعبۃ سے مراد:

حدیث میں شعبہ سے مراد عمدہ خصلت "واريد هنا الخصلة الحميدة أي الإيمان ذو خصال متعددةٍ". (حاشیہ مشکوۃ:۱۲/۳)

(۵): حیاء کی لغوی تحقیق:

الحياء: بالمد وهو في اللغة تغير وانكسار يعترى الإنسان من خوف مايعاب به. یعنی حیاء لغۃً وہ تغیر وانکسار جو بخوفِ عیب وملامت انسان کو پیش آئے۔ (تنظیم الاشتات:۳۹/۱)

حیا کے اصطلاحی معنیٰ:

(۱) اصطلاحِ شرع میں حیاء نام ہے ایسی خصلت کا جو انسان کے لیے فعل قبیح کے ترک کرنے اور اہلِ حق کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے روکنے کا باعث ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) طبیعت کے اس انفعال کا نام ہے جو کسی ایسے خیال و فعل کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ (لفع المسلم: ۱/۱۹۷)

(۳) هو خلق يمنع الشخص من الفعل القبيح بسبب الإيمان. (حاشیہ مشکوۃ: ۱۲/۶)

(۴) وفي حاشية المسلم، وإنما حقيقة الحياء خلق يبعث على ترك القبيح ويمنع من التقصير في حق ذي الحق. (حاشیہ مسلم: ۱/۴۷)

حیاء کی اقسام:

حیاء کی تین قسمیں ہیں:

(۱) حیاء ایمان حقیقی یا شعری: جو اللہ تعالیٰ سے شرما کر افعالِ قبیحہ کو ترک کر دے حدیث میں حیاء سے حیاءِ شرعی مراد ہے جو صرف مؤمن میں پائی جاتی ہے۔

(۲) حیاءِ نفسانی طبعی یا عرفی: مثلاً کوئی انسان کسی سے شرما کر منافع کو ترک کر دے۔

(۳) حیاء عقلی: جس کے مقابل مجنون ہے۔

(و): حیاء کو الگ سے بیان کرنے کی وجہ:

حیاء کو الگ سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ:

(۱) حیاء ایمان کے تمام شعبوں کی طرف داعی ہے خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہوں یا حقوق العباد میں سے ہوں۔

(۲) حیاء کے ایک امر خلقی و طبعی ہونے کی بناء پر اس کے من الایمان ہونے سے ذہن کو ذہول ہو سکتا ہے اسی لیے بطور خاص ذکر کر دیا۔

(۳) چونکہ حیاء ایسی خصلت ہے جو نیکیوں پر اُبھارتی اور بُرائیوں سے روکتی ہے اسی لیے بطور خاص ذکر کر دیا گیا۔ (حاشیہ مسلم: ۱/۴۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۷- مشکوۃ شریف: ص/۱۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "لایؤمن" میں لاء نفی جنس ہے یا برائے کمال ہے؟ وضاحت کریں۔

(ج): محبت کے لغوی واصطلاحی معنیٰ اور محبت کے اقسام واسباب بیان کریں۔

(د): یہاں حب نبی ہے کون سی محبت مراد ہے؟ وضاحت کرتے ہوئے قولِ راجح کو مع وجہِ ترجیح بیان کریں۔

(ہ): تقدیم الوالد علی الولد اور والد کے تخصیص کی وجہ بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

(ب): "لایؤمن" میں لاء نفی جنس ہے یا برائے کمال؟

لایؤمن میں نفی کمالِ ایمان مراد ہے اس لیے کہ "**اَحدکم**" کے اوّلین مخاطب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس وبابرکت جماعت کے انفاسِ قدسیہ ہیں جن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے قلوب نفسِ ایمان ہی نہیں حلاوتِ ایمان سے بھی سرشار تھے، لہٰذا لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ عدمِ زیادتی حُبِّ نبوی سے کمالِ ایمان کی نفی مقصود ہے نہ کہ جنسِ ایمان کی نفی۔

(ج): محبت کے لغوی واصطلاحی معنی:

مَحَبَّةٌ: یہ مصدر میمی ہے باب ضرب سے حَبَّ یَحِبُّ، حَبًّا، وَمَحَبَّةً: المحبة لغة: اَلْمَیْلُ إِلَی الشَّیْءِ بمعنیٰ کسی چیز کی طرف رغبت ظاہر کرنا۔ وفی الاصطلاح: قال النووی في حاشية المسلم: اصل المحبة الميل إلى مايوافق المحب. (حاشیہ مسلم: ۴۹/۱)

محبت کے اقسام واسباب:

محبت کی دو قسمیں ہیں: (۱) طبعی غیر اختیاری: جو اولاد اور بیوی سے ہوتی ہے۔
(۲) عقلی وشرعی اختیاری: یعنی انسان اپنے مقتضیٔ عقل کو طبعی خواہشات پر ترجیح دے مثلاً بیمار کا کڑوی دوا کا پینا پھوڑے والے کا آپریشن کو پسند کرنا، عام طور پر محبت کے چار اسباب ہوتے ہیں:
(۱) جمال (۲) کمال (۳) احسان (۴) قرابت، اس کے علاوہ بھی اسباب ہوسکتے ہیں؛ لیکن یہ اسباب عمومی اور اکثری ہیں۔

(د): یہاں حب نبی سے کون سی محبت مراد ہے؟

اس سلسلہ میں علماء امت کی آراء مختلف ہیں:
(۱) بعض نے کہا اس سے مراد محبت طبعی ہے؛ کیونکہ حدیث میں والد اور ولد کو مقابلۃً لانا اس پر قرینہ ہے؛ لیکن اس سے ایسی محبت طبعی مراد ہے جس کی بنیاد حُبِّ عقلی ہو یعنی ابتداء محبت عقلی ہو پھر یہ ترقی کرتے کرتے طبعی بن جائے۔ (ایضاح المشکاۃ: ۴۲/۱:۷۲)
(۲) بعض نے کہا ایسی محبت طبعی مراد ہے جو ترقی کر کے حُبِّ عشقی کے درجہ میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہنچ جائے، چنانچہ حکایاتِ صحابہ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ باپ کی محبت کوئی معنیٰ رکھتی ہے، نہ اولاد کی پھر میدانِ جنگ میں باپ کی تلوار بے دریغ اپنی اولاد کا خون بہاتی نظر آتی ہے، اور بیٹا اپنے باپ کو موقع نہیں دیتا کہ بچ کر نکل جائے، اور حضرت طلحہ، جابر، ابو دجانہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معاملہ محبت ظہور میں آیا کہ تلوار پڑے تو ہم پر پڑے تیر آئے تو نشانہ ہم بنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہیں یہ عشق کی دلیل ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کے مقابلے میں حبِ طبعی اور حبِ ایمانی بھی ہیچ ہے۔

(ایضاح المشکاۃ:۱/۴۷)

(۳) التعلیق الصبیح، فتح الباری، فتح الملہم اور حاشیہ مسلم وغیرہ میں علامہ ابو سلیمان خطابی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ یہاں محبتِ عظمت واعتقاد (یعنی عقلی وشرعی) مراد ہے فقط۔

دلیل: کیونکہ حب عقلی وشرعی اختیاری اور حبِ طبعی غیر اختیاری ہے اور اللہ تعالیٰ غیر اختیاری اُمور کا مکلف نہیں بناتا۔ کما قال تعالیٰ: ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۸۶) لہٰذا معلوم ہوا کہ حبِ عقلی وشرعی مراد ہے فقط۔

(مسلم:۱/۴۱)

(۴) علامہ عینی وعلامہ طیبی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ حبِ طبعی مراد ہے۔ دلیل: اس کی دلیل یہ ہے کہ خود حدیث پاک سے مفہوم ہوتی ہے۔

(۱) اس طرح کہ حبِ رسول کو اولاد ووالد کی محبت سے زائد ہونے کو بتلایا ہے۔

(۲) اور اولاد ووالد کی محبت طبعی ہوتی ہے۔

(۳) اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ تقابل دو باہم متساوی ومتحد اشیاء میں ہوتا ہے۔

(۴) اور اَحَبُّ: اسم تفضیل ہے کہ جس کے اندر تقابل کا ہونا ظاہر وباہر ہے، لہٰذا ان مقاماتِ اربعہ کو ملانے سے معلوم ہوا کہ یہاں حبِ طبعی مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

القول الراجح مع وجه الترجيح:

قولِ راجح یہ ہے کہ یہاں حبِّ طبعی مراد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت طبعی کے تمام اسباب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بدرجۂ اتم واکمل موجود ہیں، جن پر آیت قرآنیہ واحادیث مبارکہ واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔

(١) جمال: مثلاً: كما في الحديث قالت عائشة:

لنا شمس وللآفاق شمس ❁ و شمسی تطلع بعد العشاء

(٢) كمال: مثلاً: قال الله تعالىٰ: ﴿اِنَّکَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾.

(سورۂ قلم، آیت:۴)

(٣) احسان: مثلاً: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت:۱۰۷)﴿وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۲۸)

(٤) قرابت: مثلاً: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

(سورۂ احزاب، آیت:۶)

(ہ): تقدیم الوالد علی الولد اور والد کے تخصیص کی وجہ:

والد کو ولد پر اس لیے مقدم کیا: (ا) کہ اگر چہ اولاد اور والد کے مابین جزئیت بعضیت کا تعلق ہے، لیکن والد کا تعلقِ جزئیت مقدم ہے فلذا قدمه ذكرا.

(۲) والد زماناً واجلالاً ورتبۃً مقدم ہے، اسی لیے وضعاً بھی اس کو مقدم کر دیا گا۔

اور فقط والد کے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ: (ا) والد اصل ہے بمقابلہ والدہ کے (۲) یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ والد کے تحت ماں باپ دونوں شامل ہیں بایں طور کہ (ا) والد سے من لہ الوالد معنیٔ عام مراد ہو (۲) والد سے صرف باپ ہی مراد ہو؛ لیکن ایک کے ذکر پر اکتفاء کرنا اس کے مقابل کو بھی شامل ہوتا ہے كما يكتفى عن أحد الضدين بالآخر كما في قوله

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعالٰی: ﴿تَقِيْكُمُ الْحَرَّ﴾ (پ:۱۴) ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ (پ:۳) (فتح الباری والملہم)

۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۲

عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَاتُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ”لاتخفروا“ کی لغوی وصرفی تحقیق پیش کریں۔

(ج): حدیث میں مذکورہ اُمورِ ثلاثہ کی توضیح کریں۔

(د): کیا یہ اُمورِ ثلاثہ ہر زمانے کے لوگوں کے لیے علامت اسلام ہیں یا نہیں؟

(ہ): ان ہی اُمور کی وجہ سے مسلم کیوں کہا گیا؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کی جانب رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمان ہے، لہٰذا اللہ سے اس کے عہد و پیمان میں عہد شکنی نہ کرو۔

(ب): ”لاتخفروا“ کی لغوی وصرفی تحقیق:

نہی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے، باب افعال سے آتا ہے الاخفار فلانًا. عہد شکنی کرنا، بیوفائی کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حدیث میں مذکورہ اُمورِ ثلاثہ کی تو:

من صلّی صلاتنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق نماز پڑھنا یعنی دیگر افعال کی طرح نماز میں رکوع بھی کرے؛ کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اسی طرح پنج وقتہ نماز ادا کرے؛ کیونکہ اُممِ سابقہ میں پانچ نمازیں نہ تھیں، بلکہ ایک یا دو تھیں فقط۔

واستقبل قبلتنا: مطلب یہ ہے کہ نماوں میں بیت اللہ شریف کی جانب رُخ کرے جو امتِ محمدیہ کا قبلہ ہے، یہود کے قبلے (بیت المقدس) کا استقبال نہ کرے۔

واکل ذبیحتنا: یعنی شریعتِ محمدیہ کے مطابق ذبح کردہ حلال جانوروں کو کھانے میں استعمال کرے غیر مشروع، حرام ذبیحوں سے احتراز کرے؛ کیونکہ کفار اہلِ اسلام کا ذبیحہ نہیں استعمال کرتے تھے بلکہ حرام غیر مشروع ذبیحہ کھاتے تھے۔

(د): کیا یہ اُمورِ ثلاثہ ہر زمانے کے لوگوں کے لیے علامت اسلام ہیں؟

یہ اُمورِ ثلاثہ مقتضائے زمانہ واحوال کے اعتبار سے علَمِ اسلام قرار دیے گئے تھے، ہر زمانے کے لوگوں کے لیے عام نہیں ہیں۔ بلکہ بتقضائے زمانہ واحوال علامت مقرر کیے جائیں گے، مثلاً فی زماننا ہٰذا اقرارِ ختمِ نبوت بھی علَمِ اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔

(ہ): ان ہی اُمور کی وجہ سے مسلم کیوں کہا گیا؟

چونکہ جو شخص ان اُمورِ ثلاثہ کا عامل و معترف ہوگا وہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بھی معتبر ہوگا اور آپ علیہ السلام کی بیان کردہ تمام باتوں کو حق وسچ جانے گا اور موحد بھی ہوگا۔ یہی ایمان شرعی ہے اسی لیے ان اُمورِ ثلاثہ کے حامل کو مؤمن ومسلم کہلایا گیا۔

لاتوجد الا من موحد معترف بنوّته ومن اعترف به فقد اعترف بجميع ماجاء به وهو الإيمان الشرعي. (حاشیہ:۱۳، مشکوۃ شریف:۱۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۹۔مشکوٰۃ شریف: ص/۱۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ. (رواه متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب بیان کریں۔

(ج): حلاوتِ ایمان سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

(د): ان اُمور کو بطورِ خاص حلاوتِ ایمان کی علامت کیوں قرار دیا؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص میں تین چیزیں موجود ہوں اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ایک یہ کہ اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت تمام چیزوں کی محبت سے بڑھ کر، دوم یہ کہ جب وہ کسی آدمی سے محبت کرے تو اللہ کے لیے ہی محبت کرے، سوم یہ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لے آیا تو اب وہ اسلام سے پھرنے کو اس طرح ناپسند جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر یہ اُمورِ ثلاثہ ہوں گے اس کے لیے تمام مصائب و پریشانیوں کو جھیلنا اور دنیا و مافیہا کو اللہ کے راستے میں قربان کر دینا نہایت سہل و آسان ہو جائے گا۔ اور اُمورِ ثلاثہ کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منعم بالذات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ جملہ انعامات ہونے کے باعث سب سے زیادہ ان ہی دونوں ہستیوں سے ہونی چاہیے اور ماسواہما سے محبت صرف اور صرف خدا کے واسطے ہو اور عود الی الکفر کو محال و معدوم سمجھے۔

(ج): حلاوتِ ایمان سے کیا مراد ہے؟

(۱) حلاوتِ ایمان سے حُسنِ خاتمہ مراد ہے۔

(۲) حلاوتِ ایمان سے مراد یہ ہے کہ طاعات کے اندر لذّت محسوس ہو بایں طور کہ تمام خواہشات ولذّاتِ دنیوی کو طاعات پر ترجیح دے۔ (مرقات: ۷۴/۱، مکتبہ امدادیہ)

(۳) حلاوتِ ایمان سے حلاوتِ معنوی مراد ہے؛ کیونکہ ایمان تو باطنی چیز ہے نہ کہ حسّی، امام نووی نے اس کو استلذاذ بالطاعات سے تعبیر کیا ہے۔ (ایضاح المشکوٰۃ: ۷۵/۱)

(د): ان اُمور کو بطورِ خاص حلاوتِ ایمان کی علامت کیوں قرار دیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ منعم بالذات خدا تعالیٰ ہی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرادِ خداوندی کو بیان کر کے خدا تک پہونچانے والے ہیں تو خدا اور رسول کے کامل احسان کا تقاضہ یہی ہے کہ ماسواء سے بیزار ہو اور کسی سے تعلق بھی ہو تو برائے خدا ہو اور تعلق مع اللہ اتنا قوی ہو کہ عود فی الکفر کالمعدوم والحال ہو، تو جب اس تقاضے کو پورا کرے گا خود بخود طاعت و عبادت میں لطف آنا شروع ہو جائے گا، اور طاعت و عبادت میں لُطف ولذت آنے ہی کا نام حلاوتِ ایمان ہے اسی وجہ سے ان اُمورِ ثلاثہ کو علامتِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۲

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ حَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب تحریر کریں۔

(ج): حسنِ تادیب وتأدیب کی مراد واضح کریں۔

(د): حدیث میں مذکور تینوں طرح کے لوگوں کو کیا ان کے ہر ہر عمل پر دو اجر ملیں گے یا خاص انہیں دونوں مذکورہ عمل پر دو ثواب ملیں گے یا ان کے اس دونوں مذکورہ عمل میں سے ہر ایک عمل پر دو اجر ملیں گے؟ اس کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو دوہرا امر ملے گا (۱) ایک شخص اہلِ کتاب میں سے جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا تھا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا (۲) دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی (۳) تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو وہ اس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحبت کرتا ہو پھر اس کو اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

"ثلثة لهم اجران" تین آدمیوں کو دوہرا اجر ملے گا (۱) ایک تو اہلِ کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا (۲) دوسرا وہ شخص ہے جو اپنے حقِ مولیٰ کے ساتھ حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہو (۳) تیسرا وہ شخص ہے جو اپنی جاریہ کو تعلیم دیتا ہے اور آداب سکھاتا ہے پھر اس سے نکاح کر لیتا ہے مذکورہ تینوں ہی کی خصوصیات نہیں بلکہ ہر وہ عمل جو مزاحمت کے ساتھ کیا جائے جس میں مشقت وصعوبت زیادہ ہو اور منشاء شریعت کے مطابق ہو اس پر ایسے اجر کی بشارت موجود ہے۔

(ج): حسنِ تادیب وتأدیب کی مراد:

مراد التادیب: تادیب سے مراد یہ ہے کہ وہ خصائل حمیدہ جو خدمت کے آداب سے متعلق ہو وہ اس کو تعلیم دی: "تعلمها الخصال الحميدة ممايتعلق بآداب الخدمة إذالادب هو حسن الاحوال من القيام والقيود وحسن الاخلاق". (مرقات: ۷۹/۱، مکتبہ امدادیہ)

مرادُ حُسن التاديب: اور حسنِ تادیب سے مراد یہ ہے کہ پیار محبت اور نرمی کے ساتھ اس کو آداب سکھلایا نہ کہ سختی کے ساتھ "فأحسن تاديبها بأن يكون بلطف من غير عنف". (حاشیہ مشکوۃ شریف: ۱۲)

(د): حدیث میں مذکور تینوں طرح کے لوگوں کو کیا ان کے ہر ہر عمل پر....

حدیث میں مذکورہ تینوں لوگوں کے ہر ہر عمل پر ایک اجر ملے گا یا ہر ایک عمل پر دو اجر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا اُن ہی مذکورہ دو عمل کی وجہ سے دو ثواب ملیں گے، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ علماء تینوں طرف گئے ہیں:

(۱) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکورہ تینوں لوگوں کو ان کے ہر ہر عمل پر ایک اجر ملے گا، اس صورت میں دو اشکال لازم آتے ہیں:

اشکال (۱): جب دو عمل ہیں تو اجر بھی دو ہی ہوں گے، یہ عام قاعدہ ہے کہ جتنے اعمال اتنے ہی اجر تو ذکورہ اشخاص کی وجہِ فضیلت کیا ہوئی، بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ ان تینوں کے اہتمام کو ظاہر کرنے کے لیے ان ہی کو ذکر کیا۔

اشکال (۲): پہلے دو شخصوں نے دو کام کیے ہیں، لہٰذا ان کے لیے اجرین کا ہونا صحیح ہے، مگر تیسرے شخص نے کئی کام کیے ہیں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اعتقاد سے پہلے تعلیم دینا اور ادب سکھانا وغیرہ کو اعتاق میں شمار کیا گیا ہے یعنی ایک عمل اعتاق ہوا اور دوسرا عمل نکاح معلوم ہوا کہ تیسرے شخص نے بھی گویا دو ہی کام کیے، لہٰذا اس کے لیے بھی دو اجر کا ہونا صحیح ہے۔

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کے اپنے دونوں عمل پر دوہرا اجر تو عام قانون کے اعتبار سے ملے گا ہی، لیکن خصوصی طور پر ان کو ہر عملِ خیر میں دوہرا اجر ملے گا اور دوسرے کو یہ اجر نہیں ملے گا۔

(۳) بعض کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ ان کو عام قانون کے اعتبار سے ایک اجر سے سات سو تک تو دیا ہی جائے گا، مگر اس کے علاوہ بطورِ انعام دو اجر دیا جائے گا۔

ان لوگوں کو دوہرا اجر ملنے کی بنیاد:

ان لوگوں کو دو اجر ملنے کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے دو آدمیوں میں دو عمل معین ہونے کی بنا پر دو اجر ہیں اور ان میں دو عمل متزاحم و متقابل ہونے کی وجہ سے ایک کے ساتھ مشغول ہونے سے دوسرے کی طرف خیال بڑا مشکل ہوتا ہے، ان اعمال میں مشقت زیادہ ہے اور شریعت کا اُصول ہے "اجرکم علی قدر نصیبکم" (۱) اہلِ کتاب کے مومنِ عمل میں مشقت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس طرح ہے کہ وہ ایک نبی کی شریعت میں داخل ہے اور یقین تھا کہ اس کی نجات اس نبی کے اطاعت میں منحصر ہے، اس کے بعد دوسرے نبی آتے ہی اعلان کرتا ہے آج سے نجات کا مدار میری اطاعت پر ہے اور پہلی شریعت کے اوامر اور نواہی پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اب اس شخص کی دشواری اور ذہنی کشاکش کا اندازہ کیجیے کہ ایک دم سے زندگی کی کایا پلٹنا پڑتا ہے، اور یہ ہر شخص کے بس کا کام نہیں اگر توفیقِ خداوندی شاملِ حال نہ ہو تو اس شریعت کو قبول کرنا دشوار پر دشوار ہے۔ (۲) غلام کے عمل میں مشقت اس طرح ہے کہ شب و روز مولی کی خدمت میں مشغول رہتا ہے اس کے باوجود حقوق اللہ سے غافل نہ رہنا بڑی مشقت کا کام ہے۔ (۳) تیسرے شخص کو دو اجر ملنے کی بنیاد میں متعدد اقوال منقول ہیں۔

(۱) بعض نے کہا کہ تعلیم و تادیب پر ایک اجر اور دوسرا اجر اعتاق پر (۲) اور بعض نے کہا اعتاق پر ایک اجر اور تزوج پر دوسرا اجر (۳) اور بعض نے کہا کہ ایک اجر تعلیم و تادیب اور دوسرا اعتاق و تزویج پر۔ اور اسی فائدے کی غرض سے ”ثم“ سے عطف کیا گیا ہے۔

اور تیسرے شخص کے عمل میں مشقت اس طور پر ہے کہ اولاً جاریہ کو تعلیم دینا اور ادب سکھانا بھی باعثِ مشقت ہے، پھر اس سے نکاح کرنا بڑا مجاہدہ ہے، کیونکہ اسے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے، غرض یہ ہے کہ لوگوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر حقوق دے دینا بڑا مجاہدہ ہے۔ (فتح الباری:۱/۲۵۴، عمدۃ القاری:۲/۱۶۵، مرقات:۱/۹۷ مکتبہ امدادیہ پاکستان)

۱۱- مشکوۃ شریف: ص/۱۲

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَاتُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ (رواه البخاري)

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): لفظ "لاتخفرون" کی لغوی اور صرفی تحقیق اور اصطلاحی معنیٰ بیان کریں۔

(ج): حدیث شریف میں مذکور اُمورِ ثلاثہ کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا یہ اُمور ہر زمانے میں اسلام کی علامت ہیں؟ جواب سوچ کر تحریر کریں۔

(د): آدمی کو حدیث میں مذکور انہیں اُمور کی وجہ سے مسلم کیوں کہا گیا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارے ذبیحوں کو کھائے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول کے عہد وامان میں ہے۔ پس جو آدمی اللہ کے عہد وامان میں ہے تم اس کے ساتھ عہد شکنی مت کرو۔

(ب): لفظ "لاتخفرون" کی لغوی وصرفی تحقیق اور اصطلاحی معنیٰ:

لفظ "لاتخفروا" باب افعال سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے، اس کے لغوی معنیٰ بیوفائی کرنے کے آتے ہیں، اور اصطلاح میں "اخفار" وعدہ اور عہد کے توڑنے کو کہتے ہیں۔

(ج): حدیث شریف میں مذکور اُمورِ ثلاثہ کی وضاحت:

واضح رہے کہ اس حدیث میں کسی کے مسلمان ہونے کی درج ذیل تین علامتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) صلّی صلاتنا...: آدمی اہلِ ایمان کی طرح پانچ وقت کی نماز پڑھے اور ان کیا رکان اسی طرح ادا کرے جس طرح اسلامی شریعت میں مطلوب ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) استقبل قبلتنا...: نماز میں اہلِ ایمان کے قبلہ بیت اللہ کی جانب رُخ کرے اس کے علاوہ کسی اور مذہب کے ماننے والوں کے قبلہ کی جانب رُخ نہ کرے۔

(۳) اکل ذبیحتنا...: آدمی جانور کو ذبح کرتے ہوئے اہلِ ایمان کے طریقہ کو اختیار کرے، غیر مذہب کے لوگوں کے طریقہ پر جانور کو ذبح نہ کرے، پس اگر کسی شخص کے اندر یہ تین علامات موجود ہوں تو اس کو اہلِ اسلام میں سے شمار کیا جائے گا اور اس کے جان و مال کی ذمہ داری حکومتِ اسلامیہ پر عائد ہوگی۔

کیا یہ اُمور ہر زمانے میں اسلام کی علامت ہیں؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اُمورِ ثلاثہ جو اس حدیث میں بیان کیے گئے ہیں کیا ہر زمانے میں اسلام کی علامت شمار ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اُمور ہر زمانے میں اسلام کی علامت نہیں ہیں، بلکہ حالات اور ماحول کے پیشِ نظر علماء نے ان کو اسلام کی علامت قرار دیا ہے۔

(د): آدمی کو حدیث میں مذکور انہیں اُمور کی وجہ سے مسلم کیوں کہا گیا ہے؟

ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو حدیث میں مذکور انہیں اُمور کی وجہ سے مسلم کیوں کہا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں اسلام کی ظاہری علامات ہیں جو آدمی ان پر عامل ہوگا اس کے متعلق اغلب گمان یہی ہے کہ وہ دینِ اسلام کا تابعدار ہوگا، اس لیے حدیث مذکورہ میں ان موارد کی وجہ سے آدمی کو مسلم قرار دیا گیا ہے۔

۱۲- مشکوٰۃ شریف: ص ۱۲/

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَاأَزِيدُ عَلَى هٰذَا شَيْئًا وَلَاأَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف میں "دخلت الجنة" سے دخولِ اوّل مراد ہے یا دخولِ ثانی جو بھی ہو وضاحت کے ساتھ لکھیے۔

(ج): قول الاعرابی لاأزید پر بشارتِ جنت کس طرح صحیح ہے؟ وضاحت کریں۔

(د): حدیث مذکورہ میں صحابی کے جملہ "لاأزید" پر جنت کی بشارت کیوں دی گئی ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

(ہ): عملِ خیر کے ترک کرنے پر قسم کھانا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو حضور ﷺ نے اعرابی کے قسم کھانے پر نکیر کیوں نہیں کی؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے کہ جسکے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز پڑھو فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، یہ سن کر دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نہ تو اس پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا، جب وہ دیہاتی چلے گئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کسی جنتی آدمی کو دیکھنے کی سعادت اور مسرت حاصل کرنا چاہے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

(ب): حدیث شریف میں "دخلت الجنة" سے دخولِ اوّل مراد ہے یا دخولِ ثانی؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مذکورہ میں دیہاتی صحابی کا اپنے قول "دخلت الجنة" سے جنت کا دخولِ اوّل مراد ہے یا دخولِ ثانی؟ اگر دخولِ اوّل مراد ہے تو اس کے لیے تمام اوامر پر عمل کرنا اور تمام نواہی سے اجتناب کرنا ضروری ہے اور حدیث شریف میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور اگر دخولِ ثانی مراد ہے تو اس کے لیے سوال کرنے کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے، اس لیے کہ تمام اہلِ ایمان انجامِ کار جنت میں داخل ہوں گے، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جناب! اس حدیث میں دخولِ جنت سے دخولِ اوّل ہی مراد ہے، اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ اس کے لیے تمام اوامر ونواہی کا خیال رکھنا ضروری ہے تو یہ بات بالکل صحیح ہے، لیکن اسی کے ساتھ آپ کا یہ کہنا کہ حدیث میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں ان تمام باتوں کا ذکر موجود ہے بایں طور کہ حضور علیہ السلام نے ان دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیا، پس آپ کے اس جملہ کے اندر تمام اوامر داخل ہیں، اس لیے کہ تمام اوامر کی اصل بنیاد اللہ رب العزت کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہے، پھر حضور علیہ السلام نے ان کو نمازوں کے قائم کرنے، زکوٰۃ کو ادا کرنے اور رمضان شریف کے روزے رکھنے کا حکم دیا، پس آپ علیہ السلام کے اس جملہ میں اوامر کے ساتھ ساتھ نواہی بھی داخل ہو گئے بایں طور کہ نماز اور روزہ انسان کو فعلِ قبیح کرنے سے روکتا ہے اور شریعت نے انسان کو جن چیزوں کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے وہ ان کے قبیح ہونے ہی کی وجہ سے دیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، پس خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اجمالاً تمام اوامر کی بجا آوری اور تمام نواہی سے رُکنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ اس میں ان تمام باتوں کا ذکر مذکور نہیں ہے صحیح نہیں ہے۔

(ج): قول الاعرابی لاأزید پر بشارتِ جنت کس طرح صحیح ہے؟

اس کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں۔

(۱) علّامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اعرابی سے یہ کلام قبول وتصدیق میں اظہارِ مبالغہ کے طور پر صادر ہوا ہے، لہٰذا "لاأزیـــــد" سے عمل صالح کے زیادتی کی نفی مقصود نہیں، بلکہ اظہارِ مبالغہ فی القبول والتصدیق مراد ہے۔ (مرقات: ج/۱، ص/۸۳)

(۲) علّامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آدمی شارع علیہ السلام کے پاس بلاواسطہ خود اپنے لیے رخصت طلب کرنے آیا تھا، اسی لیے آپ نے اُمورِ مذکرہ ہی پر اس کو جنت کی بشارت سنادی، لہٰذا یہ شخص قاعدۂ عامہ سے خارج ومستثنیٰ ہوگا۔

(۳) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے "لاأزیـد ولاانـقـص" کی ذوق ومزاج اور عرفِ عام کے مطابق سب سے عمدہ توجیہ فرمائی ہے، کہ کبھی کبھی فقط شیٔ واحد کی نفی مقصود ہوتی ہے لیکن تحسین کلام یا مبالغہ وتاکید کے طور پر اس کے مقابل کی بھی نفی کردی جاتی ہے۔ مثلاً: (۱) بائع سے مشتری پوچھتا ہے ارے بھائی! قیمت میں کچھ کمی بیشی ہوگی۔ (۲) اسی طرح مبیع تولتے ہوئے مشتری بائع سے کہتا ہے ٹھیک ٹھیک تولنا کمی بیشی نہ ہو؟ تو ظاہر ہے کہ مشتری کا قول قیمت یا کیل کے متعلق بجمیع اجزاء مقصود نہیں ہے، بلکہ پہلی صورت میں نقص فی القیمت کا اور دوسری صورت میں عدمِ نقص فی الکیل والوزن کا سوال مقصود ہے اور دوسرا جملہ بطورِ تحسین کلام کے مذکور ہوا ہے، لہٰذا حدیث پاک کے اندر بھی فقط "لاأنـقـص" مقصود ہے، "لاأزید" کا ذکر تزیینِ کلام کے طور پر ہے، تو اب جنت کی بشارت میں کوئی استعباد نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): حدیث مذکورہ میں صحابی کے جملہ "لا أزید" پر جنت کی بشارت کیوں دی گئی ہے؟

واضح رہے کہ اس حدیث کے متعلق یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے ارشاد کو سن کر "لا أزید و لا أنقص" کہہ کر آپ علیہ السلام کے ارشاد فرمودہ احکام سے زوائد پر عمل نہ کرنے کی قسم کھالی ہے؛ لیکن اس کے باوجود آپ علیہ السلام نے ان کو جنتی قرار دیا ہے پس "لا أنقص" پر تو ان کا جنتی ہونا سمجھ میں آرہا ہے مگر "لا أزید" پر جنت کی بشارت کیونکر دی گئی ہے؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں: چنانچہ علاّمہ قرطبی رحمہ اللہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ان صحابی رضی اللہ عنہ کا حضور علیہ السلام کے مذکورہ ارشاد کو سن کر "لا أزید و لا أنقص" فرمانا اظہارِ مبالغہ کے لیے ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان مذکورہ احکام کے علاوہ اسلام کے کسی اور حکم پر عمل نہیں کریں گے اور جب ایسا ہے تو پھر اس کلام کے باوجود حضور علیہ السلام کا ان کو جنتی قرار دینا بالکل درست ہے، اس پر کسی طرح کا کوئی اشکال یا سوال کرنا غلط ہے۔

علماءِ دیوبند کی آبرو شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب علیہ الرحمہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ان صحابی رضی اللہ عنہ کا مقصد اپنے کلام "لا أزید و لا أنقص" سے صرف کمی کی نفی کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے ارشاد فرمودہ ان احکام کی بجا آوری میں کسی طرح کی کمی اور کوتاہی نہیں کریں گے؛ لیکن کبھی کبھی شئ واحد کی نفی کے ساتھ ساتھ بطورِ تحسین مبالغہ کے اس کے مقابل کی بھی نفی کردی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی ان صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں "لا أنقص" کی ضد "لا أزید" کی بھی نفی کی ہے، پس حضور علیہ السلام کا اس کلام کے باوجود ان کو جنت کی بشارت دینا کلام کے اصل مقصد کے اعتبار سے ہے، لہٰذا اس پر کسی طرح کا سوال اُٹھانا درست نہیں ہے۔

حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے مشہور شاگرد اور علماء دیوبند کے مایۂ ناز عالم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت علاّمہ انورشاہ کشمیری علیہ الرحمہ اس سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ بذاتِ خود اپنے لیے حضور علیہ السلام نے رخصت طلب کرنے آئے تھے، اس لیے حضور علیہ السلام نے ان کو ان مذکورہ اُمور کو ان میں کی زیادتی نہ کرنے کے ساتھ بجالانے پر جنت کی بشارت دی ہے پس یہ صحابی رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

(ہ): عملِ خیر کے ترک کرنے پر قسم کھانا صحیح ہے یانہیں؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ان صحابی رضی اللہ عنہ نے "والذي نفسي بيده" کہہ کر عمل خیر نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو کیا اس طرح قسم کھانا صحیح ہے، اور اگر صحیح نہیں ہے تو پھر حضور علیہ السلام نے ان صحابی رضی اللہ عنہ پر نکیر کیوں نہیں کی؟ اس سوال کا جاب یہ ہے کہ کسی بھی عمل خیر کے ترک کرنے پر قسم کھانا صحیح نہیں ہے، اور رہا حضور علیہ السلام کا ان صحابی رضی اللہ عنہ پر نکیر نہ فرمانا تو یہ مصلحتاً تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ دیہات کے رہنے والے تھے، انہیں اسلام اور شریعت کے تمام احکام کا علم نہیں تھا، اگر ان پر ایک دم نکیر کی جاتی تو کسی دوسری صورت حال کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا پس بایں وجہ حضور علیہ السلام نے ان پر نکیر نہیں کی تھی۔

۱۴۳- مشکوٰۃ شریف: ص ۱۲/

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

(ج): رجل سے کون مراد ہیں یہ تحریر کرتے ہوئے بتائیں کہ "ثائر الرأس دوی صوته" اور "هل علی غیرهن" ترکیب میں کیا واقع ہو رہے ہیں؟

(د): نفل نماز شروع کر دینے سے لازم ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں، نیز فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب بھی قلم بند کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نجد کے ایک شخص جن کے بال پراگندہ تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم ان کی آواز تو سن رہے تھے لیکن (فاصلہ ہونے کی وجہ سے) بات نہیں سمجھ رہے تھے، یہاں تک کہ وہ آپ علیہ السلام کے بالکل قریب ہو گئے تو ہم نے سنا کہ وہ آپ علیہ السلام سے اسلام (کے فرائض) کے متعلق معلوم کر رہے ہیں، آپ علیہ السلام نے (اسلام کے فرائض بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، ان صاحب نے معلوم کیا کہ کیا ان کے علاوہ بھی کچھ اور نمازیں فرض ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا نہیں مگر نفل (یعنی نفل نمازوں کا تمہیں اختیار ہے) پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف کے روزے رکھنا فرض ہیں، ان صاحب نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(پھر) معلوم کیا کہ کیا ان کے علاوہ کچھ اور روزے فرض ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مگر نفل (یعنی نفل روزوں کا تمہیں اختیار ہے)۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق:

ثائر: یہ باب نصر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی بکھیرنا "ثائر الرأس" سے مراد بالوں کا بکھرنا ہے۔

دوی: یہ باب ضرب کا مصدر ہے، بمعنی گنگانا، بھنبھنانا "دوی النحل" شہد کی مکھی کے بھنبھنانے کو کہتے ہیں، اور بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ "دوی" ایسی بلند اور مکرر آواز کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

دنا: یہ باب نصر سے ماضی کے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، بمعنی قریب ہونا، پاس آجانا۔

(ج): رجل سے کون مراد ہیں:

واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں رجل مبہم سے مراد حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہیں جو قبیلہ سعد بن بکر کی جانب سے وفد اور جرگہ بن کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں آئے تھے۔ (توضیحات: ۱/۱۸۷)

"ثائر الرأس، دوی صوته اور هل علی غیرهن" ترکیب میں کیا واقع ہیں؟

واضح رہے کہ "ثائر الرأس" ترکیب میں یا تو لفظ "رجل" کی صفت ہے اور مرفوع ہے یا اس سے حال واقع ہو رہا ہے اور منصوب ہے۔

اسی طرح "دوی صوته" یا تو "نسمع" فعل مضارع معروف کا مفعول ہے اور منصوب ہے یا "یُسمع" فعل مضارع مجہول کا نائب فاعل ہے اور مرفوع ہے۔

اور "هل علی غیرهن" میں سے "هل علی" ترکیب میں جار مجرور مل کر خبر مقدم ہے اور "غیرهن" مبتدا مؤخر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): نفل نماز شروع کر دینے سے لازم ہو جاتی ہے یا نہیں؟

نفل نماز شروع کر دینے سے ذمہ میں لازم ہو جاتی ہے یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں فقہاء کرام کے دو مذاہب ہیں:

مذہب اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے متبعین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک نفل نماز شروع کر دینے سے ذمہ میں لازم ہو جاتی ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کو فاسد کر دیا جائے تو اس کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل علیہما اللہ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک نفل نماز شروع کر دینے کے بعد بھی نفل ہی رہتی ہے، اس کو فاسد کرنے سے قضاء لازم نہیں ہوتی۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر قرآن وحدیث دونوں سے استدلال کیا ہے؛ چنانچہ قرآن کریم سے ان حضرات کی دلیل آیتِ کریمہ "لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ" ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان کو اپنے اعمال باطل کرنے سے منع کیا ہے اور نفل نماز بھی ایک عمل ہے، لہٰذا اس کو اگر شروع کر کے فاسد کر دیا جائے اور پھر اس کی قضاء نہ کی جائے تو اس کا باطل ہونا لازم آتا ہے اور اسی سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل نماز کو باطل کرنا جائز نہیں ہے بایں وجہ اس کو شروع کرنے کے بعد فاسد کرنے کی صورت میں اس کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث شریف سے ان حضرات کی دلیل مذکورہ فی السوال روایت ہے، اس روایت سے انہوں نے بایں طور استدلال کیا ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے پر کہ کیا پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ نمازیں بھی فرض ہیں، حضور علیہ السلام نے ''لاالاأن تطوع'' ارشاد فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں (ان پانچ نمازوں کے علاوہ نمازیں فرض نہیں ہیں) لیکن نفل نمازیں (یعنی نفل اگر تم نے شروع کر دیے ہیں تو یہ لازم ہیں اور لازم چیز کو باطل کرنے کی صورت میں اس کی قضاء کرنا ضروری ہوتا ہے) یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ جملہ استثنائیہ ہے اور اس میں مستثنیٰ متصل ہے اور مستثنیٰ متصل مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے، لہٰذا بایں تفصیل اس روایت کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ نفل نمازیں شروع کر دینے سے ذمہ میں لازم ہو جاتی ہیں اور فاسد کر دینے کی صورت میں ان کی قضاء کرنا لازم ہوتا ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے بھی اپنے مسلک پر مذکورہ فی السوال حدیث ہی سے استدلال کیا ہے، ان حضرات کی وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں فقط پانچ وقت کی نمازوں کو ذمہ میں فرض قرار دیا ہے اور دیگر نمازوں کے ذمہ میں لازم ہونے کی نفی کی ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض کے علاوہ کوئی بھی نفل وغیرہ نماز انسان کے ذمہ میں لازم نہیں ہے اور نہ شروع کر دینے سے لازم ہوتی ہے، اور جب ایسا ہے تو پھر نفل نماز کو شروع کر کے فاسد کرنے سے اس کی قضاء کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل کا جواب:

مذہبِ دوم کے قائلین نے جس طریقہ سے اس حدیث سے اپنے مسلک پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استدلال کیا ہے مذہب اوّل کی جانب سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جناب! آپ نے یہ استدلال حدیث میں موجود حضور علیہ السلام کے ارشاد "لاالاان تطوع" مستثنیٰ کو مستثنیٰ منقطع قرار دے کر کیا ہے، حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ مستثنیٰ منقطع نہیں ہے بلکہ متصل ہے۔

نیز اس کا دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آپ کا اس حدیث سے طریقۂ استدلال منفی ہے اور ہمارا مثبت ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ ہمیشہ مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے، پس یہاں بھی ہمارا طریقۂ استدلال آپ کے طریقۂ استدلال پر مقدم ہے۔

۱۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۳

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ، وَهُوَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ظروفِ اربعہ کی الگ الگ تشریح کریں۔

(ج): ظروفِ اربعہ میں کس چیز کی ممانعت کا حکم تھا اور کیوں تھا اور کیا یہ حکم اب بھی باقی ہے؟ سوچ کر تحریر کریں۔

(د): راوی فرماتے ہیں کہ چار باتوں کا حکم دیا حالانکہ حدیث پاک کے اندر پانچ باتیں مذکور ہیں، اس کی وجہ بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب بنی عبدالقیس کا وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے ان کو چار باتوں کے کرنے کا اور چار باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا؛ چنانچہ آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ پر ایمان لانے، کلمۂ طیبہ کی گواہی دینے، نمازوں کو قائم کرنے، زکاۃ کو ادا کرنے، رمضان شریف کے روزے رکھنے اور مالِ غنیمت میں سے خمس نکالنے کا حکم دیا، اور انہیں چار برتن، حنتم، دباء، نقیر اور مزفت کے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

(ب): ظروفِ اربعہ کی الگ الگ تشریح:

الحنتم: حنتم کس برتن کو کہتے ہیں؟ اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، اس سلسلے میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ یہ سبز رنگ کا ایک روغنی مٹکا یا مرتبان ہوتا ہے جس میں اُس وقت کے لوگ شرب تیار کرتے تھے۔

الدباء: دباء عربی میں کدو کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد کدو کا بنا ہوا برتن ہے جس کو اُردو میں تونبی کہا جاتا ہے عام طور پر یہ برتن قبائلی یا کوہستانی لوگ استعمال کرتے ہیں۔

النقیر: نقیر کھجور کے درخت کو تراش کر بنائے گئے برتن کو کہتے ہیں، یہ برتن اس زمانے میں نبیذ اور شراب تیار کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

المزفت: مزفت سیاہ روغن یا تارکول ملے ہوئے برتن کو کہتے ہیں، یہ برتن بھی اس زمانے میں شراب کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): ظروفِ اربعہ میں کس چیز کی ممانعت کا حکم تھا اور کیوں؟

واضح رہے کہ ظروفِ اربعہ کو استعمال کرنے کی ممانعت کا حکم ان میں نبیذ وغیرہ تیار کرنے کے متعلق تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ ان برتنوں کو شراب وغیرہ کے لیے استعمال کرتے تھے، پس آپ علیہ السلام نے لوگوں کو شراب سے مکمل طور پر نفرت دلانے کے لیے اور اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں ان برتنوں میں شراب کی بُو موجود نہ ہو ان میں نبیذ بنانے سے اور ان کو استعمال کرنے سے منع فرمایا تھا۔

کیا ظروفِ اربعہ کی ممانعت کا حکم اب بھی باقی ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن برتنوں کو استعمال کرنے سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے کیا ان کی ممانعت کا یہ حکم اب بھی باقی ہے یا ختم ہو چکا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان برتنوں کی ممانعت کا یہ حکم اب باقی نہیں ہے اور اب ان برتنوں کو استعمال کرنا جائز ہے، اور اس کی دلیل حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے: "نهيتكم عن النبيذ الا في سقاء فاشربوا في الاسقية كلها ولاتشربوا مسكراً" ہے، اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اب ان برتنوں کو استعمال کرنا ممنوع نہیں ہے۔

اس کے برخلاف حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اب بھی ان برتنوں کو استعمال کرنا ممنوع ہے۔

(د): راوی فرماتے ہیں کہ چار باتوں کا حکم دیا حالانکہ....

اس سوال کے جواب میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصالۃً آپ نے چار کا تذکرہ فرمایا۔ ایمان باللہ، صلاۃ، زکوۃ، صیام پھر آپ نے دیکھا کہ وہ کفار مضر کے حائل ہونے کا ذکر کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہے ہیں، جس سے ان کا جہاد کرنا مفہوم ہو رہا ہے اس لیے خمس بیان فرمادیا۔

(۲) ان تعطوا من المغنم الخمس کا عطف شهادة أن لا إله إلا الله (جو کہ اُمور اربعہ ماموره میں سے ایک ہے) پر نہیں بلکہ اس کا عطف أمرهم بأربع میں بأربع پر ہے، تو اصل عبارت اس طرح ہوگی "امرهم بأربع وبأن تعطوا من المغنم الخمس" یعنی ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور اداءِ خمس کا بھی حکم دیا۔

(حاشیہ مسلم:۳۴، مرقات:۹۱/۱)

(۳) فصحاء و بلغاء کی عادت ہے کہ جب کسی سے کلام کرتے ہیں تو جو باتیں مخاطب کے لیے سودمند ہوتی ہیں ان کو بھی بطورِ افادہ کے ذکر کردیا کرتے ہیں؛ چنانچہ اس وفدعبدالقیس (بنو ربیعہ) اور قبیلہ مُضر کے درمیان جنگ ہوتی رہتی تھی تو مالِ غنیمت کا بھی امکان تھا اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غنائم کا حکم بھی بتلادیا۔

(حاشیہ مسلم:۳۴/۱، مرقات:۹۱/۱)

۱۵- مشکوۃ شریف: ص/۱۳

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِيْ عَلٰی اَنْ لَّاتُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَاتَسْرِقُوْا وَلَاتَزْنُوْا وَلَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَاتَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَاتَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِکَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ بِہٖ فِي الدُّنْیَا فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ۔

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں بعد ازاں مطلب بھی تحریر کریں۔

(ب): حدود کفارہ ہیں یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلیل لکھتے ہوئے بتلائیں کہ حدیث پاک کس کا مستدل ہے، دوسرے حضرات اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): بیعت کی تعریف اور اس کے اقسام تحریر کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں کہ "بایعونی" میں بیعت سے کونسی بیعت مراد ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا درانحالیکہ آپ علیہ السلام کے ارد گرد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی۔ کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت (عہد) کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے اور نہ چوری و زناء کرو گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور جان بوجھ کر کسی پر بہتان تراشی نہ کرو گے اور شریعت کے مطابق احکام کی نافرمانی نہیں کرو گے پس تم میں سے جو شخص (اس عہد کو) پورا کرے گا اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے اور جو شخص (شرک کے علاوہ) ان گناہوں میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا پھر اس کو اس (گناہ) کی سزا (جیسے حد وغیرہ جاری ہو جائے) دنیا میں مل گئی تو یہ (سزا) اس (گناہ) کے لیے کفارہ ہو جائے گی۔

مطلب:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اندر جتنے اُمورِ منہیہ ہیں ان تمام سے اجتناب ضروری ہے، بطورِ خاص حدیث پاک کے اندر مذکورہ اُمور زنا، چوری، بہتان تراشی وغیرہ سے۔ اور معاذ اللہ اگر ان اُمور میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو گیا پھر اس پر مناسب جرم شرعی حدود جاری کر دیے گئے تو دنیا کے اندر کفارہ ہو جائے گا، لیکن آخرت کا معاملہ مشیتِ باری پر موقوف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدود کفارہ ہیں یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ ہیں یعنی کہ دنیوی سزا کے ذریعے اُخروی عذاب بھی معاف ہوجاتا ہے۔

دلیل: "فھو کفارۃ لہ" الحدیث (بخاری شریف:۲/۱۰۰۳، مسلم شریف، مشکوۃ:۱۱۳)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدود کفارات نہیں، بلکہ زواجر (منجانب اللہ ڈانٹ پھٹکار) ہیں سیاسی وانتظامی معاملات کو صحیح اور درست و برقرار رکھنے کے لیے۔

دلیل: (۱) فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (سورۂ نور)

یہ آیت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محض حد قائم کردینا کافی نہیں ہے، بلکہ فسق کو ساقط کرنے کے لیے توبہ کرنا واجب ہے، لہٰذا حدود کفارات نہیں بن سکتے۔ (التعلیق الصبیح:۱/۴۴)

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ حدود کفار پر بھی قائم کیے جاتے ہیں باوجودیکہ ان پر کفارہ لازم نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ حدود ساتر للذنوب (کفارہ) نہیں ہیں بلکہ زواجر ہیں۔ (ہدایہ:۲/۴۸۶)

(۳) عن ابی هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لاادري ان الحدود كفارات أم لا. (المستدرك للحاكم بسند قوى: العرف الشذي على الترمذي: ۱/۲٦۸)

نوٹ: علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا قول فیصل ملاحظہ فرمالیں:

"اقامتِ حدود کے بعد تین حالات ہیں:

(۱) اگر بعد الحد توبہ کرلیا تو بالاتفاق کفارہ ہے۔

(۲) بعد الحد توبہ نہیں کیا لیکن اس گناہ کا دوبارہ ارتکاب نہیں کیا تو اب بھی کفارہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) اقامۃ الحد کے بعد بھی گناہ کرتا رہا اور حد کی کوئی پرواہ نہ کی تو اب حدود کفارہ نہ ہوں گے۔ (فیض الباری: ۹۳/۱)

حدیث پاک کس کا مستدل ہے، دوسرے حضرات اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

حدیثِ باب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مستدل ہے؛ لیکن احناف نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں، ملاحظہ ہوں:

(۱) حدود کفارات تو نہیں، لیکن اقامتِ حدود کے بعد اکثر توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، اسی لیے اعتباراً للأغلب والأکثر فھو کفارۃ لہ فرمایا۔

(۲) حدیث پاک کے اندر "فھو کفارۃ لہ" کا مطلب ہے کہ اُمید ہے باری تعالیٰ ان ہی حدود کو کفارہ قرار دے کر آخرت میں معافی کا اعلان فرمادیں۔ اور یقینی طور پر کفارہ ہونا مراد نہیں ہے۔

(۳) (۱) کتاب اللہ سے حدود کا کفارہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (۲) ار یہ حدیث خبر واحد ہے (۳) اور کتاب اللہ اخبار آحاد پر مقدم ہے، لہٰذا کتاب اللہ کے مقابل میں خبر واحد ترک کردی جائے گی۔ (اکثرہ فی التعلیق الصبیح: ۴۴/۱)

(ج): بیعت کی تعریف، اقسام اور "بایعونی" میں بیعت سے کونسی بیعت مراد ہے؟

بیعت: کسی چیز پر عقد و معاہدہ کرنا ہی بیعت ہے "المبایعۃ المعاقدۃ والمعاھدۃ". (شرح الطیبی: ۱۴۰/۱)

بیعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) بیعت اسلام (۲) بیعت جہاد (۳) بیعت خلافت

(۴) بیعت طریقت (۵) بیعت معاہدہ

یہاں بیعت معاہدہ مراد ہے۔ (کما قالہ الطیبی: ۱۴۰/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۶- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۳-۱۴

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّامُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ يَامُعَاذُ، هَلْ تَدْرِي مَاحَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَايُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّايُعَذِّبَ مَنْ لَايُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَلَاأُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَاتُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "ردف" اور "مؤخرة" کس کو کہتے ہیں تحریر کریں۔

(ج): حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف شرک سے بچ جانا عذاب سے بچنے کے لیے کافی ہے، حالانکہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دیگر گناہوں پر بھی سزا ہے، آپ صحیح حل پیش کریں۔

(د): "حق العباد على الله" سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھی کوئی چیز لازم ہے، حالانکہ ان پر کوئی چیز لازم نہیں ہے، آپ اس کا بھی حال پیش کریں۔

(ہ): حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بشارت سنانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اور جب منع کیا تھا تو انہوں نے کیوں بتایا؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں (ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دن) حضور علیہ السلام کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا اور میرے اور آپ کے درمیان صرف کجاوے کی لکڑی حائل تھی، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق اس کے بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کو عذاب نہ دیں، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنادوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو خوشخبری نہ سناؤ ورنہ وہ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔

(ب): "ردف" اور "مؤخرة" کس کو کہتے ہیں؟

واضح رہے کہ "ردف" بکسر الراء وسکون الدال باب نصر اور سمع سے استعمال ہوتا ہے، اس کے لغوی معنیٰ ردیف ہونے اور کسی کے پیچھے سوار ہونے کے آتے یں، اور اصطلاح میں ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹ، گھوڑے پر کسی کے پیچھے سوار ہوتا ہے۔

اور "مؤخرة" کجاوے کی اس لکڑی کو کہتے ہیں جو سوار کے پشت پر ہوتی ہے۔

(ج): کیا عذاب سے بچنے کے لیے صرف شرک سے بچنا کافی ہے؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے اشاد فرمایا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اللہ رب العزت پر اس کا یہ حق ہے کہ اس کو عذاب نہ دیں، اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں عذاب سے بچنے کے لیے صرف شرک سے بچنا کافی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ شرک کے علاوہ بھی بہت سے گناہوں پر ملنے کا تذکرہ قرآن وحدیث میں کیا گیا ہے اور نصوص

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صراحت کے ساتھ دلالت کرتے ہیں شرک کے علاوہ بھی بہت سے گناہوں پر آخرت میں عذاب دیا جائیگا، تو اس صورت میں اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ فی السوال میں حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو ہمیشہ جہنم میں نہیں رکھیں گے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو کسی اور گناہ کی سزا ہی نہیں ملے گی، بلکہ اگر وہ گناہ گار ہوگا تو اس کو سزا تو ملے گی، مگر وہ کبھی نہ کبھی اپنے ایمان کی وجہ سے جہنم سے نکل کر جنت میں ضرور جائے گا۔

(د): کیا اللہ رب العزت پر بھی بندوں کا حق لازم ہے؟

اب ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں اللہ رب العزت پر بندوں کے حق کو لازم قرار دیا ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ پر بھی کوئی چیز لازم ہوتی ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جناب! یہاں حق کے لزوم کا مطلب وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، بلکہ یہاں یہ لائق کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہے اللہ کے لائق اور شایانِ شان یہ ہے کہ اس بندے کو عذاب نہ دیں، اور اس کو اپنے فضل سے جنت میں داخل کردیں۔

(ہ): حضورؐ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بشارت سنانے سے کیوں منع کیا تھا؟

ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو کچھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا تھا، لوگوں کو اس کی بشارت سنانے سے کیوں منع کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے اس بات کی بشارت سنانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ کہیں لوگ اسی پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور اعمالِ صالحہ بالکلیہ ترک نہ کردیں، حالانکہ جنت میں درجات کی ترقی کا دارومدار اعمالِ صالحہ ہی پر ہے، جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کو اسی کے اعتبار سے جنت میں مقام ملے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضور علیہ السلام کی ممانعت کے باوجود حضرت معاذؓ نے کیوں بیان کیا؟

اب ایک آخری سوال یہاں یہ ہوتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بات لوگوں سے بیان کرنے سے منع کردیا تھا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر میں اس کو کیوں بیان کیا ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو اپنی آخر عمر میں اس لیے بیان کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام کے منع فرمانے کی اصل وجہ کا علم تھا اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا کہ یہ وجہ اب باقی نہیں رہی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کو لوگوں کے سامنے بیان کردیا۔ نیز اس سوال کا دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کتمانِ علم کی وعید سے بچنے کے لیے اپنی آخر عمر میں اس روایت کو بیان کیا تھا۔ واضح رہے کہ محققین کے نزدیک اس سوال کا یہی دوسرا جواب زیادہ بہتر ہے۔

۱۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۴

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلِاُبَايِعَكَ فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِيْ فَقَالَ مَالَكَ يَاعَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهٗ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): کیا اسلام ہجرت اور حج مطلقاً ہادم ماقبل ہیں یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟ تحریر کریں۔

(ج): "الاسلام یھدم" سے کس کافر کا اسلام مراد ہے؟ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): ایک روایت میں ہے "لاھجرۃ بعدالفتح" پھر ہجرت کے دوام ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہونے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ سے بیعت اسلام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھادیا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا عمرو! یہ کیا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے اس سے پہلے والے تمام گناہ معاف کردیے جائیں، تو آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو ختم کردیتا ہے، جو اسلام سے پہلے کیے تھے، اور ہجرت ان تمام گناہوں کو ختم کردیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کیے، اور حج ان تمام گناہوں کو ختم کردیتا ہے جو حج سے پہلے کیے۔

(ب): کیا اسلام ہجرت اور حج مطلقاً ہادم ماقبل ہیں یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

امام توربشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ اسی طرح جملہ حقوق اللہ والعباد بھی کو ختم کردیتا ہے۔ البتہ بعض کہتے ہیں کہ حقوق العباد جو من قبیل الاموال ہوں وہ معاف نہیں ہوتے۔ حج اور ہجرت سے حقوق العباد مطلقاً معاف نہیں ہوتے، حقوق اللہ اور صغائر تو معاف ہوجاتے ہیں، لیکن کبائر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، یہی جمہور اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے اور اسی پر شُرّاح حدیث کا اتفاق ہے۔ (مرقات:۱۰۲/۱)

لیکن علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے سیاق وسباق میں کچھ ایسی تاکید وبلاغت کے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے مانند ہجرت وحج بھی ہدمِ کامل ہیں یعنی ہر قسم کی معاصی معاف ہوجاتے ہیں۔

اور دلیل یہ ہے کہ ہجرت وحج کو اسلام پر عطف کیا گیا، نیز ان کے ساتھ بھی لفظ ہدم لایا گیا، پھر حضرت عمرو کو بطورِ تاکید فرمایا کہ تم اسلام کی ہادم ہونے کی شرط لگاتے ہو، حالانکہ ہجرت اور حج بھی ہادم ہوتے ہیں، اس قسم کے کلام سے تینوں کا ایک سا حکم معلوم ہورہا ہے۔ (درسِ مشکوۃ:۷۱/۱)

(ج): "الاسلام یھدم" سے کس کافر کا اسلام مراد ہے؟

"الإسلام یھدم ما کان قبلهٗ" سے کافر حربی کا اسلام مراد ہے؛ کیونکہ ذمی کافر کا اسلام حقوق العباد کو بالکل نیں ساقط کرسکتا۔ أي اسلام الحربي لأن اسلام الذمي لایسقط عنه شیئًا من حقوق العباد. (مرقات:۱۰۲/۱)

(د): ایک روایت میں ہے "لاھجرۃ بعد الفتح" پھر ہجرت کے ہادم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

"لاھجرۃ بعد الفتح" کے اندر مکہ سے ہجرت کرنا مراد ہے یعنی کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ کیونکہ اہلِ مکہ اب مسلمان ہوچکے ہیں اور مکہ دار الاسلام ہوگیا ہے اور دار الاسلام سے ہجرت نہیں ہوتی، لہٰذا مکہ سے بھی ہجرت نہیں ہوگی، الغرض مطلق ہجرت کی نفی مقصود نہیں ہے، بلکہ "الھجرۃ من مکة" کی نفی مقصود ہے۔ (مرقات:۱۰۲/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۸- مشکوۃ شریف: ص ۱۸/

عَنِ الْمِقْدَادِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَبْقَى عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَاوَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ، بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَذُلِّ ذَلِيْلٍ، إِمَّايُعِزُّهُمُ اللهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ أَهْلِهَا، أَوْيُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا قُلْتُ فَيَكُوْنُ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ. (رواه أحمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): "لھا" کی ضمیر کا مرجع اور "بیت، وبر، عز عزیز، ذل ذلیل" کے لغوی اور مرادی معنیٰ تحریر کریں۔

(د): "ظھر الأرض" سے کونسی زمین مراد ہے اور جزیرۃ العرب کا اطلاق کہاں سے کہاں تک ہوتا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین کا کوئی گھر خواہ مٹی کا ہو یا خیمے کا ایسا باقی نہیں رہے گا جہاں اللہ تعالیٰ کلمۂ اسلام کو معزز لوگوں کی عزت اور ذلیل لوگوں کی ذلت کے ساتھ داخل نہ کر دے، بہر حال (اگر وہ اسلام کے کلمہ کو دل سے قبول کر لیں گے تو) اللہ تعالیٰ ان کو معزز بنا دے گا اور انہیں اسلام کے کلمہ کا اہل بنا دے گا ورنہاں کو ذلیل کر دے گا پس وہ (ذلت کی حالت میں) اسلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے کلمہ کے فرماں بردار ہوں گے، (حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے یہ سن کر کہا کہ پھر تو ہر جانب اللہ رب العزت ہی کا دین ہوگا۔

(ب): مطلب العبارۃ:

اِس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے غلبہ کی پیشین گوئی فرمائی ہے، اس پیشین گوئی کا حاصل بقول حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر (مراد جزیرۃ العرب اور اس کے اِردگرد کے علاقوں کی زمین ہے) ہر کچے اور پکے گھر میں (خواہ آبادی میں ہو یا صحرا میں) اسلام کا کلمہ ضرور داخل ہوگا اور لوگ یا تو اس کو عزت یعنی خوش دلی کے ساتھ قبول کریں گے اور باعزت زندگی گزاریں گے یا طوعاً وکرہاً قبول کریں گے اور جزیہ وغیرہ ادا کر کے اہلِ اسلام کے مابین زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے، پس جو لوگ اسلام کے کلمہ کو خوش دلی سے قبول کریں گے اللہ رب العزت ان کو عزت سے سرفراز کردیں گے اور ان کو اسلام کے اسکلمہ کا اہل بنادیں گے اور جو لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے اللہ رب العزت ان کو ذلت کے ساتھ اس کلمہ کا مطیع فرمادیں گے، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر کہا کہ (بہت خوب) پھر تو ہر جانب اللہ رب العزت ہی کا دین ہوگا (اور کوئی دین باقی نہیں رہے گا)۔

(ج): "لھا" کی ضمیر کا مرجع اور "بیت، وبر، عزعزیز، ذل ذلیل" کے....

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ میں "لھا" کی ضمیر کا مرجع "کلمۃ الاسلام" ہے، اور "بیت مدر" سے مراد پختہ گھر، اور شہری آبادی ہے "مدر" یہ "مدرۃ" کی جمع ہے، مدرۃ لغت میں اینٹ اور پتھر کو کہتے ہیں، اور شہر کے پختہ گھر اینٹ اور پتھر ہی کے ہوتے ہیں، اور "وبر" سے مراد خیمے اور صحرا کے گھر ہیں "وبر" لغت میں پشم کو کہتے ہیں اور صحرا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں لگنے والے خیمے اسی کے بنتے ہیں، اور "عز عزیز" اور "ذل ذلیل" کے لغوی معنی بالترتیب باعزت ہونے اور ذلیل ہونے کے ہیں، لیکن یہاں ان سے مراد خوشی کے ساتھ کلمۂ اسلام کو قبول کرنا اور طوعاً و کرہاً اس کلمہ کا فرماں بردار ہونا ہے۔

(د): "ظهير الأرض" سے کونسی زمین مراد ہے اور جزیرۃ العرب کا اطلاق...:

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور "ظهر الأرض" سے خاص عرب کی سرزمین مراد ہے اور علامہ مدائنی رحمہ اللہ کے بقول جزیرۃ العرب کا اطلاق حجاز، تہامہ، نجد، عروض اور یمن کے علاقوں پر ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ تہامہ حجاز کے جنوبی حصہ کو کہتے ہیں، اور نجد حجاز اور عراق کا درمیانی حصہ کہلاتا ہے اور حجاز ایک پہاڑ کا نام ہے جو یمن سے شروع ہو کر ملکِ شام سے مل جاتا ہے، اس کے درمیان میں آنے والے تمام علاقے حجاز کہلاتے ہیں، انہیں علاقوں میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عمان بھی واقع ہیں، اور عروض یمن سے لے کر بحرین تک کے علاقہ کو کہا جاتا ہے، اور یمن باقاعدہ ایک مشہور ملک کا نام ہے۔

۱۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَاهُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّابِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

(د): گناہِ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف کریں۔

(ہ): تولی یوم الزحف کس حال میں جائز ہے؟ تحریر کریں۔

(و): سحر کی تعریف اور اس کا حکم تحریر کریں۔

(ز): یمین کی تعریف مع اقسام واحکام تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو صحابہ رضی اللہ عنہم نے معلوم کیا کہ یا رسول اللہ! وہ سات چیزیں کیا ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (وہ سات چیزیں یہ ہیں) اللہ کیساتھ کسی کو شریک کرنا، سحر (کرنا) اور اس جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے دن پیٹھ پھیر جانا، بھولی بھالی ایمان والی عورت پر تہمت لگانا۔

(ب): مطلب:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور صحابہ کے ذریعہ تمام امت کو سات ایسی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے جن میں مبتلا ہونا آخرت میں انسان کی ہلاکت کا سبب ہے، حضور علیہ السلام نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ علیہ السلام سے ان کی تفصیل معلوم کی صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال کرنے پر آپ علیہ السلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے ان چیزوں کی تفصیل بیان کی؛ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ (ان سات چیزوں میں سے) پہلی چیز اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا آخرت میں انسان کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے، خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کریں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں معاف کردیں گے۔

دوسری چیز جس سے بچنے کی آپ علیہ السلام نے تاکید کی ہے سحر یعنی جادو ہے، جادو کرنا اور کرانا دونوں حرام ہیں، اور ساحر کے متعلق بعض روایات میں یہ سزا وارد ہوئی کہ اس کو تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کردیا جائے نیز آخرت میں اس کی سزا یہ بیان کی گئی ہے اس کو جنت کی بُو بھی نہیں ملے گی۔

تیسری چیز جس کو آپ علیہ السلام نے بیان کیا ہے ناحق کسی کو قتل کرنا ہے، واضح رہے کہ اسلام میں کسی کو ظلماً قتل کرنا حرام ہے، شریعت نے قاتل کو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہنے کی سزا سنائی ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے: "وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا" جس نے (ناحق) کسی کو قتل کردیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ الا یہ کہ اسلام کے حق کے لیے قتل کرے، اور اسلام کے حق کے لیے قتل کرنا یہ ہے کہ آدمی قصاص میں قتل کیا جائے یا مرتد ہونے کی وجہ سے مارا جائے یا اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو اس لیے اس کو سنگسار کیا جائے۔

چوتھی چیز جس کی جانب آپ علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے سود ہے، سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں اور شریعت نے سُودی کاروبار کرنے والوں کے لیے سخت ترین سزائیں مقرر کی ہیں۔

پانچویں چیز جسے آپ علیہ السلام نے بیان کیا ہے یتیم کے مال کو کھانا ہے، یتیم کے مال کو کھانا بھی حرام ہے اور آخرت میں انسان کی ہلاکت کا سبب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چھٹی چیز جس کو آپ علیہ السلام نے بیان کیا ہے جہاد کے موقع پر پیٹھ پھیر جانا ہے، واضح رہے کہ عین جہاد کے موقع پر دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیر جانا بھی سخت ترین جرم ہے اور ایسا کرنے والے لوگوں پر باری تعالیٰ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ ... فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ" اے ایمان والو! اگر اچانک تمہاری مڈبھیڑ کفار سے ہو جائے تو اپنی پیٹھ نہ دکھاؤ، پس اس دن جو پیٹھ دکھائے گا تو وہ یقیناً اللہ کے غضب کو لے کر پلٹے گا، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے موقع پر پیٹھ دکھانا اللہ کے غضب کو لاتا ہے اس لیے پیٹھ دکھانے کا یہ عمل بھی انسان کو ہلاک کرنے والا ہے۔

ساتویں چیز جس کو آپ علیہ السلام نے بیان کیا ہے وہ پاک دامن مؤمن عورتوں پر تہمت زنا لگانا ہے، واضح رہے کہ پاک دامن مؤمن عورتوں پر تہمت زنا لگانا بھی اسلام میں سخت ترین گناہ ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ" جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کر دی گئی ہے۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق:

(۱) اَلْمُوْبِقَاتُ: صیغہ اسم فاعل جمع مؤنث سالم، واحد مُوْبِقَةٌ، ہلاک کرنے والی، بابِ افعال سے اَوْبَقَ یُوْبِقُ اِیْبَاقًا بمعنی ہلاک کردن۔

(۲) اَلسِّحْرُ: یہ بابِ فتح کا مصدر ہے سَحَرَ یَسْحَرُ سِحْرًا اسی سے ہے "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا" اس کی جمع اَسْحَارٌ و سُحُوْرٌ آتی ہے بمعنی شیطان کا تقرب حاصل کرنا۔

(۳) الرِّبٰوا: یہ اسم مصدر باب نصر، رَبٰی یَرْبُوْ رِبًا بمعنی بڑھنا، زیادہ ہونا، ہم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متجانس قدری اشیاء کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا یعنی وہ متحد الاجناس اشیاء جو کیل یا وزن کر کے بیچی جاتی ہیں ان کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا۔

(۴) قَذْف: یہ باب ضرب کا مصدر ہے قَذَفَ يَقْذِفُ قَذْفاً بمعنی تہمت لگانا۔

(۵) اَلْمُحْصِنَاتُ: بکسر الصاد وبفتحها ایضاً اسم فاعل یا اسم مفعول من الاحصان از بابِ افعال بمعنی، بچانا، محفوظ رکھنا، بکسر الصاد معناه احصنت فروجها وبفتحها احصنها الله.

(د): گناہِ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف:

(۱) حضرت ابن عباس و حسن بصری کے نزدیک جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے نارِ غضب یا لعنت کے ساتھ وعید سنائی ہو وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ ہے۔

(۲) ابو عمرو ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ کبیرہ وہ بڑا گناہ ہے جس کو کبیرہ کہا جا سکتا ہو اور اس کے کبیرہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہو جس پر کتاب و سنت میں جہنم کی وعید سنائی گئی ہو، اس کے کرنے والے کو فاسق کہا جا سکتا ہو اور اس پر خدا کی لعنت ہو۔

(۳) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الملہم میں لکھتے ہیں کہ علماء کے اقوال و دلائل کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صغیرہ و کبیرہ کا اطلاق دو طرح ہوتا ہے:
(۱) صغیرہ و کبیرہ حقیقی (۲) صغیرہ و کبیرہ اضافی۔ ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ ہے اور وہی گناہ اپنے مادون کے اعتبار سے کبیرہ ہے، مثلاً کسی اجنبی عورت کے ساتھ لیٹنا یہ دیکھنے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور زنا کے اعتبار سے صغیرہ ہے، اسی طرح کسی مسلمان کا ہاتھ کاٹنا مارنے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور قتل کے اعتبار سے صغیرہ ہے۔

(فتح الملہم: ۱/۲۵۱-۲۵۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ): تولی یوم الزحف کس حال میں جائز ہے؟

تولی یوم الزحف اس وقت جائز ہے جب کہ کفار مسلمانوں سے دوگنے ہوں لیکن یہ حکم ہر حالت میں نہیں ہے، بلکہ کبھی کبھی بوقتِ ضرورت جم کر مقابلہ کرنا چاہیے اور جامِ شہادت نوش کر لینا چاہیے۔ (مرقات:۱/۱۲۴)

(و): سحر کی تعریف اور اس کا حکم:

(۱) السحر هو علم يستفاد من حصول ملكه نفسانية تقدر بها على افعال غريبة لاسباب خفية. (نعمت المنعم:۳۱۰)

(۲) سحر نام ہے شیطان کی مدد اور اس کی قربت حاصل کرنے کا۔

(۳) سحر ایسی قوت کا نام ہے جو صورتوں اور طبیعتوں کو بدل دیتی ہے مثلاً انسان کو گدھا بنا دیتی ہے۔ (مفردات امام راغب:۲۳۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سحر کرنا فسق اور سیکھنا حرام ہے کفر نہیں ہے اور اگر ایسے کلمات ہوں جن سے کسی مخلوق کی عبادت یا اس کی ایسی تعظیم ثابت ہوتی ہو جو اللہ کے ساتھ خاص ہے یا اس کے مؤثر بالذات ہونے کا عقیدہ رکھے تو کفر ہے۔ (فتح الملہم)

(ز): یمین کی تعریف مع اقسام و احکام:

یمین کی تعریف: هو عقد قُوِيَ به عزم الحالف على الفعل او الترك یعنی یمین اس عقد کا نام ہے جس سے حالف کے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے عزم کو قوت ملتی ہے۔ (حاشیہ ہدایہ:۲/۴۵۳)

یمین کی اقسام مع احکام:

یمین کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمین غموس (۲) یمین منعقدہ (۳) یمین لغو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) یمین غموس: کسی امر ماضی کے متعلق عمداً جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا۔

حکم: اس میں گناہ ہے، کفارہ لازم نہیں البتہ توبہ واستغفار ضروری ہے۔

(۲) یمین منعقدہ: زمانہ مستقبل میں کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا۔

حکم: اس کے اندر فقط کفارہ ہے۔

(۳) یمین لغو: کسی خلاف واقعہ امر ماضی کو واقعی گمان کرتے ہوئے قسم کھانا۔

حکم: نہ گنا ہے اور نہ کفارہ لازم ہے۔ (ہدایہ:۲/۴۵۳-۴۵۴)

۲۰-مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَمُؤْمِنٌ، وَلَايَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرِبُهَا وَهُوَمُؤْمِنٌ، وَلَايَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ إِيَّاكُمْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مرتکب کبیرہ کے متعلق اہلِ سنت والجماعت اور معتزلہ وخوارج کا مذہب مدلل تحریر کریں اور بتائیں کہ اس حدیث سے ان میں سے کس کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے؟

(ج): یہ حدیث اگر اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہو تو اس کا جواب تحریر کریں۔

(د): صاحبِ مشکوٰۃ کے نزدیک ''متفق علیہ'' سے مراد کونسی حدیث ہوتی ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ زانی زنا کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا ہے اور چور چوری کرتے ہوئے مؤمن نہیں رہتا اور شرابی شراب پیتے ہوئے مؤمن نہیں رہتا اور چھینا جھپٹی کرنے والا جبکہ لوگ اس کو دیکھ رہے ہوں (اور خوف کی وجہ سے اس کو کچھ نہ کہہ سکتے ہوں) مؤمن نہیں رہتا اور خیانت کرنے والا خیانت کرتے ہوئے مؤن نہیں رہتا، پس ان باتوں سے بچتے رہو۔

(ب): مرتکبِ کبیرہ کے متعلق اہلِ سنت والجماعت اور معتزلہ وخوارج کے مذاہب:

واضح رہے کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب مؤمن رہتا ہے یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں علماء کے مختلف مذاہب ہیں جن میں سے اہلِ سنت والجماعت، معتزلہ اور خوارج کے مذاہب ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب اہلِ سنت والجماعت کا ہے، ان حضرات کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہوتا ہے؛ لیکن یہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، البتہ کفر میں داخل نہیں ہوتا، بلکہ ایمان اور کفر کے مابین رہتا ہے۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب خوارج کا ہے، ان حضرات کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا" اے ایمان والو! اللہ سے پکی سچی توبہ کرلو۔ نیز ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی" اے ایمان والو! قتل (عمد) کے سلسلے میں تمہارے اوپر قصاص لازم کردیا گیا ہے۔

ان آیات سے مذہبِ اوّل کے قائلین نے بایں طور استدلال کیا ہے کہ ان میں سے اللہ ربُ العزت نے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو باوجود گناہِ کبیرہ کرنے کے مؤمن ارشاد فرمایا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہِ کبیرہ کا کرنے والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے، لیکن چونکہ گناہ کسی مؤمن کے شایانِ شان نہیں ہے بایں وجہ وہ گناہ کرنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ ان آیات میں "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مراد ہیں اس کی کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے مؤمنین کو پکی سچی توبہ کرنے کو کہا ہے اور توبہ گناہِ کبیرہ کے بعد آئندہ اس کے اعادہ نہ کرنے کے عہد کو کہتے ہیں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے مؤمن کہہ کر خطاب کیا ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ کسی انسان کو قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ رب العزت نے قتل کرنے والوں کو مؤمن کہا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بھی "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" میں ایمان والوں سے مراد کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

مذہبِ دوم اور سوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم اور سوم کے قائلین نے اپنے اپنے مسلک پر حدیث مذکورہ فی السوال سے استدلال کیا ہے، وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے زنا کرنے والے، چوری کرنے والے، شراب پینے والے اور اس کے علاوہ اور بھی چند گناہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے والوں کو ایمان سے خارج قرار دیا ہے اور یہ سب گناہ وہ ہیں جن کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہِ کبیرہ کا کرنے والا ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، البتہ معتزلہ "منزلة بين المنزلتين" کے قائل ہیں اس لیے ان کے نزدیک ارتکابِ کبیرہ سے انسان ایمان سے تو نکل جاتا ہے، مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا، اور خوارج چونکہ اس کے قائل نہیں ہیں، اس لیے ان کے نزدیک مرتکبِ کبیرہ ایمان سے نکل کر سیدھا کفر ہی میں داخل ہوتا ہے۔

اس حدیث سے ان میں سے کس کے مسلک کی تائید ہورہی ہے؟

واضح رہے اس حدیث سے بظاہر معتزلہ اور خوارج کے مسلک کی تائید ہوری ہے اس لیے کہ اس حدیث میں زنا، چوری اور شربِ شراب جیسے گناہ کرنے والوں کو ایمان سے خارج قرار دیا گیا ہے، لیکن جمہور اہلِ سن والجماعت نے اس حدیث کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(ج): حدیث مذکورہ فی السوال کا جواب:

اہلِ سنت والجماعت نے مذہبِ دوم اور سوم کے قائلین کی دلیل حدیث مذکورہ فی السوال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں جن گناہوں کے کرنے کی وجہ سے ایمان کی نفی کی گئی ہے تو اس سے جنس ایمان کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ کمالِ ایمان کی نفی مراد ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے مرتکب کے ایمان میں کمی ہوجاتی ہے، اسی لیے اس کو فاسق کہا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث کا دوسرا جواب جسے ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس حدیث میں گناہوں کی وجہ سے مؤمن نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب گناہ میں مشغول ہوتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے اوپر مثل سائبان معلق ہوجاتا ہے اور جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آدمی گناہ کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان پھر اس کے اندر واپس آجاتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲۰۹/۱)

پس خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرنا کہ ارتکاب کبیرہ سے مؤمن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے صحیح نہیں ہے۔

(د): صاحبِ مشکوٰۃ کے نزدیک "متفق علیہ" سے مراد کونسی حدیث ہوتی ہے؟

واضح رہے کہ صاحبِ مشکوٰۃ اور تمام علماء کے نزدیک "متفق علیہ" سے مراد کو وہ حدیث ہوتی ہے جس کی تخریج حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ اپنی اپنی صحیحین میں ایک ہی صحابی رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں۔

۲۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نفاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تحریر کریں۔

(ج): نفاق کی اقسام اور ان کی تعریفات رقم کریں۔

(د): حدیث مذکورہ میں منافق سے کونسا منافق مراد ہے؟ اور "زاد مسلمٌ ثم اتفقا" کا کیا مطلب ہے تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ منافق کی تین علامات ہیں۔ اس کے بعد امام مسلم رحمہا اللہ نے اپنی روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے۔ اگر چہ وہ روزے رکھے، نماز ادا کرے اور اپنے مسلمان ہونے کا گمان رکھے۔ اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ (روایت بیان کرنے میں) متفق ہیں (اور منافق کی وہ تین علامات یہ ہیں) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(ب): نفاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

واضح رہے کہ نفاق کے لغوی معنیٰ ظاہر و باطن کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا ہے، اور اصطلاح میں نفاق دل میں چھپی ہوئی بات کے علاوہ بات ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔

النفاق في اللغة مخالفة الباطن للظاهر وفي الإصطلاح اظهار خلاف ما ابطن۔ (محمود المرأۃ:۶/۷، توضیحات:۱/۲۶۷)

(ج): نفاق کی اقسام اور ان کی تعریفات:

واضح رہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) نفاقِ شرعی، اس کو نفاقِ اعتقادی بھی کہتے ہیں (۲) نفاقِ عرفی، اس کو نفاقِ عملی بھی کہا جاتا ہے۔

نفاقِ شرعی دل میں کفر کے پوشیدہ رکھنے اور زبان سے اسلام کے اظہار کرنے کو کہتے ہیں۔ الاعتقادی اللذي هو ابطان الكفر وإظهار الإسلام.

اور نفاقِ عملی دل میں معصیت کے چھپانے کو اور زبان سے اطاعت کے اظہار کرنے کو کہا جاتا۔ والعمل الذي هو ابطان المعصية واظهار الطاعة.

(مرقاۃ المفاتیح، بحوالہ: محمود المرأۃ:۶/۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): حدیث مذکورہ میں منافق سے کونسا منافق مراد ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مذکرہ فی السوال میں جس منافق کا ذکر کیا گیا ہے اور جس کی علامات کو بیان کیا گیا ہے اس سے مراد کونسا منافق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے اس روایت میں مذکور منافق سے حضور علیہ السلام کے زمانے میں موجود منافقین کو مراد لیا ہے اور بعض حضرات نے اس سے عہد نبوی کا کوئی متعین منافق مراد لیا ہے، جبکہ محققین کے نزدیک اس سے مراد وہ منافق ہے جو نفاقِ عملی میں مبتلا ہوتا ہے۔

"زاد مسلمٌ ثم اتفقا" کا مطلب:

واضح رہے کہ عبارت میں مذکور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ کی تخریج حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ دونوں نے کی ہے، البتہ حضرت امام مسلم رحمہ اللہ کی تخریج کردہ روایت میں تھوڑی سی تبدیلی اور زیادتی ہے اور وہ یہ ہے: "وإن صام وصلّى وزعم أنه مسلم" اس زیادتی کے علاوہ بقیہ الفاظ حدیث میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ دونوں متفق ہیں۔

۲۲- مشکوٰۃ شریف: ص ر ۱۷

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. (متفق عليه)

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): نفاق اعتقادی اور نفاقِ عملی کی تعریف کریں اور بتائیں کہ "متفق علیہ" روایت کس کو کہتے ہیں؟

(د): اس حدیث میں کون سے نفاق کی علامات بیان کی گئی ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص میں چار باتیں ہوں وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک بات ہو (تو سمجھ لو کہ) اس میں نفاق کی ایک علامت پیدا ہوگئی ہے تاوقتیکہ اس کو ترک نہ کر دے (اور وہ چار باتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔

(ب): مطلب العبارۃ:

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے منافق کی علامات کو بیان کیا ہے، واضح رہے کہ جس شخص کے اندر درج ذیل چار باتیں پائی جائیں تو وہ پکا منافق ہے (۱) امانت میں خیانت کرنا (۲) بات چیت کرتے ہوئے جھوٹ بولنا (۳) وعدہ خلافی کرنا (۴) مخاصمت کے وقت گالیاں دینا۔ پس یہ چاروں باتیں جس انسان میں ہوں گی اس حدیث کی روشنی میں اس پر کامل منافق ہونے کا اطلاق کیا جائے گا، اور اگر کسی کے اندر ان چاروں میں سے کوئی ایک بات موجود ہوگی تو اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ اس میں نفاق کی ایک علامت پیدا ہوگئی ہے، الا یہ کہ وہ اس عادت کو ترک کر دے اور پھر سے مؤمن کامل بن جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے حضور علیہ السلام نے منافق کی علامات میں ان چاروں ہی باتوں کو کیوں شمار کیا ہے اور کیا ان کے علاوہ منافق کی علامات نہیں ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے بلاشبہ ان کے علاوہ بھی منافق کی علامات ہیں؛ لیکن یہ باتیں جو بیان کی گئی ہیں بالکل ظاہر ہیں ہر شخص کو ان کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے، اس لیے روایت میں صرف انہیں منافق کی علامات شمار کیا گیا ہے۔

(ج): نفاق اعتقادی اور نفاقِ عملی کی تعریف:

واضح رہے کہ اس جزئیہ کا تفصیلی جواب سابقہ سوال کے تحت مذکور ہے وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

بتائیں کہ "متفق علیہ" روایت کس کو کہتے ہیں؟

اس جزئیہ کا جواب سابقہ سوال کے تحت مذکور ہے، وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

(د): اس حدیث میں کون سے نفاق کی علامات بیان کی گئی ہیں؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نفاق کی جو علامات بیان کی گئی ہیں یہ نفاقِ اعتقادی اور عملی میں سے کون سے نفاق کی ہیں؟ تو اس کا جواب بقول صاحبِ مظاہر حق رحمہ اللہ یہ ہے کہ اس حدیث میں نفاق کی جو علامات بیان کی گئی ہیں یہ نفاقِ عملی کی علامات ہیں، پس جس شخص کے اندر یہ علامات موجود ہوں گی اس کو منافق عملی شمار کیا جائے گا۔ (مظاہر حق: ۱/۱۳۶)

۲۳- مشکوۃ شریف: ص/۱۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَاوَسْوَسَتْ بِهِ صُدُوْرُهَا، مَالَمْ تَعْمَلْ بِهِ، أَوْتَتَكَلَّمْ. (متفق عليه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): وسوسہ کی تعریف اور اس کی اقسام مع تعریفات تحریر کریں۔

(ج): آیاتِ کریمہ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ﴾ اور ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ کے مابین بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے، آپ اس کا حل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے ان وسوسوں اور خیالات کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہوں جب تک کہ وہ لوگ ان وسوسوں پر عمل نہ کرلیں اور اپنی زبان پر لا کر ان کے ساتھ کلام نہ کرلیں۔

(ب): وسوسہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:

الوسوسة لغةً الصوت الخفي یعنی دبی ہوئی آواز واصطلاحاً: الخواطر ان كانت تدعوا إلى الرزائل فهي وسوسة وإن كانت إلى الفضائل فهي الهام، یعنی کہ جو خواطر وخیالات قلب میں ظاہر ہوا گر وہ رزائل کی طرف داعی ہیں تو وسوسہ ہے اور اگر فضائل وطاعات کی طرف داعی ہیں تو الہام ہے۔ (مرقات: ۱/۱۳۲)

وسوسہ کی اقسام مع تعریفات:

وسوسہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضروریہ (۲) اختیاریہ

(۱) ضروریہ کی تعریف: ضروریہ وہ ہے جو سینے میں ابتداءً آیا ہوا اور انسان اس کے دفع کرنے پر قادر نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اختیار کی تعریف: وہ جو قلب میں جاری ہو اور دائما رہ جائے۔

پھر اختیاریہ کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ہاجس (۲) خاطر (۳) حدیث النفس (۴) ہم (۵) عزم، کسی شاعر نے ان پانچوں کو شعر میں جمع کیا ہے۔

مَراتبُ القصدِ خمسٌ هاجس ذكروا ❁ وخاطرٌ فحديث النفس فاستمَعا

يَليِهِ همٌ فعزم كلها رفعت ❁ سوى الاخير ففيه الاخذ قدوقعا

(جلالین بحوالہ جمل: ۴۵)

(۱) ہاجس: ہاجس کہتے ہیں جو قلب میں واقع ہو کر گزر جائے۔

(۲) خاطر: خاطر کہتے ہیں جو قلب میں واقع ہو کر گھومتا رہے، لیکن فعل وعدمِ فعل کی بات پیدا نہ ہو۔

(۳) حدیث النفس: حدیث النفس کہتے ہیں جو قلب میں واقع ہو کر گھومتا رہے اور فعل وعدمِ فعل کی بات بھی پیدا ہوگئی ہو، لیکن ابھی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی ہو۔

(۴) ھَمٌّ: اور اگر قلب نے فعل وعدمِ فعل میں سے ایک کو ترجیح تو دے دی لیکن ترجیح قوی نہیں ہے، پس اسی کو ہم کہتے ہیں۔

(۵) عزم: عزم کہتے ہیں کہ فعل وعدمِ فعل میں سے ایک کی ترجیح دوسرے پر قوی ہو۔

اختیاریہ کی پانچوں قسموں کا حکم:

وسوسۂ ضروریہ تمام اُمتوں سے معاف کر دیا گیا ہے، لیکن امتِ محمدیہ کی امتیازی خصوصیات ہے کہ اس سے وسوسۂ اختیاریہ میں سے بھی وسوسائے عزمِ مصمم کے ہر ایک معاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): آیاتِ کریمہ کے درمیان تعارض کا حل:

دونوں آیاتِ کریمہ کے درمیان تعارض کا جواب یہ ہے کہ: ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ﴾ الخ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۸۴) منسوخ ہے۔ ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۸۶) کے ذریعہ یہی اکثر علماء کا قول بھی ہے۔

(۲) لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ ﴿اِنْ تُبْدُوْا الخ﴾ عام ہے اور ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ﴾ اس کے لیے مخصص ہے۔ (حاشیہ مسلم:۱/۷۸)

۲۴-مشکوٰۃ شریف: ص/۱۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): قضا وقدر کی تعریف کرتے ہوئے قضا اور قدر کے مابین فرق تحریر کریں۔

(د): ایمان بالقدر کا مطلب تحریر کریں۔

(ہ): "خمسین سنة" سے تحدید المدۃ مقصود ہے یا تطویل المدۃ؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں زمین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور آسمان کو پیدا کرنے سے پچاس سال پہلے لکھ دی تھیں، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

(ب): مطلب العبارۃ:

اِس حدیث میں حضور علیہ السلام نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں: (۱) پہلی بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اللہ رب العزت نے دنیا میں آنے والی تمام مخلوقات کی تقادیر آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس سال پہلے ہی تحریر کردی ہیں، پس اب دنیا میں مخلوق سے جو بھی اچھے اور بُرے اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ انہیں تقدیروں کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔

(۲) دوسری بات آپ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق سے قبل اللہ رب العزت کا عرش پانی پر تھا واضح رہے کہ عرش کے پانی پر ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ پانی کی سطح پر قائم تھا، لیکن علّامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں عرش کے پانی پر ہونے سے اس کا پانی پر رکھا ہوا ہونا مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد اللہ رب العزت کی ایک قدرت کا بتلانا ہے، جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہاں اس سے عرش کا پانی ہی پر ہونا مراد ہے، لیکن پانی سے دنیا کا پانی مراد نہیں ہے، بلکہ عرش کے نیچے موجود اس دریا کا پانی مراد ہے جس سے بارش ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (توضیحات: ۳۰۲/۱)

(ج): قضاوقدر کی تعریف:

ابن قتیبہ علیہ الرحمہ نے امام القراء امام کسائی سے نقل کیا ہے قَدَرٌ. قَدْرٌ دال کے فتحہ اور سکون دونوں کے ساتھ مشہور ہے اور دونوں طرح سے قرآن میں آیا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے: ﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ بفتح الدال ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (سورۂ قدر، آیت: ۱) بسکون الدال۔ قدر، یہ باب ضرب، نصر سے آتا ہے بمعنی اندازہ کرنا، تدبیر کرنا۔ تقدیر کے معنی حکم لگانا، فیصلہ کرنا۔ (غیاث اللغات: ۳۳۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اصطلاحِ شرع میں قضاء وقدر کے معنیٰ:

قدر کی تعریف: القدر تعيين كل مخلوق بمرتبته التي توجد من حسن وقبح ونفع وضرر. یعنی قدر ہر مخلوق کے اس مرتبہ اور حالت کو متعین کرنا جو آئندہ پائی جانے والی ہے یعنی اچھائی برائی اور نفع ونقصان وغیرہ۔ (شرح الفقہ الاکبر:۱۵)

قضاء کی تعریف:

القضاء هو الحكم الكلي الاجمالي في الإزل. (تنظیم الاشتات:۸۴/۱)

یعنی وہ احکام اجمالیہ جو اللہ کے علم ازلی میں ہیں، ان کو قضاء کہتے ہیں۔

قضا اور قدر کے مابیان فرق:

(۱) دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ قضاء ان احکامِ اجمالیہ کا نام ہے جو ازل ہی سے علمِ خداوندی میں موجود ہے، اور اس اجمال کے بعد تفصیلی جزئیات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں وہ قدر ہے۔

(۲) ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قضاء وقدر دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں، اس لیے کہ قدر بمنزلۂ بنیاد کے ہے اور قضاء بمنزلۂ عمارت کے ہے۔

(۳) امام راغب فرماتے ہیں کہ قضاء قدر سے خاص ہے اور قدر قضاء سے عام ہے۔

(۴) اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ قدر اس نقشے کا نام ہے جو مصور کے ذہن میں اولاً ہوتا ہے اور قضاء اس صورتِ خارجیہ کا نام ہے جو مصور خارج میں تیار کرتا ہے۔

(مرقات:۱۴۶/۱)

(د): ایمان بالقدر کا مطلب:

ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اعتماد کامل ہو کہ بندوں کے تمام اچھے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بُرے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ نے ان تمام باتوں کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے، اور جو کچھ ہوتا ہے، اللہ ہی کے فیصلے سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایمان کو پسند فرما کر اس پر ثواب دیتے ہیں اور کفر و معصیت سے کبھی راضی نہیں ہوتے، بلکہ ایسے لوگوں کے لیے عذاب و عتاب کا وعدہ ہے۔ (مرقات:۱/۱۴۶)

(ہ): "خمسین سنة" سے تحدید المدۃ مقصود ہے یا تطویل المدۃ؟:

خمسین الف سنة سے کوئی مدت متعین مقصود نہیں ہے، بلکہ تطویل المدۃ یعنی مدت طویلہ کو بیان کرنا مقصود ہے کما في المرقاة معناه طول الأمد مابين التقدير و الخلق من المدة.. (مرقاۃ:۱/۱۴۶)

۲۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۰

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ، لَمْ يَعْمَلِ السُّوْءَ، وَلَمْ يُدْرِكْهُ فَقَالَ أَوْغَيْرُ ذٰلِكِ يَاعَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا، وَهُمْ فِيْ أَصْلَابِ آبَائِهِمْ، وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا، وَهُمْ فِيْ أَصْلَابِ آبَائِهِمْ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مؤمنین کے بچے باجماع امت جنتی ہیں تو آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "عصفور من عصافير الجنة" پر نکیر کیوں کی ہے؟ جواب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): طوبیٰ کی وضاحت کرتے ہوئے "وهم في اصلاب آبائهم" کا مطلب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ (ایک دن) حضور علیہ السلام کو انصار کے ایک بچہ کی نمازِ جنازہ کے لیے بلایا تو یا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس بچہ کی کیا ہی عمدہ زندگی ہے یہ تو گویا جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، جس نے کوئی بُرا کام نہیں کیا ہے اور نہ بُرائی کو پایا ہے، حضور علیہ السلام نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا کہ عائشہ! اس کے سواء کچھ اور بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو جنت ہی میں جانے کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کو اس وقت جنتی بنادیا تھا جبکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور کچھ لوگوں کو جہنم میں جانے کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کو اس وقت جہنمی بنادیا تھا جبکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

(ب): حضرت عائشہؓ کے قول "عصفور من عصافير الجنة" پر نکیر کی وجہ:

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مؤمنین کے بچے باجماعِ امت جنتی ہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "عصفور من عصافير الجنة" پر نکیر کیں کی ہے؟ تو اس کا جواب بقول علامہ ابن حجر رحمہ اللہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہ نکیر اہلِ ایمان کے بچوں کے جنتی ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی تھی، لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے یہ نکیر اس لیے کی تھی کہ اس میں ایک ذات کے لیے یقینی طور پر جنتی ہونے کا حکم لگایا جارہا تھا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالانکہ کون جنتی ہے اور کون نہیں ہے، اس کے متعلق دنیا میں یقین کے ساتھ کچھ بھی کہنا ممکن نہیں ہے۔

(ج): طوبیٰ کی وضاحت:

واضح رہے کہ طوبیٰ کے مختلف معانی آتے ہیں: (۱) طوبیٰ بمعنی حسنیٰ (۲) طوبیٰ بمعنی خوشی (۳) طوبیٰ بمعنی خیر (۴) طوبیٰ بمعنی جنت (۵) طوبیٰ بمعنی راحت (۶) طوبیٰ: جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔ (مرقاۃ بحوالہ: محمود المرآۃ: ۸۱)

"وهم في اصلاب آبائهم" کا مطلب:

واضح رہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں کچھ لوگوں کا اس وقت سے جنتی اور جہنمی ہونا ارشاد فرمایا ہے جبکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے اور دنیا میں نہیں آئے تھے، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے فرمان "وهم في أصلاب آبائهم" کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلب آباء سے مراد یا تو حضرت آدم علیہ السلام کی صلب ہے یا یہ جملہ روزِ ازل سے کنایہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ روزِ ازل ہی سے جنتی یا جہنمی بنائے گئے ہیں۔

۲۶- مشکوۃ شریف: ص/۲۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ أَوْيُنَصِّرَانِهٖ أَوْيُمَجِّسَانِهٖ كَمَاتُنْتِجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ. (متفق عليه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): فطرت، جمعاء اور جدعاء کے معنیٰ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے (یعنی اس میں اسلام قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد موجود ہوتی ہے) پھر اس کے باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسا کہ ایک جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے کیا تم اس بچے کے اندر کوئی کمی محسوس کرتے ہو، پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی فطرت پر تغیر و تبدل نہیں ہوتا یہ مضبوط دین ہے۔

(ب): مطلب العبارۃ:

حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچے کے اندر اصل جبلت کے اعتبار سے ہدایت اور دینِ اسلام قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت ہوتی ہے، پس اگر اس کو اسی جبلت و استعداد پر چھوڑ دیا جائے تو دینِ اسلام پر قائم دائم رہے گا، تا آنکہ اس کو کوئی آفت بشری پیش آجائے یا تقلید آباء میں دینِ اسلام سے پھر جائے پھر اس کے بعد اصل ہدایت و دین پر پیدا ہونے کو ایک محسوس مثال دے کر سمجھایا ہے جس طرح جانور کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہایت خوبصورت جسمانی عیوب سے پاک اور صحیح سالم ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح ہر بنی آدم دینِ حنیف اور ہدایت پر پیدا ہوتا ہے، اور کفر و شرک کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عیوب سے پاک ہوتا ہے، لیکن بعد میں آباء واجداد کی تقلید کی وجہ سے گمراہ و بے راہ ہوجاتا ہے۔

(ج): فطرت کے معنیٰ:

فطرت کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، لیکن مشہور قول یہ ہے کہ فطرت بمعنیٰ اسلام ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا: وھو المعروف عند عامة السلف یہی محمد بن نصر کا اور امام احمد کا آخری قول ہے، اور علامہ ابن القیم نے شفاء العلیل میں فطرت بمعنیٰ اسلام پر جزم کیا ہے۔

لیکن علامہ عینی، قرطبی، تورپشتی اور محلی وغیرہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ فطرت بمعنیٰ استعداد وصلاحیت قبولِ اسلام ہے یعنی جس طرح آنکھ میں دیکھنے اور کان میں سننے کی صلاحیت وطاقت ہوتی ہے کہ جب تک یہ قوت واستعداد باقی رہتی ہے سننا و دیکھنا واقع ہوتا رہتا ہے، اسی طرح ہر انسان کے اندر امتیاز بین الخیر والشر اور امتیاز بین الحق والباطل کی ایک صلاحیت واستعداد اصل خلقت وجبلت میں ہوتی ہے، اسی کا نام فطرت ہے۔ اور اسی کے قریب علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی بھی رائے ہے کہ فطرت مقدماتِ اسلام میں سے ہے نہ کہ عینِ اسلام اور یہی قول راجح ہے۔ (التعلیق الصبیح)

جمعاء اور جدعاء کے معنیٰ:

الجدعاء: التي قطعت اذنها ومقطوعة الاذن. (حاشیه مشکوٰۃ: ۲۱)

الجمعاء: سليمة الأعضاء كاملتها. (مرقات: ۱/۱۶۲)

۲۷۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۲۱

عَنْ أَبِي مُوسٰى (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَايَنَامُ وَلَايَنْبَغِي لَهُ أَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یَنَامَ یُخفِضُ الْقِسطَ وَيَرْفَعُهُ، يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَاانْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث میں مذکورہ پانچوں باتوں کی الگ الگ تشریح کریں۔

(ج): تقدیر کا مسئلہ ان پانچوں میں سے کس جملہ سے ثابت ہو رہا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے پانچ باتوں پر مشتمل ایک خطبہ بیان فرمایا؛ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ سونا اس کے شایانِ شان ہے روزی کے تراز و کو جھکاتا ہے یعنی رزق میں کمی کر دیتا ہے اور اس کو اُٹھاتا ہے یعنی رزق میں وسعت پیدا کرتا ہے اور اللہ کے حضور رات کا عمل دن کے عمل سے قبل اور دن کا عمل رات کے عمل سے قبل ہی پیش ہو جاتا ہے اللہ کا حجاب نُور ہے اور اگر اس نور کو ظاہر فرما دے تو اس کی ذات کی روشنی اور چمک جہاں تک اس کی نگاہ پہونچے جمیع موجودات کو خاکستر کر دے گی۔

(ب): حدیث میں مذکورہ پانچوں باتوں کی الگ الگ تشریح:

(۱) ان اللہ لاینام: یعنی اللہ تعالیٰ کو نہ نیند آتی ہے۔

(۲) ولاینبغي له ان ینام: یعنی اور نہ نیند کا خمار ہی ہوتا ہے اور نہ ہی یہ چیزیں اس کے شایانِ شان ہیں؛ کیونکہ نیند قویٰ کو راحت اور آرام پہونچانے کے لیے ہوتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور اللہ تعالیٰ تھکان جیسی چیزوں سے مبرہ ومنزہ ہے۔

(۳) یخفض القسط ویرفع: یعنی اللہ تعالیٰ کبھی کبھی رزق کے ترازو کو پست کردیتے ہیں یعنی کہ رزق میں کمی فرمادیتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے ذلیل ورُسوا کردیتے ہیں، اور کبھی کبھی رزق کے ترازو کو بلند کردیتے ہیں یعنی کہ رزق میں وسعت و فراخی پیدا فرمادیتے ہیں اور اطاعت وعبادت کی توفیق مرحمت فرمادیتے ہیں۔

(۴) یرفع الیہ عمل اللیل: یعنی مؤمن بندوں کے اعمال نہایت سرعت و تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہونچادیے جاتے ہیں یہاں تک کہ چار ہزار سوسال کی طویل مسافت قلیل بلکہ اقل مدت میں طے کرلیتے ہیں۔

(۵) حجابہ النور: یعنی عبد ومعبود کے درمیان ایک نور اور معنوی چیز ہے کہ اگر اس کو اس عالم فانی میں ظاہر کردیا جائے تو تاحد نگاہ سارے عالم کو خاکستر کر کے رکھ دے گی۔ مطلب یہ ہے کہ: (۱) دنیا کے اندر باری تعالیٰ کی رؤیت بظاہر ممکن نہیں، لیکن حقیقۃً محال بھی نہیں ہے یہی علماء اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ (۲) آخرت میں اس کی ذات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ أَيْ لَاتَحِيطُ. (مرقات:۱/۱۶۳)

(ج): تقدیر کا مسئلہ ان پانچوں میں سے کس جملہ سے ثابت ہورہا ہے؟

مسئلۂ تقدیر ان پانچوں جملوں میں سے "یخفظ القسط ویرفعہ" سے مفہوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رزق میں کمی زیادتی منجانب اللہ واقع ہوتی ہے اور ان جیسی باتوں پر اعتقاد رکھنا یہی تقدیر ہے۔

۲۸- مشکوۃ شریف: ص/۲۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ. (متفق علیہ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): اہلِ ایمان اور مشرکین کے نابالغ بچوں کے دخول جنت کے سلسلے میں کیا اقوال ہیں تحریر کریں۔
(ج): روایت سے کس نظریہ کی تائید ہو رہی ہے واضح کریں۔
(د): اس مسئلہ میں توقف کس کا مسلک ہے اور ان کی کیا دلیل ہے تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو کیا عمل کرتے۔

(ب): اہلِ ایمان اور مشرکین کے نابالغ بچوں کے دخول جنت کے سلسلے میں کیا اقوال ہیں؟

اہلِ ایمان اور مشرکین کے وہ نابالغ بچے جو عدمِ بلوغت کی حالت میں انتقال کر جاتے ہیں جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں؛ چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ کے بقول اہلِ ایمان کے نابالغ بچے جنت میں داخل ہوں گے، آپ نے اس قول پر متعدد علماء کا اور اہلِ اسلام کا اجماع نقل کیا ہے، جبکہ بعض حضرات کے بقول یہ اپنے والدین کے تابع رہیں گے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں یہ اہلِ جنت کے خادم ہوں گے، لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور اہلِ سنت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والجماعت نے ان کے متعلق توقف کیا ہے اور اس معاملہ کی اصل کو اللہ رب العزت کے سپرد کیا ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح اہلِ ایمان کے نابالغ بچوں کے جنتی ہونے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، اسی طرح مشرکین کے بچوں کے سلسلے میں بھی مختلف اقوال ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول اصح قول کے مطابق مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے، جبکہ بعض علماء کے بقول یہ اہلِ جنت کے خادم ہوں گے اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ یہ جنت وجہنم کے درمیان اعراف پر رہیں گے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے والدین کے تابع ہوکر جہنم میں جائیں گے؛ لیکن اہلِ سنت والجماعت نے یہاں بھی توقف ہی کو اختیار کیا ہے اور یہی زیادہ راجح ہے۔ (توضیحات:۳۱۹/۱)

(ج): روایت سے کس نظریہ کی تائید ہو رہی ہے؟

واضح رہے اہلِ ایمان اور مشرکن کے نابالغ بچوں کے جنتی ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں اس روایت سے توقف کے نظریہ کی تائید ہوری ہے، اسی لیے علماء نے اس نظریہ کو راجح قرار دیا ہے۔

(د): اس مسئلہ میں توقف کس کا مسلک ہے اور ان کی کیا دلیل ہے؟

واضح رہے کہ اہلِ اور مشرکین کے نابالغ بچوں کے جنتی ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں توقف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے، ان حضرات کی دلیل یہی مذکورہ فی السوال حدیث ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں ان بچوں کے معاملہ کو اللہ کے سپرد فرمایا ہے، اس لیے ہمارے اوپر بھی اس سلسلے میں توقف اختیار کرنا لازم ہے یقینی اور حتمی طور پر کسی ایک قول کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۲۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۲

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُوْ آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْأَرْضِ، مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيْثُ، وَالطَّيِّبُ.

(رواه أحمد، والترمذي وأبو داؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): "السهل، الحزن، الطيب، الخبيث" کے لغوی اور مرادی معنیٰ تحریر کریں۔

(د): "من قبضة قبضها من جميع الأرض" سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ایک مٹھی (مٹی) سے کی ہے جو ہر جگہ کی زمین سے لی گئی تھی، لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد زمین کے موافق پیدا ہوئی ہے اسی لیے ان (انسانوں) میں سے کچھ سرخ کچھ سفید کالے کچھ درمیانہ رنگ کے کچھ نرم مزاج کچھ تند مزاج کچھ پاک اور کچھ ناپاک ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مطلب العبارۃ:

اِس حدیث شریف میں انسانوں کے مختلف المزاج ہونے کی وجہ کو بیان کیا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق زمین کے تمام حصوں سے لی گئی ایک مٹھی مٹی سے کی ہے، اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد زمین کی کیفیت کے موافق پیدا ہوئی ہے جیسے زمین کے حصہ مختلف ہیں بعض سخت، بعض نرم، بعض سرخ وسفید، بعض کالے یا درمیانہ رنگ کے، بعض پاکیزہ اور بعض ناپاک، اسی طرح انسانوں کے رنگ اور مزاج بھی مختلف ہیں؛ چنانچہ ان میں بھی بعض سخت مزاج اور بعض نرم مزاج ہوتے ہیں، بعض سرخ وسفید اور بعض کالے یا درمیانہ رنگ کے ہوتے ہیں، بعض پاکیزہ طبیعت کے اور بعض ناپاک طبیعت کے ہوتے ہیں، پس انسانوں کا یہ مختلف المزاج ہونا اسی لیے ہے کہ ان میں زمین کی صفات موجود ہیں جس کے حصہ میں زمین کی جو مٹی آئی ہے وہ اسی رنگ اور مزاج کا پیدا ہوا ہے۔

(ج): "السهل، الحزن، الطيب، الخبيث" کے لغوی اور مرادی معنیٰ:

واضح رہے کہ "السهل" لغت میں نرم زمین کو اور "الحزن" سخت زمین کو کہتے ہیں اور یہاں ان دونوں سے مراد انسان کا نرم مزاج اور سخت مزاج ہونا ہے، اسی طرح "الطيب" لغت میں خوشبودار پاکیزہ چیز کو اور "الخبيث" بدبودار ناپاک چیز کو کہتے ہیں، اور یہاں ان دونوں سے انسانوں کا پاکیزہ اور ناپاک طبیعت کا مالک ہونا یعنی مؤمن وکافر ہونا ہے۔ (توضیحات: ۱/۳۲۷)

(د): "من قبضة قبضها من جميع الأرض" سے کیا مراد ہے؟

واضح رہے کہ حدیث شریف میں مذکور "من قبضة قبضها من جميع الأرض" سے زمین کے ان تمام حصوں کی وہ ایک مٹھی مٹی ہے مراد ہے جہاں دنیا میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ رب العزت کو انسان آباد کرنے تھے اور جسے اللہ رب العزت کے حکم سے حضرت عزرائیل علیہ السلام لے کر گئے تھے اور اسی سے اللہ رب العزت نے ابا جان حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو پیدا فرمایا تھا۔ (مرقاۃ: ۱/۱۰۱۳، بحوالہ محمود المرآۃ: ۸۷)

۳۰۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۲۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ، وَمَسْخٌ، وَذٰلِكَ فِي الْمُكَذِّبِيْنَ بِالْقَدَرِ (رواه أبو داؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خسف اور مسخ کے معنیٰ بیان کریں۔

(ج): جب حضور علیہ السلام کی دعاء کی برکت سے اس امت سے خسف اور مسخ کا عذاب اُٹھالیا گیا ہے تو اب اس امت میں خسف اور مسخ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں زمین میں دھنس جانا، اور شکلوں کا بگڑ جانا بھی ہوگا اور یہ عذاب ان لوگوں کے لیے ہوگا جو تقدیر کی تکذیب کریں اور انکار کریں۔

(ب): خسف اور مسخ کے معنیٰ:

واضح رہے کہ خسف زمین میں دھنس جانے اور دھنسا دیے جانے کو کہتے ہیں اور مسخ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صورتوں کے تبدیل کر دیے جانے کا نام ہے، اور یہاں اس سے مراد انسانوں کا خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ ہونا ہے، جیسا کہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا اور قرآن کریم نے اُس کو بیان کیا ہے۔

(ج): اس امت میں خسف اور مسخ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بات پر تمام اہلِ علم حضرات کا اجماع ہے کہ اس امت سے حضور علیہ السلام کی بابرکت دعاء کے نتیجہ میں خسف و مسخ اور دیگر بدترین عذاب اُٹھا دیے گئے ہیں، پس جب ایسا ہے تو پھر اس روایت میں حضور علیہ السلام کے ارشاد "في امتي خسف و مسخ" کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو منکرین تقدیر ہیں، عام اور صحیح العقیدہ لوگوں سے اس کا تعلق نہیں ہے اور حضور علیہ السلام کی دعاء کی برکت سے صحیح العقیدہ لوگوں سے عذاب دُور کیا گیا ہے۔ نیز اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں خسف و مسخ سے حقیقی خسف مسخ مراد نہیں ہے، بلکہ معنوی خسف و مسخ مراد ہے، جو باعتبار قلوب اس امت میں واقع ہوگا۔

۱۳۱- مشکوۃ شریف: ص/۲۲

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُوْدَةُ فِي النَّارِ. (رواه ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "وائدۃ" اور "موؤدۃ" کے لغوی اور مرادی معنی تحریر کریں۔

(ج): یہ حدیث کس باب کے تحت ہے اور اس سے کون سی بات مفہوم ہوتی ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زندہ بچہ درگور کرنے والی عورت اور جس کو زندہ درگور کیا گیا ہے دونوں جہنمی ہیں۔

(ب): "وائدۃ" اور "موؤدۃ" کے لغوی اور مرادی معنیٰ:

وائدۃ اور موؤدۃ دونوں ہی باب ضرب، وَئَدَ یَئِدُ وَأْدًا سے ماخوذ ہیں بمعنیٰ زندہ درگور کرنا۔

(۱) وائدۃ: اسم فاعل کا صیغہ ہے زندہ درگور کرنے والی۔

(۲) موؤدۃ: اسم مفعول کا صیغہ ہے زندہ درگور کی گئی لڑکی۔

وائدہ وموؤدہ کی مرادی معنیٰ:

(۱) دونوں کو حقیقی معنیٰ پر رکھیں، اس صورت میں موؤدہ کو عذاب دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کافر والدین کے تابع بنا کر عذاب دیا جائے گا۔

(۲) وائدہ سے مراد دایہ ہے اور موؤدہ سے مراد جس کے لیے زندہ درگور کیا گیا ہو یعنی کہ ماں چنانچہ جاہل عربوں کے یہاں رواج تھا کہ جب عورت دردِ زہ میں مبتلا ہوتی تھی تو ایک گڈھا کھود لیا جاتا اور اسی کے قریب عورت اور دایہ دونوں بچے کے انتظار میں رہتیں اگر بچہ مذکر ہوتا تو اس کو روک لیتیں اور اگر مؤنث بچہ ہوتا تو فوراً گڈھے میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دیتی تھیں۔ (مرقات: ۱/۱۸۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): یہ حدیث کس باب کے تحت ہے اور اس سے کون سی بات مفہوم ہوتی ہے؟

یہ حدیث باب الایمان بالقدر کے تحت مذکور ہے۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اطفالِ مشرکین کو بھی عذاب دیا جائے گا، لیکن بعض حضرات مثلاً ابن حجر وغیرہ اس میں تاویلات کرتے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیے گئے ہیں، لہٰذا افضل یہی ہے کہ توقف کیا جائے۔ (مرقات: ۱۸۲/۱)

۳۴۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۲۴

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَذَاكَرُ مَايَكُوْنُ إِذْقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَاسَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْا وَإِذَاسَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهٖ فَلَاتُصَدِّقُوْا بِهٖ وَإِنَّهٗ يَصِيْرُ إِلٰى مَاجُبِلَ عَلَيْهِ. (رواه أحمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام تحریر کریں اور بتائیں کہ کیا کوئی تقدیر تبدیل بھی ہو سکتی ہے۔ (د): زوالِ جبل سے کیا مراد ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے آئندہ واقع ہونے والی باتوں کے متعلق بات کر رہے تھے، آپ علیہ السلام نے ہماری بات چیت سن کر ارشاد فرمایا کہ جب تم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ سنو کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سرک گیا ہے تو اس کو سچ مان لینا لیکن جب یہ سنو کہ کسی آدمی کی خلقت تبدیل ہوگئی ہے تو اسے گمان مت کرنا اس لیے انسان اسی چیز کی جانب جاتا ہے جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(ب): مطلب العبارۃ:

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے انسان کی خلقی عادت کے تبدیل نہ ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور صحابۂ کرام اور تمام امت کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ پہاڑ کا اپنی جگہ سے سرک جانا ممکن ہے، لیکن کسی انسان کا اپنی خلقی جبلت کو تبدیل کر دینا ناممکن و محال ہے، اسی لیے اگر کوئی خبر دے کہ فلاں پہاڑ اپنی جگہ سے سرک گیا ہے تو اس پر یقین کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر کسی ابن آدم یا بنت حواء کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس نے اپنی عادت تبدیل کر لی ہے تو اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ انسان ہمیشہ اپنی پیدائشی عادات واطوار ہی پر باقی رہتا ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیثِ مذکورہ میں انسان کی عادات کے اندر تبدیلی کو ناممکن قرار دیا گیا ہے، حالانکہ ہم بہت سے انسانوں کی عادات میں تبدیلی ہونے کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں تو پھر اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ میں انسان کی عادات میں جس تبدیلی کو ناممکن کہا گیا ہے اس سے مراد حقیقی تبدیلی ہے اور اس کا ہونا کسی انسان کی عادات میں ممکن نہیں ہے اور جس تبدیلی کا ذکر آپ نے کیا ہے یہ عارضی تبدیلی ہے اور اس کا ہونا انسان کی عادات میں ممکن ہے۔

(ج): تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام:

واضح رہے کہ تقدیر "قدر" سے مشتق ہے، قدر لغت میں کسی چیز کے اندازہ کرنے اور کسی چیز میں تنگی پیدا کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں تقدیر اللہ رب العزت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رازوں میں سے اس راز کو کہتے ہیں جس پر اللہ رب العزت نے اپنے کسی مقرب فرشتے یا رسول کو بھی مطلع نہیں کیا ہے۔ (توضیحات:۱/۲۹۴تا۲۹۵)

تقدیر کی دو قسمیں ہیں: (۱) تقدیر مبرم (۲) تقدیر معلق

تقدیر مبرم: وہ تقدیر ہے جو قطعی طور پر متعین ہے اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی ممکن نہیں ہے، اور تقدیر معلق وہ تقدیر ہے جس میں من وجہ تبدیلی ممکن ہوتی ہے، جیسے کسی کے متعلق لوحِ محفوظ میں یہ لکھا ہوا ہو کہ یہ شخص اور حج کرے گا تو بیس سال زندہ رہے گا اور اگر حج نہیں کرے گا تو پندرہ سال حیات رہے گا، تو یہ تقدیر معلق ہے اور اس میں من وجہٍ تبدیلی ممکن ہے، لیکن اللہ رب العزت کے علم کے اعتبار سے یہ تقدیر بھی مبرم ہی ہوتی ہے۔ (تحفۃ المرآۃ:۱۵۹، توضیحات:۱/۳۰۱)

کیا کوئی تقدیر تبدیل بھی ہوسکتی ہے؟

واضح رہے کہ تقدیر کی پہلی قسم تقدیر مبرم میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، البتہ تقدیر معلق میں تبدیلی ہوسکتی ہے، لیکن اس تبدیلی کا تعلق لوحِ محفوظ سے ہوتا ہے یعنی اس میں تحریر شدہ بات میں تغیر ہوتا ہے؛ لیکن علمِ الٰہی میں یہ تقدیر بھی مبرم ہی ہوتی ہے۔

(د): زوالِ جبل سے کیا مراد ہے؟

زوالِ جبل سے مراد مستبعد و محال ہونا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بلادِ مغرب میں ایک پہاڑ اپنی جگہ سے دُور ایک طویل مسافت تک ہٹ کر چلا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (مرقاۃ:۱/۱۹۵)

۳۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۷

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُؤَبِّرُوْنَ النَّخْلَ، فَقَالَ مَاتَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْلَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوْهُ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ دِيْنِكُمْ، فَخُذُوْا بِهٖ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِيْ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کرتے ہوئے خاص طور سے "إذا أمرتكم بشيء من رائي" کی تشریح کریں۔

(ج): "فإنما أنا بشر" کہنے سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

(د): تأبیر کے معنی، طریقۂ عمل اور فائدہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت اہلِ مدینہ کھجوروں کے درختوں میں تأبیر کا عمل کیا کرتے تھے، حضور علیہ السلام نے (یہ دیکھ کر) ارشاد فرمایا کہ یہ تم کیا کرتے ہو؟ تو اہلِ مدینہ نے عرض کیا کہ ہم (پہلے ہی سے) ایسا ہی کرتے آئے ہیں، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو، چنانچہ لوگوں نے اس کو ترک کر دیا تو اس سال پھل بہت کم آئے، راوی فرماتے ہیں اس بات کا تذکرہ حضور علیہ السلام سے کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہی ہوں، لہٰذا جب میں تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم کروں تو اس کو قبول کر لیا کرو اور جب کوئی بات اپنی رائے سے تمہیں بتاؤں تو جان لو کہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مطلب الحدیث:

حدیث مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو اس وقت اہلِ مدینہ میں یہ رواج رائج تھا کہ وہ کھجوروں کا پھل زیادہ حاصل کرنے کے لیے کھجور کے نر درخت کے ابھے کو کھجور کے مادہ درخت میں جوڑا کرتے تھے، حضور علیہ السلام نے جب ان کے اس عمل کو دیکھا تو آپ نے اس کو زمانۂ جاہلیت کا ایک بے سود طریقہ خیال کرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کے کرنے سے منع فرمادیا، آپ علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ اللہ نے جتنا پھل ان پیڑوں پر آنا مقدر کردیا ہے وہ آ کر رہے گا، تأبیر کا عمل اس میں زیادتی نہیں کرسکتا، صحابۂ کرام آپ علیہ السلام کے منع فرمانے کے بعد اس عمل کو کرنے سے رُک گئے؛ لیکن اس سال جب پھل آیا تو پہلے کے مقابلہ میں کم تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام سے آ کر اس کا تذکرہ کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں (پس میری رائے بھی تمہاری طرح صائب اور غیر صاءب ہوسکتی ہے) لہٰذا جب میں تمہیں دین کے کسی مسئلہ کا حکم دوں تو اس کو تسلیم کرلو اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کسی بات کی خبر دوں تو جان لو کہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں (میری رائے بھی صائب اور غیر صائب ہوسکتی ہے)۔

"إذا أمرتكم بشيىء من رائي" کی تشریح:

واضح رہے کہ حضور علیہ السلام کا اس حدیث میں یہ فرمانا "إذا أمرتكم بشيء من رائي فإنما أنا بشر" کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی امور میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں، دنیا کے معاملات میں جس طرح تمہاری آراء صائب اور غیر صائب ہوتی ہیں اسی طرح میری رائے بھی ہوسکتی ہے؛ لیکن واضح رہے اس سے یہ استدلال کرنا کہ حضور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ السلام کو دنیوی معاملات کا علم نہیں تھا قطعاً غلط ہے، آپ علیہ السلام دینی اور دنیوی تمام معاملات میں انتہائی صاحب العقلا ور صاحب الرائے تھے، یہ بات الگ ہے کہ اس واقعہ میں جزوی طور پر آپ کی رائے موافق نہیں ہوئی تھی اور اس موافق نہ ہونے کی حقیقت بھی اللہ رب العزت زیادہ جانتے ہیں۔ واللہ اعلم

(ج): "فإنما أنا بشر" کہنے سے کیا مراد ہے؟

واضح رہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے "فإنما أنا بشر" کہہ کر اپنے آپ کو ایک انسان قرار دیا ہے۔ آپ کے اس جملہ کو ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں اور جس طرح تمہیں مغیبات کا علم نہیں ہے اور تمہاری آراء صائب اور غیر صائب ہوتی ہیں اسی طرح میرا بھی حال ہے، رہا مسئلہ دینی اُمور کا تو دینی اُمور میں میرے نبی ہونے کی وجہ میرے اقوال کو قبول کرنا تمہارے اوپر لازم ہے۔

(د): تأبیر کے معنیٰ، طریقۂ عمل اور فائدہ:

واضح رہے تأبیر باب تفعیل سے استعمال ہوتا ہے اس کے لغوی معنیٰ کسی چیز کی اصلاح کرنے اور پیوند لگانے کے آتے ہیں، اور اصطلاح میں تأبیر کھجور کے نر پیڑ کے گابھے کو مادہ پیڑ میں داخل کرنے کو کہتے ہیں۔

تأبیر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اولاً کھجور کے نر درخت کے مادہ کو لیا جاتا ہے اور پھر اس کو کھجور کے مادہ درخت میں جوڑ دیا جاتا ہے، نیز اس کا دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ نر کھجور کے پھولوں کو مادہ کھجور کے پھولوں پر جھاڑ دیا جاتا ہے۔

تأبیر کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے پھل زیادہ آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کا پیڑ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کے مابقیہ حصہ سے پیدا کیا گیا ہے، پس اس میں بھی وہی عادات ہیں جو انسان کے مذکر اور مؤنث میں ہوتی ہیں، پس جس طرح انسان کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذکر اور مؤنث کے اختلاط سے تناسل میں زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح تأبیر کے عمل سے کھجور کی مقدار میں کثرت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کھجور کے جس باغ میں نر درخت نہیں ہوتا ہے اس میں پھل بھی نہیں آتا ہے۔

۳۴۔ مشکوۃ شریف: ص/۲۸

عَنْ أَبِي مُوسٰى (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَابَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَاتُمْسِكُ مَاءً وَلَاتُنْبِتُ كَلَاءً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ بِمَابَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج): علم وہدایت کو غیث کثیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ بیان کریں۔

(د): مثال اور ممثل لہ کے درمیان تطبیق دیں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس چیز کی مثال جس کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی علم ہدایت اس بہت زیادہ بارش کے مانند ہے جو زمین پر نازل ہو، پس اس زمین کا ایک حصہ پاکیزہ و بہتر ہوتا ہے، پانی کو جذب کر کے بہت زیادہ تر اور خشک گھاسوں کو اُگاتا ہے، اور اس کا ایک حصہ شوریلا (بنجر) ہوتا ہے جو پانی کو رولیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے لگوں کو نفع پہنچاتے ہیں، چنانچہ لوگ پیتے اور سیراب ہوتے ہیں اور وہ بارش اس زمین کے دوسرے حصے پر پہونچتی ہے وہ حصہ بالکل برابر چٹیل میدان ہوتا ہے، جو نہ پانی روکتا ہے اور نہ گھاس اُگاتا ہے، پس یہ (پانی کا نافع وغیر نافع ہونا) اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں فہم وادراک پیدا کیا اور اس کو فائدہ پہونچایا اس چیز کے ذریعے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے، پس اس نے علم سیکھا اور سکھلایا، اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اس (فہم فی دین اللہ) کے لیے سر تک نہیں اُٹھایا (علم حاصل نہیں کیا بلکہ اعراض کیا) اور اللہ کی اس ہدایت کو جو میں لے کر آیا ہوں قبول نہیں کیا۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:

(۱) اَلْکَلَأُ: واحد، جمعہ أکْلَاءٌ: بمعنی گھاس، اس کا اطلاق خشک اور تر دونوں طرح کی گھاسوں پر ہوتا ہے۔

(۲) اَلْعُشْبُ: بضم اوّلہ وسکون أوسطہ واحد، جمعہ أعشابٌ اس کا اطلاق فقط تر گھاس پر ہوتا ہے۔

(۳) أجَادِبُ: جمع، واحدہ أجْدَبٌ بمعنی وہ سخت زمین جو پانی کو روک لے؛ لیکن سبزہ نہ اُگائے۔

(۴) قِیْعَانٌ: جمع، واحدہ قَاعٌ بمعنی برابر و مستوی۔ (مرقات: ۲۲۶/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): علم وہدایت کوغیث کثیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ:

علم وہدایت کوغیث کثیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم وہدایت یعنی وحی منجانب اللہ ہوتی ہے اور رسول اس کے فیضان کا واسطہ ہیں اور قلوب امت پر اس فیضان کا نزول ہوتا ہے بعینہ یہی صورت حال بارش کی ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے نازل ہوتی ہے، آسمان اس کے نزول کا ذریعہ اور واسطہ ہے اور اس کا وقوع ونزول زمین پر ہوتا ہے، الغرض جس طرح پانی کا ایک منبع اور واسطہ ہے اسی طرح علم کا بھی ایک منشاء ومنبع اور واسطہ اور محل ہے۔ (مرقات:۱/۲۲۶)

(د): مثال اور ممثل لہ کے درمیان تطبیق:

حدیث پاک کے اندر مذکورہ مثال ممثل لہ کے درمیان تطبیق اس طرح ہوگی کہ:

(۱) زمین کی بظاہر تین قسمیں ہیں؛ لیکن تینوں کا خلاصہ فقط دو چیزیں ہیں: (۱) منتفع بہ (۲) غیر منتفع بہ اور ممثل لہ یعنی انسانوں کی بھی دو ہی قسمیں ہیں: جو علم کو قبول کرے (۲) جو قبول نہ کرے اب مثال وممثل لہ میں تطبیق ہوگئی۔

(۲) اس طرح بھی تطبیق دیتے ہیں کہ زمین کی طرح انسانوں کی بھی تین ہی قسمیں ہیں: (۱) جو علم بقدر علم حاصل کرلے فقط اور تدریس وغیرہ کا کام نہ کرے اس کو عَلِمَ سے بیان کیا ہے (۲) جو علم سیکھ کر تدریس وفتویٰ نویسی میں بھی مشغول ہو اس کو عَلَّمَ سے بیان کیا ہے (۳) جو علم کو بالکل قبول نہ کرے اس کو "من لم یرفع بذالک رأسا" سے بیان کیا ہے امثال ممثل لہ میں مطابقت ہوگئی۔

۳۵- مشکوۃ شریف: ص/۲۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ هَجَّرْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِخْتَلَفَا فِيْ آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ إِنَّمَاهَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اختلاف فی الکتاب پر اتنی سخت وعید کیوں سنائی گئی، جبکہ نبی کریم علیہ السلام سے منقول ہے: "اختلاف أمتي رحمة" جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ کی خدمت میں گیا (چنانچہ عبداللہ) کہتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو کسی متشابہ آیت کے متعلق باہم اختلاف کر رہے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے نکل پڑے، آپ کے روئے انور پر غصے کے آثار نمایاں تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ کتابوں میں اختلاف کر لینے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

(ب): اختلاف فی الکتاب پر اتنی سخت وعید کیوں سنائی گئی؟

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیا ایسے اختلاف کے بارے میں وعید سنائی ہے جو کہ بدعت تک پہونچانے والا ہو جیسے یہود و نصاریٰ کا اختلاف، یہاں پر اور مثلاً نفس قرآن کے بارے میں اختلاف کرنا یا ایسے معنیٰ کے بارے میں اختلاف کر لینا جو محل اجتہاد نہ ہو مثلاً آیاتِ متشابہ کے بارے میں اختلاف اور اس جگہ اختلاف سے یہی مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور "اختلاف أمتي رحمة" سے اجتہادی مسائل میں مجتہدین کرام کا اختلاف مراد ہے اور یہ مذموم نہیں بلکہ محمود و مامور ہے اس کے فضائل بھی وارد ہیں اور عہد صحابہ ہی سے تمام مسلمانوں کا اس اختلاف کے جواز پر اجماع ہے۔ (مرقات:۲۲۹/۱)

۳۶۔مشکوٰۃ شریف: ص/۲۹

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا إِنِّي أُوْتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى أَرِيْكَتِهِ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوْهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوْهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ. (رواه أبو داؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "ومثله معه" سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

(ج): "فله ان يعقبهم بمثل ماقراه" کی وجہ سے کیا مہمان میزبان کے مال میں بغیر اجازت تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ علماء کی رائے کے ساتھ مع دلیل تحریر کرتے ہوئے اس حدیث کی توجیہ قلم بند کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار آگاہ ہو جاؤ، بلاشبہ مجھے قرآن اور اس جیسی ایک چیز اور اس کے ساتھ دی گئی ہے، آگاہ ہو جاؤ، وہ وقت قریب ہے کہ ایک شکم سیر آسودہ شخص اپنی مسند پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا کہے گا کہ بس اس قرآن کو تم اپنے لیے ضروری سمجھو، پس تم اس قرآن کے اندر جو چیز حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور اس کے اندر جو چیز حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، آگاہ ہو جاؤ! تمہارے لیے اہلی گدھے (جو آبادیوں میں رہتے ہیں) حلال نہیں، اور نہ درندوں میں سے کچلی رکھنے والے جانور حلال ہیں، اور کسی معاہدہ کا لقطہ بھی حلال نہیں ہے، الا یہ کہ خود مالک اس سے لاپرواہ ہو جائے، اور خیال رکھو! جب کوئی شخص کسی قوم میں اترے تو اس قوم کے لوگوں پر لازم ہے کہ اس کی میزبانی کریں، پس اگر اس قوم کے لوگ اس کی میزبانی نہ کریں تو اس مہمان کو حق ہے کہ میزبانی کا بدلہ اسی قدر ان سے وصول کر لے۔

(ب): "ومثلہ معہ" سے کیا مراد ہے؟

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال حدیث میں "ومثلہ معہ" سے مراد احادیثِ نبویہ ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ مجھے قرآن کی طرح احکام کے اثبات کے لیے احادیث دی گئی ہیں اور یہ دونوں بھی واجب العمل ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ان میں سے قرآن کریم وحی متلو ہے اور احادیث کا شمار وحی غیر متلو میں ہوتا ہے۔ (توضیحات:۱/۳۰۳)

(ج): "فلہ ان یعقبھم بمثل ماقراہ" کی وجہ سے کیا...

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مذکورہ کے جملہ "فلہ ان یعقبھم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بمثل ماقراہ" سے یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ اگر میزبان مہمان کا حق ادانہ کرے تو یہ اُس سے اپنا حق اجازت کے بغیر وصول کرسکتا ہے، تو کیا مہمان کو میزان کے مال میں بغیر اجازت تصرف کرنے کا حق حاصل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک چوکہ میزبانی واجب نہیں ہے، اس لیے مہمان کو میزبان کے مال میں بلا اجازت تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اس کی دلیل حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے: "لایحل مال امرء مسلم الاعن طیب نفس" کسی مسلمان کے لیے کسی دوسرے مسلمان کا مال اس کی خوشی (یعنی اجازت کے بغیر) استعال کرنا جائز نہیں ہے، البتہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ فی السوال حدیث کی بنیاد پر مہمان کو میزبان کے مال میں بغیر اجازت تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔

حدیث کی توجیہ:

واضح رہے کہ جمہور علماء کرام حدیث مذکورہ فی السوال کی یہ توجیہ کرتے ہیں، یہ حدیث یا تو ہماری پیش کردہ روایت "لایحل مال امرء مسلم الاعن طیب نفس" سے منسوخ ہے یا پھر اس کا تعلق مہمان مضطر سے ہے، اس روایت میں مذکور یہ حکم عام مہمانوں کے لیے نہیں ہے۔ واللہ اعلم

۳۷۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۲۹

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مَنْ يَّعِشْ مِنكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرىٰ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ وَتَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (رواه أحمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبد حبشی کی اطاعت کا حکم کیسے دیا گیا جبکہ امیر کا قریش سے ہونا ضروری ہے؟

(ج): خلفاء راشدین سے کون مراد ہیں ان کی اور نبی کی سنت ایک ہے یا الگ الگ؟

(د): محدث اُمور کی مراد:

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں نہایت ہی مؤثر انداز میں وعظ اور نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل خوف زدہ ہو گئے، ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج کے وعظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت کرنے والے کی جان سے یہ آخری نصیحت ہے، لہٰذا ہمیں کوئی وصیت فرما دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تمہیں مسلمانوں کے حکمران اور سردار کی بات سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ وہ سردار حبشی غلام ہو تم میں سے جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، ایسی صورت حال میں تم پر لازم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کولازم پکڑو اور اسی پر اعتماد کرو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم دین میں ہر نئی بات ایجاد کرنے سے بچو، کیونکہ دین میں ہر نئی بات بادعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ب): عبد حبشی کی اطاعت کا حکم کیسے دیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: (۱) یہ حکم اطاعت امیر پر اُبھارنے کے لیے بطور مبالغہ کے ہے۔ (۲) یہ حکم بطور فرض ومثال کے ہے یعنی کہ اگر تمہارے حاکم بجز قریش اور قبیلے سے ہوں (جن کی خلافت صحیح نہیں ہے) پھر بھی اطاعت لازم وضروری ہے، کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۵۹) (مرقات: ۱/۲۴۰)

(ج): خلفاء راشدین سے مراد ہیں؟

خلفاء راشدین سے سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر فاروق، سیّدنا عثمان، اور سیّدنا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔ (مرقات: ۱/۲۴۰)

خلفاء راشدین کی اور نبی کی سنت ایک ہے یا الگ الگ؟

خلفاء راشدین صالحین کی سنت کوئی الگ سنت نہیں ہے، بلکہ سنت نبوی پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کے افعال واعمال کو بھی سنت کہہ دیا گیا ہے۔ (مرقات: ۱/۲۴۰)

(د): محدث اُمور کی مراد:

"الأمور التي احدثت علی خلاف أصل من أصول الدين"، یعنی محدث اُمور سے وہ اُمور مراد ہے، جو اُصولِ دین میں سے کسی بھی اصل کے خلاف ہوں۔

(مرقات: ۱/۲۴۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۳۸۔ مشکوۃ شریف: ص/۳۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. (رواه الترمذي)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی بنیاد عقیدہ ہے یا عمل؟ تحریر کریں۔

(ج): نجات کے لیے "ما أنا عليه" کافی تھا پھر "وأصحابي" کے اضافے کیا مقصد ہے؟ تحریر کریں۔

(د): "وأصحابي" کے اضافے سے صحابہ کرامؓ کے متعلق کسی مسئلے پر استدلال کیا جاسکتا ہے؟

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں ذرا شک نہیں کہ میری اُمت پر (وہ زمانہ) آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا، بالکل اس طرح جیسے ایک جوتی دوسری جوتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے برابر ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں کوئی ایسا شخص گزرا ہوگا کہ جو اعلانیہ اپنی ماں پر (بدکاری کے لیے) آیا تھا تو یقینا میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو ایسا ہی کرے گا اور حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جو ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سب کے سب دوزخ میں جائیں گے (یہ سن کر) صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ ایک فرقہ (جو نجات پائے گا) کون سا ہے؟ فرمایا: (اس طریقہ اور روش پر چلنے والے لوگ) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

(ب): تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی بنیاد عقیدہ ہے یا عمل؟

تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی بنیاد عقیدہ ہے نہ کہ عمل جیسا کہ ابن ماجہ شریف کے حاشیہ سندھی میں "والمراد تفرقهم في الأصول والعقائد لا الفروع والعمليات". (ابن ماجہ:۱/۴۷۹)

(ج): "وأصحابي" کے اضافے کیا مقصد ہے؟

"وأصحابي" کے اضافے کا مقصد صحابۂ کرام کی مدح سرائی میں مبالغہ کرنا ہے یعنی کہ جس طرح میری سنت کی اتباع ضروری ہے، اسی طرح میرے صحابہ کی سنت کی اتباع بھی ضروری ہے؛ کیونکہ میری ہی سنت کے مطابق ان کا عمل ہوتا ہے۔

(مرقات:۱/۲۴۸)

(د): صحابہ کرامؓ کے متعلق کسی مسئلے پر استدلال کیا جاسکتا ہے؟

اس حدیث سے صحابہ کے معیارِ حق ہونے پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے، اسی وجہ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما أنا عليه" کے ساتھ "وأصحابي" کا بھی اضافہ فرمایا ہے، دوسری جگہ "أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم" فرمایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۳۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۱

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاأَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّارُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ. (رواہ احمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب بیان کریں۔

(ج): سنت اور بدعت کے لغوی معنی اور شرعی مفہوم بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی قوم دین میں نئی بات یعنی بدعت ایجاد کرتی ہے، تو اس کے مثل ایک سنت اُٹھالی جاتی ہے، لہٰذا سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت ایجاد کرنے کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

اس حدیث میں بدعت کی نحوست کو بیان کیا گیا ہے کہ بدعت سنت کی ضد اور نقیض ہے، جب بدعت آئے گی تو سنت اُٹھ جائے گی، کیونکہ دونوں کا اجتماع ناممکن ہے ورنہ اجتماعِ ضدین لازم آئے گا اور ادنیٰ درجہ کی سنت پر بھی عمل کرنا بدعت ایجاد کرنے کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے، اگر چہ وہ بدعتِ حسنہ کیوں ہی نہ ہو، کیونکہ اگر سنت انسان کے عمل اور زندگی میں آئے گی تو اس سے روح میں جلاء اور تازگی پیدا ہوگی، اس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انسان کے دل اور دماغ میں بھی نور اور جلاء کی کیفیت پیدا ہوگی اور بدعت کا نتیجہ بالکل اس کے برعکس ہے کہ بدعت ظلمت اور تاریکی کا سبب ہے۔

(ج): سنت اور بدعت کے لغوی معنی اور شرعی مفہوم بیان کریں۔

السنۃ واحد، جمع سُنَنٌ از بابِ نصر سَنَّ یَسُنُّ سَنًّا بمعنی خصلت، طریقہ، عادت۔ لفظ سنت کا مادہ: سین اور دو نون ہیں، اس مادہ کے اندر اصلی معنی ہیں: "جریان الشيء واطراده في سهولة" یعنی کسی چیز کا بہنا اور آسانی کے ساتھ جاری ہونا، چنانچہ یہ مادہ جہاں جہاں بھی موجود ہوگا ہر جگہ یہ بنیادی معنیٰ ضرور پائے جائیں گے، مثلاً: (۱) "سننت الماء سنا علی وجهي" میں نے اپنے چہرے پر آہستہ آہستہ پانی بہایا۔ (۲) اور سنت کے مشہور و معروف معنیٰ ہیں مطلق طریقہ کے، خواہ وہ طریقہ محبوب ہو یا مذموم؛ چنانچہ علامہ سیّد شریف جرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: السنة في اللغة الطريقة مرضية كانت أو غير مرضية". (تکمیل الحاجۃ: ۱/۱۰)

سنت کا شرعی مفہوم:

عرفِ شرع میں سنت کا اطلاق ان اقوال و افعال، عقائد، اخلاق، معاملات اور عادت پر ہوتا ہے جن کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا ہے، الغرض سنت کے یہی معنیٰ شرعی ہیں اور بدعت کے مقابلہ میں جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں۔ (تکمیل الحاجۃ: ۱/۱۰)

بدعت کے لغوی معنیٰ:

اَلْبِدْعَةُ: واحد، جمع بِدَعٌ، مجرد میں بابِ فتح سے آتا ہے بَدَعَ، یَبْدَعُ، بَدَاعَةً بمعنیٰ بدعت، لغت میں بدعت کہتے ہیں بلا مثل سابق کسی چیز کو نو ایجاد کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بدعت کا شرعی مفہوم:

اور شرعاً کسی ایسے کام کو ایجاد کیا جانا جس کی نظیر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں نہ ظاہراً نہ کنایۃً نہ استنباطاً موجود ہو اس کو امر ثواب سمجھ کر لیا جائے اور وہ کام ایسا بھی نہ ہو جو قرونِ ثلاثہ میں عدمِ ضرورت کی بنا پر وجود میں نہ آیا ہو۔ (ایضاح المشکاۃ:۱/۱۹۱)

۴۰۔ مشکوۃ شریف: ص/۳۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْسُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْفَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ. (رواه أبوداؤد وابن ماجه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): آیتِ محکمہ، سنت قائمہ اور فریضۂ عادلہ کے مرادی معنی تحریر کریں۔

(ج): حدیثِ مذکورہ کا مقصد تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم تین ہیں (۱) آیتِ محکمہ (۲) سنتِ قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ، اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے ہے وہ زائد ہے۔

(ب): آیتِ محکمہ، سنت قائمہ اور فریضۂ عادلہ کے مرادی معنیٰ:

واضح رہے کہ اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے تین چیزوں کو اصل علم قرار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیا ہے، ان میں سے سب سے پہلی چیز جسے آپ علیہ السلام نے علم ارشاد فرمایا ہے آیاتِ محکمہ ہیں، آیتِ محکمہ سے مرادین کے وہ احکام ہیں جو بغیر کسی تردد کے واضح ہیں اور ان میں کسی طرح کے نسخ کا احتمال موجود نہیں ہے، اور دوسری چیز سنتِ قائمہ ہے، سنتِ قائمہ سے مراد نبی علیہ السلام کی وہ سنتیں ہیں جو معمول بہا اور غیر منسوخ ہیں، اور تیسری چیز فریضہ عادلہ ہے، فریضہ عادلہ سے مراد وہ احکامات ہیں جو قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریقِ اجماع اور قیاس مستنبط ہوتے ہیں۔

(توضیحات:۱/۳۶۸)

(ج): حدیثِ مذکورہ کا مقصد:

واضح رہے کہ اس حدیث شریف کا مقصد علومِ شرعیہ کی اصل اور بنیاد کو بتانا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ علوم (شرعیہ) کی اصل بنیاد صرف تین علوم ہیں جن میں سے ایک آیاتِ محکمہ ہیں اور دوسری سنتِ قائمہ ہے اور تیسری فریضہ عادلہ ہے، پس اگر کسی کو علم حاصل کرنا ہے تو ان تین کا کرے اس لیے ان کے علاوہ جتنے علوم ہیں وہ سب زاید ہیں (ان کا حاصل کرنا اور نہ برابر ہے)۔

۴۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۲

عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ كَلَامِيْ لَايَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ كَلَامِيْ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ بَعْضُهُ بَعْضًا. (رواه الدارقطني)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نسخ کی لغوی وشرعی تعریف کریں۔

(ج): آیاتِ منسوخہ کی اقسام بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): حدیث کلام اللہ کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ہ): حدیثِ باب کی توجیہ پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا کلام، اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے، اسی طرح اللہ کلام کا بعض حصہ اپنے بعض حصہ کو منسوخ کر دیتا ہے۔

(ب): نسخ کی لغوی وشرعی تعریف:

نسخ لغۃً متعدد معنیٰ لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً بمعنیٰ لکھنا یقال نَسَخَ الکتاب اس نے کتاب لکھی اور بمعنیٰ زائل کرنا، مٹانا، یقال نسخت الشّمس الظِّلَّ آفتاب نے سایہ کو زائل کر دیا، مٹا دیا، اور بمعنیٰ ایک شی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف یا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا یقال نسخت النّخل العسل بمعنیٰ شہد کی مکھی نے شہد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاحِ کتاب وسنت میں نسخ کے معنیٰ "النسخ بیان انتھاء حکم شرعی مطلق عن التابید والتوقیف بنص متاخر عن مورده"، یعنی شریعت کی اصطلاح میں نسخ اس حکمِ شرعی کی انتہائی مدت کو نص متاخر کے ذریعہ بیان کر دینے کا نام ہے جس کو تابید اور توقیت سے مطلق رکھا گیا ہو۔ (نور الانوار)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): آیاتِ منسوخہ کی اقسام:

آیاتِ منسوخہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) منسوخ التلاوت والحکم۔ مثلاً عشر رضعات معلومات یحرمن اور جیسے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ احزاب بقدر سورۂ بقرہ تھا مگر اس کے اکثر حصہ کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ (جمالین:۱/۱۹۸)

(۲) منسوخ الحکم دون التلاوت: مثلاً لکم دینکم ولی دین (سورۂ کافرون، آیت:۶) کی تلاوت باقی ہے اور حکم منسوخ ہو گیا، اور جیسے اقارب کے لیے وصیت کرنے کی آیت کہ آیتِ میراث سے اس کا حکم منسوخ ہو گیا اور تلاوت باقی رہ گئی مثلاً کتب علیکم إذا حضر أحدکم الموت ان ترک خیرن الوصیة للوالدین (سورۂ بقرہ، آیت:۱۸) یہ آیت، آیتِ مواریث ﴿یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِي أَوْلَادِکُمْ﴾ سورہ نساء اور قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم لا وصیة لوارث سے منسوخ ہے۔

(۳) منسوخ التلاوۃ دون الحکم مثلاً الشیخ والشیخة إذا زنیا فارجموهما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم. کہ اس کی تلاوت تو منسوخ ہو گئی ہے؛ لیکن حکم باقی ہے۔ (مرقات:۱/۲۶۳)

(د): حدیث کلام اللہ کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ:

(۱) ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ حدیث پاک کلام اللہ کا ناسخ بن سکتی ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور یہی مسلک امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(۲) البتہ سفیان ثوری، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک حدیث پاک کتاب اللہ کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتی۔ (مرقات:۱/۲۶۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ): حدیثِ باب کی توجیہ:

اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ کلامي لاینسخ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث پاک کتاب اللہ کے الفاظ کے لیے ناسخ نہیں بن سکتی، البتہ حدیث کے ذریعہ حکم ثابت بہ کتاب اللہ کا نسخ ہوسکتا ہے۔(۱) کلامي لاینسخ کلام اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جو بات میں اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان کروں وہ ناسخ بکتاب اللہ نہیں ہے (۲) اس حدیث کی صحت وحسن کے بارے میں کلام ہے؛ کیونکہ اس کی سند میں جرون بن واقد افریقی ضعیف راوی ہے، لہٰذا روایت بھی ضعیف ہوگی۔ (مرقات:۲۶۲/۱)

۴۲۔مشکوۃ شریف:ص/۳۵

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ لِكُلِّ آيَةٍ مِّنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ. (رواه في شرح السنة)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): سبعۃ احرف کے متعدد معانی اور قولِ راجح مدلل تحریر کریں۔

(ج): لكل آية منها ظهر وبطن کا مفہوم بیان کریں۔

(د): لِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ کا مفہوم بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سات طرح پر نازل کیا گیا ہے اس کی ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر حد کا ایک مطلع (آگاہ ہونے کا مقام) ہے۔

(ب): سبعۃ احرف کے متعدد معانی اور قولِ راجح:

اس کے متعلق ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں چالیس اقوال منقول ہیں، لہٰذا یہ مشکل الآثار میں سے ہے یعنی ایسی احادیث میں سے جن کے معانی کے احتمالات کثیر ہونے کی وجہ سے کسی کی تعیین کرنا مشکل ہو یہاں چند معتمد علیہ اقوال درج ذیل ہیں۔

(۱) ابن حبان علامہ تورپشتی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک سبعۃ احرف سے لغات سبعہ مراد ہیں جو کہ عرب کے اندر فصاحت و بلاغت میں مشہور تھیں یعنی (۱) قریش (۲) طے (۳) ہوازن (۴) اہلِ یمن (۵) یمن (۶) ہذیل (۷) بنو تمیم کی لغتیں۔

(مرقات: ۲۹۶/۱)

(۲) مضامینِ سبعہ مراد ہے یعنی وہ سات معانی مراد ہیں جن پر مشتمل ہو کر قرآن نازل ہوا ہے یعنی (۱) امر (۲) نہی (۳) حلال (۴) محکم (۶) متشابہ (۷) مثال۔

(ایضاح المشکاۃ: ۲۲۷/۱)

(۳) سات قسم کے احکام مراد ہیں (۱) عقائد (۲) احکام (۳) اخلاق (۴) قصص (۵) وعید (۶) وعد (۷) امثال۔ (ایضاح: ۲۲۷/۱)

(۴) سبعہ سے اقالیم سبعہ مراد ہے، یعنی کہ قرآن کا قانون پوری دنیا کے لیے عام ہے۔ (ایضاح المشکاۃ: ۲۲۷/۱)

(۵) سات قرآتِ متواترہ مراد ہیں جیسا کہ سیبویہ کے استاذ خلیل بن احمد سے منقول ہے۔

(۶) مطلق تکثیر مراد ہے کمافی قولہ تعالیٰ: ﴿مِنۢ بَعۡدِهٖ سَبۡعَةُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ (سورۂ لقمان، آیت: ۲۷) یعنی قرآن جو جس طرح چاہے پڑھیں اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقت یہ حکم ابتداء اسلام پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کو معانی کثیرہ پر مشتمل کر کے نازل کیا گیا کمایقال لاتنقضي عجائبه. (ایضاح المشکاۃ:۲۲۷/۱)

قولِ راجح:

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات کے اندر فرمایا ہے کہ ائمہ لغویین کے نزدیک راجح اور مجمع علیہ لغات سبعہ والا قول ہے جیسا کہ دوسرے حضرات نے بھی اسی کو اکثر علماء کی رائے اوران کا قول مختار بتلایا ہے امام بیہقی اور ابن عطیہ نے اسی کی تصحیح کی ہے۔

دلیل: (۱) امام طحاوی رحمہ اللہ نے أبی بن کعب سے روایت نقل کی ہے کہ "ان النبي ﷺ أتاه جبرئیل فقال ان اللّٰه یأمرک أن تقرأه انت و أمتک علی حرف واحد فقال اسأل اللّٰه عز وجل معافاته و مغفرته ان امتي لاتطیق ذالک ثم رجع إلیه الثانیة فقال له جبرئیل مثل ذلک وساق الحدیث إلی قوله ان اللّٰه یأمرک و أمتک أن تقرأ القرآن علی سبعة أحرف، چنانچہ دورِ عثمانی تک ان ہی سات لغات کے مطابق قرآن پاک پڑھا جاتا تھا۔

(مرقات:۲۹۶/۱)

(ج): لکل آیة منها ظهر وبطن کا مفہوم:

(۱) ظہر سے وہ معانی مراد ہیں جن کو تمام اہلِ زبان سمجھتے ہیں بطن سے مراد وہ معانی اور اسرار ورموز ہیں جن کا انکشاف خاص بندوں پر ہی ہوتا ہے (۲) ظہر لفظ کا نام ہے اور بطن معنیٰ کا نام ہے (۳) ظہر سے تلاوت اور بطن سے اس میں غور وخوض اور تدبر کرنا مراد ہے (۴) ظہر سے معانی تفسیریہ اور بطن سے مسائل مستنبطہ مراد ہیں (۵) ظہر سے وہ مراد ہے جو سنتے ہی فوراً سمجھ میں آجائے اور بطن سے وہ مراد ہے جس کو دلالۃً، اشارۃً، کنایۃً، نکالا جاتا ہے۔ (ایضاح المشکاۃ:۲۲۸/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel :New Madarsa

(د): لِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ کا مفہوم:

حد سے مراد ظہر و بطن کی انتہاء ہے، مطلع اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے کسی چیز کو دیکھا جاسکتا ہے یا جس کے ذریعہ کسی چیز تک پہنچا جاسکتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ ہر آیت کے ظاہری اور باطنی معنیٰ اور اس کی حد معلوم کرنے کے لیے ایک مقام اور ذریعہ وآلہ موجود ہے، چنانچہ ظاہری معنیٰ کا مقام وذریعے اطلاع علم عربیت وعلمِ ادب وغیرہ اور باطنی معنیٰ کا مقام وذریعہ تزکیۂ نفس ہے، ہر آیت کا ظاہری اور باطنی معنیٰ رہنے کی وجہ سے قاضی ابوبکر فرماتے ہیں کہ علوم القرآن ۷۷۴۵۰ کا مجموعہ ہے، پھر بعض نے کہا اس عدد کو چار میں ضرب دینے سے جو عدد نکلتا ہے ۳۰۹۸۰۰ تین لاکھ نو ہزار آٹھ سو علوم کا مجموعہ ہے۔ (مرقات: ۲۹۵/۱)

۴۳۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۳۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ اَوْسُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْفَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَاكَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): آیتِ محکمہ، سنتِ قائمہ، فریضۂ عادلہ کے معنیٰ کی وضاحت کریں۔

(ج): حدیثِ پاک کا مقصد بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علمِ دین تین چیز ہیں: (۱) آیتِ محکمہ (۲) سنتِ قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ زائد اور بے معنیٰ ہے۔

(ب): آیتِ محکمہ، سنتِ قائمہ، فریضۂ عادلہ کے معنیٰ کی وضاحت:

آیتِ محکمہ: (۱) یعنی ایک تو وہ آیت جو منسوخ نہیں ہیں (۲) دوسری یا ایسی آیات مراد ہیں جن میں فقط تاویل واحد ہی کا احتمال ہو۔

سنت قائمہ: (۱) ایسی سنت جو ثابت شدہ اور صحیح ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور معمول بہا بھی ہو۔ (۲) وہ احکامِ شرعیہ وسنن وغیرہ جو عبادات میں ثابت شدہ ہیں جن پر پورا علمِ فقہ مشتمل ہے اور اس پر جمہور صحابہ وتابعین کا اجماع ہے۔

فریضۃ عادلۃ: (۱) ورثاء کے حصے مراد ہیں اور اسی کے ساتھ ابواب القضاء بھی لاحق ہے۔

(۲) ایسا حکم مراد ہے، جو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور قیاس سے ثابت و مستنبط ہو۔

(۳) ما اتفق علیہ المسلمون مراد ہے یعنی اجماعِ امت۔ (مرقات: ۱/۲۹۸)

(ج): حدیثِ پاک کا مقصد:

اس حدیث پاک سے شارع علیہ السلام کا مقصد علومِ شرعیہ کا انحصار ہے یعنی کہ امت کو بتلانا ہے کہ شرعی علوم فقط تین ہیں ان کے علاوہ جمیع علوم فضولی ہیں تا کہ امت علومِ شرعیہ کی جانب متوجہ ہو اور غیر شرعی علوم سے اعراض کرنے لگے اور یہ مقصد علومِ شرعیہ کے علاوہ کی نفی اور ان کی مذمت بیان کرنے سے حاصل ہوگا، اسی لیے فرمایا کہ ان کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ یہ زائد اور مخل در مقصود ہیں۔ (مرقات: ۱/۲۹۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۴۴۔ مشکوۃ شریف: ص/۳۶

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ. (رواه البيهقي)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کے لغوی اور مرادی معنیٰ تحریر کرتے ہوئے "عدول" کا مصداق متعین کریں۔

(ج): مطلب تحریر کرتے ہوئے تحریف، تأویل اور ارتحال کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن عذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک لوگ (کتاب وسنت کے) اس علم کو حاصل کریں گے اور یہی لوگ اس علم کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے والوں کی تحریفات کو باطل لوگوں کی افتراپردازی کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کے لغوی اور مرادی معنیٰ تحریر کرتے ہوئے "عدول" کا مصداق:

خلف: یہ باب نصر سے استعمال ہوتا ہے، بمعنیٰ پیچھے آنا، یہاں اس سے مراد بعد میں آنے والے نیک لوگ ہیں۔

عدول: جمع "عادل" بمعنیٰ انصاف پسند ہونا، یہاں اس سے مراد نیک ہونا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الغالین: یہ ”غلو“ سے مشتق ہے اور ”غال“ کی جمع ہے، بمعنیٰ حد سے تجاوز کرنا، یہاں اس سے مراد دین میں غلو کرنا ہے۔

انتحال: یہ باب افتعال سے استعمال ہوتا ہے بمعنیٰ جھوٹ بولنا، جھوٹی نسبت کرنا، یہاں اس سے مراد دین میں جھوٹی باتیں منسوب کرنے والے ہیں۔

تاویل: یہ باب تفعیل سے استعمال ہوتا ہے بمعنیٰ کسی چیز کا مطلب اپنی جانب سے بیان کرنا، یہاں اس سے مراد دین میں بے موقع تاویلات کرنے والے ہیں۔

واضح رہے کہ یہاں ”عدول“ سے مراد وہ رجلِ صالح ہے جو ہر زمانے میں دین کو حد سے تجاوز کرنے والوں کی تحریفات، باطل لوگوں کی افتراپردازی اور جاہلوں کی تاویلات سے محفوظ کرتا ہے۔

(ج): مطلب العبارۃ:

واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے ہر زمانے میں ایسے لوگوں کے موجود ہونے کی بشارت دی ہے جو ہمیشہ دین کو حد سے تجاوز کرنے والوں کی تحریفات، باطل لوگوں کی افتراپردازی اور جاہلوں کی تاویلات سے محفوظ رکھیں گے۔

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ میں تحریف سے مراد کلامِ خداوندی اور کلامِ رسول کو اس کے اصل معنیٰ سے پھیرنا ہے، اور انتحال سے مراد دین میں اپنی جانب سے جھوٹی باتوں کو داخل کرنا ہے اور تاویل سے مراد قرآن وحدیث کے غلط معانی بیان کرنا ہے۔

۴۵۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۳۶

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْمُصْحَفًا وَرَّثَهٗ اَوْمَسْجِدًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

بَنَاهُ اَوْبَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ أَوْنَهْرًا اَجْرَاهُ أَوْصَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ. (رواه ابن ماجه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی وضاحت کریں۔

(ج): نشرِ علم کی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟

(د): ولدِ صالح انسان کے حسنات میں کیوں کر ہوسکتا ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن کو اس کے جس عمل یا جن نیکیوں کا ثواب مرنے کے بعد ملتا ہے اس میں سے ایک تو علم ہے جس کو اس نے سیکھا اور اس کی اشاعت کی، اور نیک اولاد ہے جس کو اپنے مرنے کے بعد چھوڑا، اور قرآن مجید ہے جس کو وارثوں کے لیے چھوڑا اور مسجد ہے جس کو اپنی زندگی میں بنایا ہو، اور مسافر خانہ جس کو اس نے بنایا ہو، اور پانی کی نہر جس کو اس نے جاری کیا ہو، اور وہ صدقہ ہے جس کو اس نے اپنی زندگی میں نکالا ہو اپنے مال سے صحت اور تندرستی کی حالت میں، ان تمام اُمور کا ثواب مرنے کے بعد ملتا ہے۔

(ب): حدیث شریف کی وضاحت:

اس حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ایسے اُمور ذکر کیے ہیں جن کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) جس آدمی نے علم سیکھا اور آگے دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دی۔

(۲) جس آدمی نے اپنی اولاد کی اچھی اصلاح کی اور اچھی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا وہ اس کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔

(۳) جس آدمی نے قرآنِ کریم وارثوں میں چھوڑا، اور اسی کے حکم میں شرعی کتابیں ہیں کہ قرآن وسنت کے مطابق دینی کتابوں کو چھوڑ کر دنیا سے انتقال کیا۔

(۴) جس آدمی نے اپنی زندگی میں کوئی مسجد بنائی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، اور مسجد کے حکم میں مدارسِ دینیہ، مشائخ کی خانقاہیں بھی شامل ہیں جن میں تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔

(۵) جس آدمی نے لوگوں کی سہولت کے لیے کوئی مسافر خانہ تعمیر کیا ہو، جب تک لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں، اس مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

(۶) جس آدمی نے لوگوں کی سہولت کے لیے کوئی نہر جاری کی ہو اور اسی میں شامل ہے کسی دوسرے طریقے سے لوگوں کے لیے پانی کا بندوبست کرنا۔

(۷) جس آدمی نیا پنی زندگی میں صحت وتندرستی کی حالت میں صدقہ وخیرات کیا ہو ان سب چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد اس کو ملتا رہتا ہے۔

اس مضمون کی ایک روایت تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ ہے: "سبع يجري للعبد اجرهن بعد موته وهو في قبره من علم علما أو اجرى نهراً أو حفر بئرا أو غرس نخل أو بنى مسجداً أو ترك ولداً، يستغفر لهٗ من بعد موته أو ورّث مصحفا"۔ (ماخذ: مظاہر حق: ۱/ ۳۱۰-۳۱۱، انوار المصابیح: ۱/ ۴۷۳-۴۷۴)

(ج): نشرِ علم کی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟

مشکوۃ کے بین السطور میں ہے کہ: يعم التعليم والتاليف ووقف الكتب. (بحوالہ مرقات: ۱/ ۳۰۶) یعنی اس میں دوسرے کو سکھانا اور تصنیفات اور کتابوں کو وقف کرنا بھی شامل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): ولدِ صالح انسان کے حسنات میں کیوں کر ہو سکتا ہے؟

ولدِ صالح انسان کے حسنات میں بننے کی کیفیت یہ ہے کہ ولدِ صالح اپنے والد کے لیے استغفار کرے گا اور صدقات و خیرات وغیرہ کرے گا، کیونکہ حدیث میں ہے:

"أو ترک ولداً یستغفر لہٗ من بعد موتہ".

۴۶۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۴۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَاصَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): قبولیت کے معنیٰ اور اس جگہ قبولیت سے مراد کی وضاحت کریں۔

(ج): لاتقبل صلاۃ کا مطلب بیان کریں۔

(د): لاصدقۃ من غلول کا مطلب بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی نماز پاکی کے بغیر قبول نہیں کی جاتی ہے اور مالِ غنیمت سے خیانت کر کے لی ہوئی چیز کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا ہے۔

(ب): قبولیت کے معنیٰ اور اس جگہ قبولیت سے مراد کی وضاحت:

قبول کے دو معنیٰ ہیں: (۱) قبول بمعنیٰ صحت و اصابت (۲) اور قبول بمعنیٰ رضا و اجابت۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قبول صحت واصابت سے مراد: کون الشيء مستجمعا لجميع الشرائط والأركان، یعنی شئ کے اندر تمام شرائط وارکان کے پائے جانے کو قبول صحت واصابت کہتے ہیں اوراس کا نتیجہ دنیاوی اعتبار سے فراغ الذمہ ہے اور قبول رضا واجابت سے مراد وقوع الشيء في حيز مرضاة الله سبحانه وتعالٰى اور كون الشيء يترتب عليه من وقوعه عندالله موقع الرضاء ويترتب عليه الثواب یعنی وہ عمل عنداللہ پسندیدہ ہواوراس پر ثواب مرتب ہواوراس کے درجات بلند ہوں، اس کا نتیجہ آخرت کا ثواب ہے۔

لاتقبل صلاة بغير طهور میں قبول سے قبولِ صحت واصابت مراد ہے أي لاتصح صلاة بغير طهور اور لاصدقة من غلول: میں قبول سے قبولِ رضا و اجابت مراد ہے۔ (حاشیہ ترمذی:۲/۳،معارف السنن:۱/۲۹)

(ج): لاتقبل صلاة کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں نکرہ تحت النفی واقع ہے، لہٰذا عموم کا فائدہ دے رہا ہے، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی نماز خواہ کسی قسم کی ہو بغیر طہارت کے صحیح نہیں ہوتی، اس لیے تمام امت کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ نماز کے لیے طہارت ضروری ہے، البتہ نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت کے بارے میں اختلاف ہے۔

(د): لاصدقة من غلول کا مطلب:

غَلَّ، يَغُلُّ، غُلُوْلًا: بابِ نصر کا مصدر ہے، اس کے معنی مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کے ہیں، یہاں غلول سے مراد ہر وہ کمائی جو ناجائز اور حرام طریقے سے حاصل ہوئی ہو۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ناجائز و حرام آمدنی میں سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۴۷۔مشکوٰۃ شریف:ص/۴۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَوَضَّؤُا مِمَّامَسَّتِ النَّارُ، رواه مسلم قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْاَجَلُّ مُحِيُ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا مَنْسُوْخٌ بِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): وضوء مما مست النار کے بارے میں ائمہ کا اختلاف بیان کریں۔

(ج): حدیث کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس چیز کو آگ نے پکایا ہو اس کو کھانے کے بعد وضوء کرو، اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے؛ لیکن حضرت شیخ الامام الاجل محی السنہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کا حکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے ذریعہ منسوخ ہے کہ انہوں نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شانہ کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(ب): وضوء مما مست النار کے بارے میں ائمہ کا اختلاف:

اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ صدرِ اول میں کچھ اختلاف تھا بعض صحابہ جیسے حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابو ہریرہ زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرو غیرہ رضی اللہ عنہم اس سے نقض وضوء کے قائل تھے؛ لیکن بعد میں صحابہ اور تابعین کا اس کے ناقضِ وضوء نہ ہونے پر اجماع ہو گیا، ائمۂ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مماست النار سے وضوء واجب نہیں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

دلیل: عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ. (مشکوٰۃ:۴۰)

(ج): حدیث کا جواب:

(۱) اس حدیث کے بارے میں ایک بات تو امام محی السنہ نے بتادی ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کی صورت میں از سرِ نو وضو کرنے کا جو حکم اس حدیث میں ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ایسا حکم دیا تھا، پھر بعد میں یہ حکم اُٹھا لیا گیا اور اس کی دلیل میں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کردی ہے۔

(۲) ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ، ابن الصلاح رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے نسخ کی صراحت کی ہے اور ناسخ قولِ صحابی "کَانَ آخِرُ الْاَمْرَیْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ تَرْکَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ" کو قرار دیا ہے یہی بات علامہ طیبی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں۔

(۳) توضئوا مماست النار سے وضوءِ شرعی کرنا مراد نہیں، بلکہ وضوءِ لغوی مراد ہے یعنی منہ ہاتھ دھونا اور کلی کر لینا تاکہ چکنائی وغیرہ دُور ہو جائے، اس کو وضوء طعام کہتے ہیں اور یہ مسنون ہے، پس اس صورت میں حدیث کے مذکرہ حکم کو منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

(۴) اس سے وضوءِ شرعی ہی مراد ہے؛ لیکن یہ حکم استحبابی ہے۔ (مرقات:۱/۳۳۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۴۸۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۴۰

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ، وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث میں مذکور تینوں جملے کس قاعدہ سے مفید حصر ہیں؟ تحریر کریں۔

(ج): ہر ہر جملہ کی تشریح کرتے ہوئے پہلے جملہ کی روشنی میں فاقد الطہورین کے مسئلہ کو مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔ دوسرے جملہ کے تحت تحریمہ کے لیے لفظ اللہ اکبر کے ضروری ہونے اور نہ ہونے میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں۔ تیسرے جملہ کے تحت نماز سے خروج کے لیے السلام علیکم کے ضروری ہونے اور نہ ہونے کے باب میں ائمہ کے مذاہب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا ہے کہ نماز کی کنجی پاکی ہے، اور نماز کا تحریمہ تکبیر ہے، اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے۔

(ب): حدیث میں مذکور تینوں جملے کس قاعدہ سے مفید حصر ہیں؟

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ فی السوال کے تینوں جملے مفید حصر ہیں، رہا یہ سوال کہ یہ کس قاعدہ کی بنیاد پر مفید حصر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملے ایک تو اس لیے مفید حصر ہیں کہ ان میں خبر متبدا پر مقدم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب خبر مبتدا پر مقدم ہوتی ہے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حصر کا فائدہ دیتا ہے اور دوسرے اس لیے مفید حصر ہیں کہ ان تینوں جملوں میں مسند اور مسند الیہ دونوں معرفہ ہیں اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب مسند اور مسند الیہ دونوں معرفہ ہوں تو جملہ مفید حصر ہو جاتا ہے اور اس جملے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، پس انہیں دونوں قاعدوں کی بنیاد پر یہ تینوں جملے یہاں مفید حصر ہیں۔

(ج): پہلے جملہ کی روشنی میں فاقد الطہورین کے متعلق اختلافِ ائمہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کے پہلے جملے میں حضور علیہ السلام نے پاکی کو نماز کی کنجی ارشاد فرمایا ہے اس کا صاف اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ بغیر طہارت و پاکی کے نماز نہیں ہوتی ہے، نماز پڑھنے سے پہلے نمازی پر پانی سے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے پاکی حاصل کرنا ضروری ہے۔

لیکن اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کو نماز کے وقت میں پانی یا مٹی میں سے کچھ بھی نہ ملے تو اس کا کیا حکم ہے آیا وہ نماز ادا کرے گا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے متعلق فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے؛ چنانچہ احناف میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں مبتلا ہونے والا شخص فی الوقت نماز ادا نہیں کرے گا، بلکہ بعد میں اس کی قضاء کرے گا، اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص تشبہ بالمصلین اختیار کریگا یعنی نماز کی ہیئت بنائے گا اور قراءت نہیں کرے گا اور بعد میں اس نماز کی قضاء کرے گا۔

واضح رہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ اپنے اس مسلک پر یہ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ نماز کے لیے وضو یا تیمّم کے ذریعہ پاکی حاصل کرنا شرط ہے اور یہ شخص پانی اور مٹی کے نہ ہونے کی وجہ سے وضو یا تیمم پر قادر نہیں ہے، اس لیے اس پر فی الفور نماز ادا کرنا بھی لازم نہیں ہے۔

اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے نماز ساقط ہے، پس اس پر نہ تو فی الفور نماز ادا کرنا ضروری ہے اور نہ بعد میں اس کی قضاء کرنا ہی لازم ہے، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر فی الفور بھی نماز ادا کرنا ضروری ہے اور بعد میں اس نماز کی قضاء کرنا بھی لازم ہے، اب رہے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تو آپ کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں؛ لیکن مشہور قول یہ ہے کہ یہ شخص امتثالاً للامر اس وقت بھی نماز ادا کرلے اور بعد میں طہارت کے ساتھ اس نماز کی قضاء بھی کرلے۔

کیا تکبیر تحریمہ کے لیے لفظ اللہ اکبر ہی کہنا ضروری ہے؟

واضح رہے کہ تمام ائمہ کے نزدیک لفظ اللہ اکبر کے ذریعہ تکبیر تحریمہ کہنا سنت مؤکدہ ہے، لیکن صرف اسی کے ذریعہ تحریمہ کہنا لازم نہیں ہے، بلکہ ہر اس لفظ سے جو اللہ کی عظمت اور بڑائی پر دلالت کرے، تکبیر تحریمہ کہنا جائز ہے؛ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک لفظ ''اللہ اکبر'' کے علاوہ ''اللہ الا کبر، اللہ کبیر، اللہ الکبیر، اللہ أجل'' اور ''اللہ أعظم'' کے ذریعہ بھی تکبیر تحریمہ کہنا جائز ہے، اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ''اللہ اکبر'' کیعلاوہ صرف ''اللہ اکبر، اللہ الا کبر، اللہ کبیر'' اور ''اللہ الکبیر'' کے ذریعہ تکبیر تحریمہ کہنا جائز ہے، ان کے عاوہ کسی اور الفاظ سے جائز نہیں ہے۔

لیکن چونکہ سنت مؤکدہ اللہ اکبر کے ذریعہ ہے، اس لیے احناف کے نزدیک ان الفاظ کے ذریعہ تحریمہ کہنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے۔

اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ''اللہ اکبر'' کے علاوہ کسی اور لفظ سے تکبیر تحریمہ کہنا جائز نہیں ہے، اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اللہ اکبر'' اور ''اللہ الا کبر'' کے ذریعہ بھی تکبیر تحریمہ کہہ سکتے ہیں۔

کیا نماز پوری کرنے کے لیے لفظ السلام علیکم کہنا ضروری ہے؟

واضح رہے کہ جس طرح نماز شروع کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کے الفاظ میں ائمہ کا اختلاف ہے اسی طرح نماز کو ختم کرنے کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے؛ چنانچہ حضرت امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز مکمل کرنے کے لیے لفظ "السلام علیکم" کہنا لازم اور ضروری نہیں ہے، بلکہ نماز کسی بھی ایسے عمل کے ذریعہ جو قاطع الصلوٰۃ ہو ختم کی جاسکتی ہے، لیکن چونکہ صیغۂ سلام کے ذریعہ نماز کو مکمل کرنا مسنون ہے، اس لیے کسی اور عمل کے ذریعہ پوری کی جانے والی نماز احناف کے نزدیک واجب الاعادہ ہے، احناف کے برخلاف حضرت امام مالک رحمہ اللہ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نماز مکمل کرنے کے لیے لفظ "السلام علیکم" کہنا لازم ہے، اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نماز پوری کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۹۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۴۱

عَنْ بُسْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَامَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مس ذکر کے متعلق ائمہ کے مذاہب مدلل تحریر کریں۔

(ج): اس مسئلہ میں احناف کے مذہب کی وجوہِ ترجیح تحریر کریں۔

(د): محی السنہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو جو منسوخ کہا ہے احناف اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے ذکر کو چھوئے وہ وضو کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مس ذکر کے متعلق ائمہ کے مذاہب:

مس ذکر ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں حضرات ائمہ کرام کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس مسئلہ میں فقہاء کے دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مس ذکر ناقضِ وضو نہیں ہے، پس اگر کسی نے وضو کر لینے کے بعد اپنا ذکر چھولیا تو وہ بغیر وضو کیے نماز ادا کر سکتا ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مس ذکر خواہ حائل کے ساتھ ہو یا بلا حائل کے، مطلقاً ناقضِ وضو ہے، البتہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مس ذکر ہتھیلی کے اندرونی حصہ سے بلا کسی حائل کے ہو تو ناقضِ وضو ہے ورنہ ناقضِ وضو نہیں ہے، لیکن آپ کی مشہور اور مفتیٰ بہ روایت پہلی ہی ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اس مسئلہ میں اپنے مسلک پر حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، حضرت طلق بن علی ارشاد فرماتے ہیں: "قدمنا على نبي الله صلى الله عليه وسلم فجاء رجل كأنه بدوي فقال يا نبي الله ماترى في مس الرجل ذكره بعدمايتوضأ فقال (رسول الله) صلى الله عليه وسهم: هل هو الا مضغة منه أوبضعة منه" ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتنے میں ایک شخص آیا جو دیکھنے میں بدو لگتا تھا، اس نے معلوم کیا کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس شخص کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں جو وضو کر لینے کے بعد اپنی شرم گاہ کو چھو لے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ (شرم گاہ) بھی تو تمہارے بدن کا ایک ٹکڑا ہی ہے۔

اس روایت سے ان حضرات کا اپنے مسلک پر استدلال کرنا بالکل واضح ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے انسان کی شرم گاہ کو انسان کے بدن کا ایک حصہ قرار دیا ہے، پس جس طرح بدن کے کسی اور حصہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح ذکر کو چھونے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر ان احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے جن میں مس ذکر کے بعد وضو کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، ان روایات میں سب سے مضبوط روایت سوال میں ذکر کردہ روایت ہے، اس روایت میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد مذکور ہے: "إذا مسّ أحدكم ذكره فليتوضأ" جو شخص اپنے ذکر کو چھو لے اسے چاہیے کہ وضو کرے۔ پس یہ حضرات اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ وضو کے بعد مس ذکر ناقضِ وضو ہے۔

(ج): اس مسئلہ میں احناف کے مذہب کی وجوہِ ترجیح:

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں احناف کے مسلک کی وجوہاتِ ترجیح احادیث کی شروحات میں بہت کثرت سے موجود ہیں، ان کی تفصیل سے قطع نظر صرف ایک وجہ ترجیح بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کو لے کر دو احادیث میں تعارض ہو جاتا ہے، تو قاعدہ یہ ہے کہ پھر قیاس کی جانب رجوع کیا جاتا ہے، پس یہاں بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت طلق بن علی اور حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہ کی روایات میں تعارض ہے، پس یہاں بھی قیاس کی جانب رجوع کیا جائے گا اور قیاس اس مسئلہ میں احناف کے مسلک کی تائید کرتا ہے، بایں طور کہ انسان کے اعضاء جبکہ ان پر کوئی ظاہری نجاست لگی ہوئی نہ ہو تو طاہر ہوتے ہیں ان کو چھونا آدمی کی طہارت پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے، اور اعضاء مخصوصہ بھی چونکہ بالاتفاق طاہر ہیں، لہٰذا ان کا چھونا بھی آدمی کی طہارت یعنی وضو وغیرہ پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

(د): محی السنہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو جو منسوخ کہا ہے احناف اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

واضح رہے کہ محی السنہ رحمہا اللہ نے مس ذکر کے ناقض وضو نہ ہونے کے متعلق احناف کی دلیل حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت سنہ ھ کی ہے، اس لیے کہ حضرت طلق حضور علیہ السلام کی خدمت میں مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت حاضر ہوئے تھے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مس ذکر کے ناقض وضو ہونے پر دلالت کرتی ہے، کے ھ کی ہے، اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے موقع پر ایمان لائے ہیں، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے منسوخ ہے۔

احناف محی السنہ کے اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جناب! کسی بھی حدیث کے ناسخ اور منسوخ ہونے کا دارومدار راوی کے اسلام قبول کرنے کی قبلیت اور بعدیت پر نہیں ہے؛ بلکہ سماعِ حدیث کی قبلیت اور بعدیت پر ہے اور یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے حضرت طلق رضی اللہ عنہ کے ھ کے بعد بھی خدمتِ نبوی علیہ السلام میں حاضر ہوئے ہوں اور انہوں نے اس حدیث کو اس وقت سنا ہو، اس لیے کہ اھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بعد حضرت طلق رضی اللہ عنہ کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئے ہوں تو پھر یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت "وإن صلّى ولم يتوضأ" باوجود ان کے متقدم الاسلام ہونے کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت "توضؤوا مما مست النار" کے لیے ناسخ ہے۔ (تحفۃ المرآۃ:۲۲۱)

۵۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۴۱

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا) قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ. (رواه ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مس مرأۃ کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل تحریر کریں۔

(ج): احناف کی طرف سے ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیتے پھر (جب نماز کا وقت ہو جاتا تو) نماز ادا فرماتے اور (از سرِ نو) وضو نہیں کرتے تھے۔

(ب): مس مرأۃ کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل:

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مس مرأۃ اور قبلہ مطلق ناقضِ وضو ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، محرم ہو یا غیر محرم، بالشہوۃ ہو یا بغیر شہوۃ۔

(۲) امام مالک، واحمد رحمہما اللہ (فی روایۃ) کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ناقضِ وضوء ہے: (۱) کبیرہ ہو (۲) اجنبیہ ہو (۳) مس بالشہوۃ ہو۔

(۴) احناف، واحمد رحمہما اللہ (فی روایۃ) کے نزدیک مطلقاً موجبِ وضوء نہیں، الّا یہ کہ مباشرت ہو۔

دلائل ائمہ ثلاثہ:

یہ حضرات آیتِ قرآنی: ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۳) سے استدلال کرتے ہیں اور لمس کو لمس بالید پر محمول کرتے ہیں، اور اس پر قرینہ یہ بتاتے ہیں حمزہ اور امام کسائی کی قرأت میں "اَوْلَمَسْتُمْ" آیا ہے، اس کے معنیٰ لمس بالید کے ہیں، نیز ابن عمر اور ابن مسعود کے آثار سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

(۱) قال عمر ان القبلة من اللمس فتوضّئوا منها. (مشکوٰۃ: ۴۱/۱)

(۲) عن ابن مسعودؓ قال كان يقول من قبلة الرجل امرأته الوضوء. (مشکوٰۃ: ۴۱/۱)

(۳) عن ابن عمر كان يقول قبلة الرجل امرأته و مسها بيده من الملابسة ومن قبل امرأته و مسها بيعه فعليه الوضوء. (مشکوٰۃ: ۴۱/۱)

دلائل احناف:

(۱) عن عائشة قالت ان النبي ﷺ قبل بعض نسائه ثم خرج إلى الصلوٰة ولم يتوضأ. (ترمذی: ۲۵/۱)

(۲) عن عائشةؓ لقد رأيتني ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي وأنا مضطجعة بينه وبين القبلة فإذا أراد ان يستجد غمزني فقبضت رجلي. اس میں تصریح ہے کہ حالتِ صلوٰۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رجلین چھویا کرتے تھے۔ (ایضاح المشکاۃ: ۲۵۹/۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) عن عائشة طلبت النبي ﷺ ليلة فوقعت يدي على بطن قدمه وهو ساجد. (بخاري و مسلم) اگر مس مرأۃ ناقض وضوء ہوتا تو حضور نماز کو جاری رکھنے کے بجائے دوبارہ وضوء فرماتے۔

(ج): احناف کی طرف سے ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب:

اِس آیتِ کریمہ کا جواب احناف نے یہ دیا ہے کہ "لَامَسْتُمْ" سے جماع مراد ہے جیسا کہ یہی رئیس المسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس آیت میں اصل مقصود تیمّم کا بیان ہے اور بتلانا یہ ہے کہ تیمّم حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر دونوں سے ہوتا ہے اور "اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ" سے حدثِ اصغر کو بیان کیا گیا ہے اور "اولمستم النساء" سے کنایۃً حدثِ اکبر کو بیان کیا گیا اور اگر "اَوْلٰمَسْتُمْ" کو حدثِ اصغر پر محمول کیا جائے تو آیتِ کریمہ حدثِ اکبر کے بیان سے خالی ہو جائے گی۔

نیز "اولمستم" یہ بابِ مفاعلۃ سے ہے جو مشارکت پر دلالت کرتا ہے اور مشارکت جماع اور مباشرتِ فاحشہ میں ہوسکتی ہے۔

۵۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۴۲

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاأَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَاتَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ، وَلَاتَسْتَدْبِرُوْهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْغَرِّبُوْا. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): استنجاء کے وقت قبلہ کے استقبال واستدبار میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): "شرّقوا" اور "غرّبوا" کا مفہوم اور اس کے مخاطب کون لوگ ہیں اور کیوں ہیں؟ تحریر کریں۔

(د): غائط کے لغوی اور مرادی معنی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو (پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت) قبلہ کی جانب منہ مت کیا کرو، بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب کرلیا کرو۔

(ب): استنجاء کے وقت قبلہ کے استقبال واستدبار میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل:

استنجاء کے وقت قبلہ کے استقبال واستدبار کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مابین اختلاف ہے؛ چنانچہ اس مسئلہ میں ان حضرات کے مختلف مذاہب ہیں، جن میں سے مشہور درج ذیل دو مذاہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، آپ رحمہ اللہ کے نزدیک قضاءِ حاجت کے وقت بیت اللہ کا استقبال واستدبار کرنا خواہ آبادی میں ہو یا جنگل میں مطلقاً ناجائز اور حرام ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ اس مسئلہ میں احناف کا جو قول ہم نے ذکر کیا ہے وہ مفتی بہ قول ہے، ارچہ اس سلسلے میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اور بھی اقوال منقول ہیں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کا استقبال واستدبار کرنا خواہ جنگل میں ہو یا آبادی میں مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے، نیز ایک تیسرا قول یہ ہے کہ قضاءِ حاجت کے وقت بیت اللہ کا استقبال کرنا تو مطلقاً (خواہ جنگل میں ہو یا آبادی میں) ناجائز ہے جبکہ استدبار دونوں جگہ جائز ہے، اور چوتھا قول جو درحقیقت حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے؛ لیکن اس کو بھی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ ہی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ ہے کہ قضاءِ حاجت کے وقت بیت اللہ کا استدبار کرنا صرف آبادی میں جائز ہے اور جنگل میں استقبال واستدبار اور آبادی میں استقبال کرنا قطعاً ناجائز ہے؛ لیکن ان تمام اقوال میں مشہور اور مفتی بہ قول اور احناف کا صحیح مذہب وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرات ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک قضاءِ حاجت کے وقت بیت اللہ کا استقبال واستدبار کرنا آبادی میں تو جائز ہے؛ لیکن جنگل میں جائز نہیں ہے، البتہ جنگل میں اگر کوئی آڑ موجود ہو تو پھر وہاں بھی جائز ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ فی السوال روایت سے استدلال کیا ہے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: "إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ولا تستدبروها" جب تم بیت الخلاء جاؤ تو پیشاب وپاخانہ کے وقت قبلہ کا استقبال واستدبار کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام اعظم اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی جانب چہرا یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً (خواہ آبادی میں ہو یا جنگل میں) منع فرماتے ہیں اور مطلقاً منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بھی اس حدیث میں آبادی یا جنگل کی قید لگائے بغیر قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی جانب چہرا یا پیٹھ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

حضرات ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "لقد ارتقیت علٰی ظهر البیت فرأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم علٰی لبنتین مستقبل بیت المقدس لحاجته" (میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے قضاءِ حاجت فرما رہے ہیں) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "نهٰی نبی اللّٰه صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلة ببول فرأیته قبل أن یقبض بعام یستقبلها" (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں پیشاب کرنے کے وقت قبلہ کا استقبال کرنے سے منع فرمایا؛ لیکن میں نے آپ علیہ السلام کو آپ کی وفات سے ایک سال قبل (پیشاب کے وقت) قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے دیکھا ہے) حضرات ائمہ ثلاثہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے آبادی میں قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کے استقبال و استدبار کو جائز قرار دیتے ہیں، اور جنگل کے متعلق چونکہ ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے، اس لیے وہاں آڑ نہ ہونے کی صورت میں ایسا کرنا ناجائز فرماتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): "شرّقوا" اور "غرّبوا" کا مفہوم:

حدیث شریف میں مذکور لفظ "شرقوا أو غربوا" کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی قضاءِ حاجت کے وقت اپنا چہرہ اور پیٹھ قبلہ کی جانب نہ کرے، بلکہ ان کو مشرق یا مغرب کی جانب کرے۔

اس کے مخاطب کون لوگ ہیں اور کیوں ہیں؟

واضح رہے کہ مشرق ومغرب کی جانب چہرہ یا پیٹھ کرنے کا یہ حکم صرف اہلِ مدینہ اوران لوگوں کے لیے ہے، جن کا قبلہ شمال اور جنوب کی جانب ہے، رہے وہ حضرات جو ایسے شہروں میں رہتے ہیں، جہاں کا قبلہ مشرق ومغرب ہی کی جانب سے ہے تو پھر ان کے لیے قضاءِ حاجت کے وقت مشرق ومغرب کی جانب چہرا یا پیٹھ کرنا ممنوع ہے اوران کے لیے شمال یا جنوں کی طرف اپنا رُخ کرنا ضروری ہے۔

(د): غائط کے لغوی اور مرادی معنیٰ:

غائط لغت میں نشیبی جگہ کو کہتے ہیں؛ لیکن حدیث میں اس سے مراد قضاءِ حاجت کرنا ہے۔ واضح رہے کہ زمانۂ نبوت کے ابتدائی دور میں گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتے تھے، لوگ جنگل کے نشیبی حصوں میں جاکر ضروریات سے فارغ ہوا کرتے تھے، بایں وجہ حدیث شریف میں غائط بول کر قضائے حاجت سے کنایہ کیا گیا ہے۔

۵۲- مشکوۃ شریف: ص/۴۲

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ. (متفق عليه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): استنجاء کے وقت قبلہ کے استقبال واستدبار میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

(ج): یہ حدیث معقل بن یسار کی روایت "رسول اللہ ﷺ أن نستقبل القبلتین ببول أو غائط" کے معارض ہے؟ آپ اس تعارض کو تحریر کر کے، تعارض کا دفعیہ کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ایک دن میں (اپنی کسی ضرورت سے) ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ رفعِ حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا منہ شام کی سمت تھا۔

(ب): استنجاء کے وقت استقبال واستدبارِ قبلہ میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل:

یہ جزئیہ سوال نمبر ۱۵ میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

(ج): تعارض کی تقریر:

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ فی السوال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مابیان تعارض ہے بایں طور کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: "ارتقیت فوق بیتِ حفصۃ لبعضِ حاجتي فرأیت رسول اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ﷺ یقضي حاجته مستدبر القبلة مستقبل الشام“ (میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام قبلہ کا استدبار کیے ہوئے ملک شام کی جانب رُخ کر کے قضاءِ حاجت فرما رہے ہیں) اور مدینہ منورہ میں بیت اللہ جنوب کی جانب اور ملکِ شام شمال کی جانب ہے، لہٰذا مدینہ منورہ میں ملکِ شام کی جانب چہرا کرنے سے بیت اللہ کی جانب پیٹھ کرنا لازم آتا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیت اللہ کی جانب پیٹھ کر کے قضاءِ حاجت کی ہے اور ایسا کر لینا (یعنی قضاءِ حاجت کے وقت بیت اللہ کی جانب پیٹھ کر لینا) جائز ہے، جبکہ حدیث مذکورہ فی السوال ایسے موقع پر بیت اللہ کی جانب چہرا اور پیٹھ دونوں کرنے کو ممنوع قرار دیتی ہے، پس معلوم ہوا کہ ان دونوں احادیث میں تعارض ہے۔

تعارض کا دفعیہ:

ابھی حدیث مذکورہ فی السوال اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان تعارض کی جو صورت بیان کی گئی ہے، علماء نے اس کو بہت سے طریقوں سے دُور کیا ہے؛ چنانچہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ یہ روایت فعلی ہے، جبکہ وہ تمام روایتیں جن میں قضاءِ حاجت کے وقت بیت اللہ کی جانب چہرا یا پیٹھ کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، قولی ہیں اور تعارض کے وقت قولی روایات کو فعلی روایات پر ترجیح حاصل ہوتی ہے اور ان ہی پر عمل کیا جاتا ہے، جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں حضور علیہ السلام اصلاً بیت اللہ کا استدبار کیے ہوئے نہیں تھے؛ لیکن جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چھت پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر پڑی تو آپ علیہ السلام بتقاضاءِ حیاء اپنی جگہ سے کچھ متحرک ہوئے (جیسا کہ عمومی طور پر ایسے مواقع پر ہوتا ہے) پس اس متحرک ہونے اور ہیئت بدلنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ بیت اللہ کی جانب ہوگئی، جس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا عمل سمجھ کر بیان کر دیا، جبکہ بعض علماء کہتے ہیں قضاءِ حاجت کے وقت کعبہ کا استدبار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں اور افضل پر اپنے سے کم رتبہ والے کی تعظیم کرنا لازم نہیں ہے۔

۵۳۔ مشکوۃ شریف: ص/۴۴

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ قَالَ الرَّاوِي وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): فطرت کے معنی بیان کریں۔

(ج): حدیث میں مذکور دس احکام کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ ان میں کونسی بات سنت اور کونسی مستحب ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے دس چیزیں پیدائشی سنت ہیں: (۱) مونچھ کے بال کترنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) جوڑوں کو دھونا (۷) بغلوں کے بال اُکھیڑنا (۸) زیرِ ناف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بال مونڈنا (۹) استنجاء کرنا، راوی فرماتے ہیں کہ دسویں چیز میں بھول گیا کہ وہ کیا تھی؛ لیکن میرا گمان ہے وہ کلی کرنا ہے۔

(ب): فطرت کے معنیٰ:

فطرت کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے؛ چنانچہ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد دین ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم کی آیت: ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ میں لفظ فطرت سے دین ہی مراد ہے، اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد سنت یا فطرتِ سلیمہ یعنی طبعِ سلیم ہے، حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ خطابی اور امام نووی رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض کے نزدیک اس سے سنتِ ابراہیمی مراد ہے۔

(ج): حدیث میں مذکور دس احکام کی وضاحت:

قولہ: قص الشارب: واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں دس احکام بیان کیے گئے ہیں، جن میں پہلا حکم، قص الشارب (یعنی مونچھوں کے بال صاف کرنے) کا ہے۔

واضح رہے کہ مونچھوں کے بالوں کو صاف کرنا سنت ہے اور انسان کی فطرت میں شمار ہوتا ہے اور اسی لیے احادیثِ مبارکہ میں حضور علیہ السلام نے مختلف الفاظ کے ذریعہ امت کو ان کے صاف کرنے کی تلقین فرمائی ہے؛ چنانچہ اس حدیث میں آپ علیہ السلام نے اگر "قص الشارب" فرما کر امت کو ان کے صاف کرنے کی ہدایت دی ہے، تو بعض دوسری احادیث میں آپ علیہ السلام نے "جزو الشوارب" اور "انهكوا الشوارب" کے الفاظ استعمال کر کے امت کو مونچھوں کے متعلق نصیحت فرمائی ہے۔

قولہ: اعفاء اللحية: دوسرا حکم اعفاء لحیہ یعنی داڑھی بڑھانے کا ہے، احادیث میں داڑھی کے بڑھانے کی بہت تاکیدات آئی ہیں اور یہ بھی سنت بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولہٗ: السواک: تیسرا حکم مسواک کرنے کے متعلق ہے، وضو سے پہلے مسواک کرنا بھی عندالاحناف سنت ہے۔

قولہٗ: الاستنشاق: چوتھا حکم ناک میں پانی ڈالنے کا ہے، احناف کے نزدیک ناک میں پانی ڈالنا وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے۔

قولہٗ: قص الأظفار: پانچواں حکم تقلیم الاظفار (یعنی ناخن کاٹنے) کا ہے، ناخن کا کاٹنا بھی سنت ہے اور انسان کی فطرتِ سلیمہ میں شمار ہوتا ہے۔

قولہٗ: غسل البراجم: چھٹا حکم غسل البراجم یعنی جوڑوں کو دھونے کا ہے، جوڑوں کا دھونا مستحب ہے اور انسان کی فطرتِ سلیمہ میں سے ہے۔

قولہٗ: نتف الابط: ساتواں حکم نتف الابط بغل کے بالوں کو اُکھیڑنے کا ہے، بغل کے بال صاف کرنا بھی انسان کی فطرت میں سے ہے، اسی لیے حدیث شریف میں تاکید کے ساتھ ان کے صاف کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، واضح رہے کہ بغل کے بالوں کے متعلق حدیث شریف میں "نتف" کا لفظ وارد ہوا ہے "نتف" کے لغوی معنیٰ اُکھاڑنے کے آتے ہیں، اسی لیے بعض علماء نے ان کو اُکھاڑنا ہی افضل قرار دیا ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان بالوں کو اُکھاڑنا ہی کوئی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ کسی بھی طریقہ سے ان کو صاف کر لینا جائز ہے۔

قولہٗ: حلق العانۃ: آٹھواں حکم استحداد یعنی زیرناف کے بال صاف کرنے کا ہے، زیرناف کے بال صاف کرنا انسان کی فطرت اور سنت میں شمار ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ احادیث میں زیرناف کے بال صاف کرنے کی مدت چالیس دن بیان کی گئی ہے، اس لیے ہر مسلمان پر ان بالوں کو چالیس دن کے اندر اندر صاف کر لینا ضروری ہے۔

قولہٗ: انتقاص الماء: نواں حکم انتقاص الماء کا ہے، واضح رہے کہ اس جملہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دو معنی آتے ہیں: (۱) قضاءِ حاجت کے بعد استنجاء کرنا (۲) وضو کے بعد شرم گاہ پر پانی کے چھینٹے مارنا، اب اگر اوّل مراد ہے تو یہ انسان کی فطرت میں سے ہے اور واجب ہے اور اگر ثانی مراد ہے تو یہ مستحب ہے۔

دسواں حکم کیا ہے اس کے متعلق راوی کو شک ہے البتہ گمان یہ ہے کہ یہ حکم کلی کرنے کا تھا، اب اگر یہی تھا تو احناف کے نزدیک کلی کرنا وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے۔

۵۴- مشکوۃ شریف: ص/۵۱

عَنْ اَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيْهَا الْحِيَضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتِنُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَايُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): تحمل نجاست کے اعتبار سے ماءِ قلیل و کثیر کی تحدید میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

(ج): بیر بضاعہ کی تشریح، اس کے متعلق صحابہ کے سوال کرنے کی وجہ اور حضور علیہ السلام کے اس جواب کا مطلب تحریر کریں۔

(د): حدیثِ مذکورہ اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کی توجیہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم بیر بضاعہ سے وضوء کر سکتے ہیں؟ جبکہ اس میں حیض کے چیتھڑے کتوں کے گوشت اور بد بودار چیزیں ڈالی جاتی ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی تو پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

(ب): تحمل نجاست کے اعتبار سے ماءِ قلیل وکثیر کی تحدید میں ائمہ کے...:

(۱) امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک مختار یہ ہے کہ جب تک پانی کے اوصافِ ثلاثہ (رنگ، بُو، مزہ) میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ وقوعِ نجاست سے ناپاک نہیں ہوگا، خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر۔

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل: حدیث الباب یعنی بئر بضاعہ اور محلِ استدلال حدیث کا آخری کلمہ: "ان الماء طهور لاينجسه شيء" ہے وہ فرماتے ہیں کہ لام استغراق یا جنس کا ہے، كل فرد من افراد المياه لاينجسه شيء سواء كان قليلا أو كثيرًا اور شیٔ نکرہ تحت النفی واقع ہوا ہے، لہٰذا عموم کا فائدہ دے گا، اور ابن ماجہ میں "الاماغلب على طعمه أولونه اوريحه کی زیادتی ہے، اس سے اجماع کے ذریعہ تغیر أحد الاوصاف کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔

(۲) ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ طَهُوْرًا﴾ میں پانی کو مطہر کہا گیا اور یہ طہارت پانی کی صفتِ ذاتیہ ہونے کی بنا پر اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔

(۲) ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ماءِ قلیل نجاست گرنے کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے، اگرچہ اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی وصف نہ بدلے، ان کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لايبولن أحدكم في الماء الراكد الذي لايجري ثم يغتسل منه.

پھر ان کے درمیان قلیل کی مقدار کی تعیین کے سلسلے میں اختلاف ہو گیا:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی بقدرِ قلتین یا اس سے زیادہ ہے تو کثیر ہے اور اگر دو قلہ سے کم ہے تو قلیل ہے۔

دلیل امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ:

یہ حضرات حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہیں: "عن ابن عمر قال: سمعت رسول اللہ صلى الله عليه وسلم وهو يسأل عن الماء الذي يكون في الفلاة من الأرض وماينوبه من السباع والدواب قال: إذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث".

(۲) احناف کے نزدیک قلیل وکثیر کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ مبتلی بہ کی رائے کا اعتبار ہے، اگر اس کا غالب ظن یہ ہو کہ نجاست کا اثر پانی کی دوسری جانب تک نہیں پہنچا تو وہ کثیر ہے، اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہے، امام قدوری رحمہ اللہ نے اس کی علامت یہ بتائی ہے کہ مالم يتحرك بتحريك الطرف الآخر یعنی جس جگہ وقوعِ نجاست ہو وہاں سے پانی کو حرکت دی جائے اگر حرکت باقی اطراف میں پھیل جائے تو پانی قلیل ہوگا ورنہ کثیر۔

دلائلِ احناف:

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ لايبولن أحدكم في الماء الدائم ثم يغتسل منه. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماءِ قلیل نجاست کے گرنے کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ (مشکوۃ:۵۱)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: إذا استيقظ أحدكم من نومه فليغتسل يده قبل أن يدخلها في الإناء فإنه لايدري أين باتت يده. (مشکوۃ:۵۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ طهور إناء أحدكم إذا ولغ فيه الكلب أن يغسله سبع مرّات أولٰهن بالتراب. ان روایتوں میں کہیں بھی تغیر اوصاف کا ذکر نہیں اور نہ قلتین کا ذکر ہے۔

(ج): بیر بضاعہ کی تشریح:

بیر بضاعہ مشہور روایت کے مطابق با کے ضمہ اور ضاد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے البتہ بعض حضرات نے اس کو با کے کسرہ اور صاد کے ساتھ بھی پڑھا ہے، یہ مدینہ منورہ میں موجود ایک مشہور کنویں کا نام ہے، جو مسجد نبویؐ سے اُحد جاتے ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبر مبارک سے پہلے راستے کی دائیں جانب واقع تھا، ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس کنویں کے پانی کو استعمال کیا ہے اور خود اس سے ایک ڈول بھر کر کے وضو کیا اور بچے ہوئے پانی میں اپنا مبارک لُعاب ملا کر اس کنویں میں ڈالا ہے، نیز ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں اس کنویں کے پانی سے حصولِ شفاء کے لیے بیماروں کو غسل دیا کرتے تھے، بیر بضاعہ کے مالک حضرت ابن اُسید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سے حضور علیہ السلام نے اس کنویں میں اپنا مبارک لعاب ڈالا ہے ہم اس پانی کو بطورِ تبرک کے استعمال کرتے ہیں۔ (توضیحات: ۱/۶۴۶)

بیر بضاعہ کے متعلق صحابہ کے سوال کرنے کی وجہ:

بیر بضاعہ کے پانی کی طہارت کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام سے کس لیے سوال کیا تھا، اس سلسلے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ شراحِ حدیث نے اپنی جانب سے اس کی جو وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے دو وجہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) پہلی وجہ شراحِ حدیث نے یہ بیان کی ہے اس کنویں کے اندر زمانہ جاہلیت میں گندگیاں ڈالی جاتی تھیں؛ لیکن مدینہ منورہ میں اسلام آنے کے بعد لوگوں نے اس کو صاف کرلیا تھا، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اب بھی اس کے پانی کے پاک ہونے میں تردد تھا، اس لیے انہوں نے اس کے متعلق حضور علیہ السلام سے سوال فرمایا تھا اور آپ علیہ السلام نے جواب دے کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس تردد کو ختم فرمایا تھا۔

(۲) اس سوال کی دوسری وجہ جو اس سے پہلی وجہ سے زیادہ قابلِ قبول ہے یہ بیان کی گئی ہے بیر بضاعہ ایک جاری کنواں تھا، اور اس کے پانی سے باغات وغیرہ سیراب کیے جاتے تھے، بعض اوقات لوگ اس میں کچھ نامناسب چیزیں بھی ڈال دیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ان چیزوں کی وجہ سے اس کا پانی ناپاک نہیں ہوگیا ہو اس لیے انہوں نے حضور علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا تھا اور آپ علیہ السلام نے اس کے پانی کو پاک قرار دے کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطمئن فرمادیا تھا۔

(د): حدیثِ مذکورہ اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کی توجیہ:

"الماء" میں الف لام عہد خارجی کا ہے اور یہی اصل ہے، جس طرح ﴿فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ﴾ میں الف لام عہد کا ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیر بضاعہ کے پانی کے متعلق سوال کررہے ہیں، مثلاً آپ سے کسی نے کہا: اشتریت الغنم تو آپ نے اس سے کہا: اذبح الغنم، ضرور یہاں خریدی ہوئی بکری کی طرف اشارہ ہوگا اس طرح حدیث میں بھی، بہر حال بیر بضاعہ کے پانی کو پاک کہا نہ کہ مطلق پانی کو، اب اس کو پاک کہے جانے کا بہت سارے اسباب ہوسکتے ہیں مثلاً وہاں پانی جاری ہو، یا اکثر من القلتین ہو یا رائے مبتلیٰ بہ میں وہ ماءِ کثیر تھا لہٰذا إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال. (ایضاح المشکاۃ: ۱/ ۳۱۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوال نجاست کیا وہام اور خطرات پر مبنی تھا؛ کیونکہ کنواں نشیب میں واقع تھا اور چاروں طرف بند بھی تھی، نجاستیں اس کی چاروں طرف پڑی رہتی ہیں، شاید ہوا سے اُڑ کر یا باش سے بہہ کر نجاست گرنے کا اندیشہ تھا ان وساوس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اس لیے آپ نے قطع وساوس کے لیے جواب علی اسلوب الحکیم دیا ہے۔ (ایضاح المشکاۃ:۱/۳۱۱)

۵۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۵۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَافِيْ إِدَاوَتِکَ قَالَ قُلْتُ نَبِيْذٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُوْرٌ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نبیذ کی تعریف مع اقسام بیان کریں۔

(ج): نبیذ سے وضوء کے جواز وعدمِ جواز کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب اور امام صاحب کا مرجوع الیہ مذہب بھی بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لیلۃ الجن کے موقع پر فرمایا کہ تمہارے برتن میں کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا نبیذ ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ صاف ستھری کھجور اور پاک کرنے والا پانی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): نبیذ کی تعریف مع اقسام:

النبیذ بوزن الفعیل معناه المنبوذ یعنی "نبیذ" فعیل کے وزن پر ہے اور فعیل کبھی اسم فاعل کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور کبھی اسم مفعول کے معنیٰ میں ہوتا ہے، یہاں نبیذ بمعنی منبوذ ہے۔

اور اصطلاح میں هو ماء یلقی فیه تمرات لیحلو یعنی اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کھجور، چھوہارے کشمش وغیرہ ڈالی گئی ہو اور یہ چیزیں پانی میں گل گئی ہوں اور پانی میٹھا ہو گیا ہو۔ (مرقات:۲/۵۸ مکتبہ امدادیہ)

نبیذ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) الاوّل: أن یکون النبیذ غیرَ مطبوخٍ وغیرَ مسکرٍ وغیرَ متغیر اللون والطعم وغیر حلوٍ بل یکون النبیذ رقیقا فاتفق الأئمة ان الوضوء یجوز به یعنی غیر مطبوخ، غیر مسکر، غیر حلو، غیر متغیر اللون اور رقیق جو کہ اعضاء پر بہتا ہے اس سے بالاتفاق وضوء جائز ہے۔

(۲) الثاني: ان یکون النبیذ مطبوخًا مسکراً غلیظًا یعنی ذهبت رِقّته وسیلانه فلایجوز به باتفاق الائمة یعنی مطبوخ، مسکر غلیظ جس کی رقت ختم ہو گئی ہو اس سے بالاتفاق وضوء ناجائز ہے۔

(۳) الثالث: أن یکون النبیذُ حلوًا رقیقًا غیر مطبوخ وغیر مسکر فاختلف الأئمة في حکمه یعنی حلو، رقیق، غیر مطبوخ، غیر مسکر اس کے متعلق اختلاف ہے۔ (تفسیر الرازی:۷/۱۰)

(ج): نبیذ سے وضوء کے جواز و عدم جواز کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب:

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر دوسرا پانی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

موجود نہ ہو تو تیمّم متعین ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ کسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدائع الصنائع میں نقل کیا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے آخر میں پہلے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا، لہٰذا اب نبیذ سے عدمِ وضوء پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

(۲) وضوء متعین ہے اور تیمم ناجائز ہے یہ سفیان ثوری کا قول ہے امام صاحب کی مشہور روایت بھی یہی ہے۔

(۳) امام محمد رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو پہلے اس سے وضو کرلے بعد میں تیمّم بھی کرلے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ بھی ہے۔

(۴) اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضوء واجب ہے اور اس کے بعد تیمم مستحب ہے۔ (التعلیق المحمود:۱/۲۵۰)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے: "لم اکن لیلة الجن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

اس حدیث اور باب میں تعارض ہو رہا ہے، دفعِ تعارض:

ان دونوں روایتوں کا تعارض اس طرح دُور ہوسکتا ہے کہ لیلۃ الجن کے قصہ کو تعدد پر محمول کرلیا جائے؛ چنانچہ: "آکام المرجان فی احکام الجان" میں لکھا ہے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ چھ مرتبہ پیش آیا ہے۔

(۱) پہلی بار خاص مکہ مکرمہ میں، اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھے۔

(۲) دوسری مرتبہ بھی مکہ مکرمہ کے مقام حجون میں۔

(۳) تیسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں کسی اور جگہ

(۴) چوتھی مرتبہ مدینہ منورہ کے بقیع الغرقد میں، ان تینوں مرتبہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵) پانچویں مرتبہ خارج مدینہ میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے۔

(۶) چھٹی مرتبہ بعض اسفار میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ تھے، اس لیے اب دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہ رہے گا۔ (اسح المحمود:۱/۲۶۱)

(۲) ممکن ہے شروع میں ساتھ نہ گئے ہوں پھر بعد میں پہونچے ہوں اور نفی ساتھ میں جانے کی کررہے ہوں۔

۵۶۔مشکوۃ شریف: ص/۵۱

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ إِنَّ عُمَرَ خَرجَ فِيْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرُو يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ لَاتُخْبِرْنَا فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا. (رواہ مالک)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): سورِسباع پاک ہے یا ناپاک ائمہ کے اقوال تحریر کریں۔

(ج): کتنا پانی متحمل نجاست ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر رضی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ عنہ ایک قافلے کے ساتھ جا رہے تھے، قافلے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہاں تک کہ یہ لوگ ایک حوض پر جا پہنچے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حوض والے سے معلوم کیا کہ تمہارے حضور پر درندے آتے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حوض والے! ہمیں اس بات کی خبر مت دینا اس لیے کہ کبھی ہم درندوں پر آتے ہیں اور کبھی درندے ہم پر آتے ہیں۔

(ب): سورِ سباع پاک ہے یا ناپاک ائمہ کے اقوال:

سورِ سباع پاک ہے یا ناپاک اس مسئلہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں؛ چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ سورِ سباع ناپاک اور نجس ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورِ سباع پاک ہے، اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے اور ان کے علاوہ دیگر درندوں کا جھوٹا پاک ہے۔

(ج): کتنا پانی متحمل نجاست ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل:

اس جزئیہ کا تفصیلی جواب سوال نمبر ۵۶ میں گزر چکا ہے، یہاں بطورِ خلاصہ عرض ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پانی کی دو قسمیں ہیں: (۱) ماءِ کثیر (۲) ماءِ قلیل۔ ماءِ کثیر وہ پانی ہے جس میں نجاست گر کے سرایت نہیں کرتی ہے اور نہ پانی کے اوصافِ ثلاثہ یعنی رنگ، مزہ، اور بُو میں سے کوئی وصف تبدیل ہوتا ہے، پس یہ پانی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک متحمل نجاست ہے اور نجاست گرنے کے بعد جب تک اس پانی کے اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی ایک وصف تبدیل نہ ہو یہ پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے، اور ماءِ قلیل وہ پانی ہے جس میں نجاست گر کے سرایت کر جاتی ہے، یہ پانی امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک متحمل نجاست نہیں ہے، بلکہ نجاست گرنے سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلقاً ناپاک ہوجاتا ہے، امام صاحب نے اپنے اس مسلک پر سنن نسائی کی روایت سے استدلال کیا ہے، نسائی شریف میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے: "لا یبولن أحدکم في الماء الدائم ثم یتوضا منه" تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے اس سے وضو نہ کرے۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے ٹھیرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے اس سے وضو کرنے سے منع کیا ہے اور ٹھیرا ہوا پانی عموماً قلیل ہی ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ تھوڑا پانی متحمل نجاست نہیں ہوتا ہے، بلکہ نجاست گرنے سے مطلقاً ناپاک ہوجاتا ہے، اس کے برخلاف کثیر پانی متحمل نجاست ہوتا ہے وہ نجاست گرنے سے مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا ہے بلکہ نجاست کی وجہ سے اپنے اوصافِ ثلاثہ میں سے کسی وصف کے تبدیل ہونے پر ناپاک ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک پانی کے متحمل نجاست ہونے کے اعتبار سے کوئی مقدار متعین نہیں ہے، بلکہ ہر وہ پانی جو نجاست گرنے سے کسی بھی اعتبار سے متغیر ہوجائے آپ کے نزدیک ماءِ قلیل اور ناپاک ہے اور جو پانی نجاست گرنے سے متغیر نہ ہوئے وہ ماءِ کثیر اور پاک ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے اس مسلک پر حضور علیہ السلام کے ارشاد "ان الماء طهور لا ینجسه شيء إلا ما غلب علی ریحه وطعمه ولونه" پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز اس وقت تک ناپاک نہیں کرتی، جب تک اس کے رنگ، مزہ یا بُو پر غالب نہ آجائے، استدلال کیا ہے۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں پانی کو مطلقاً پاک قرار دیا ہے، الا یہ کہ اس کے اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی وصف تبدیل ہوجائے، پس معلوم ہوا کہ پانی اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہے؛ لیکن کسی چیز کے گرنے سے اس کا کوئی صف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

متغیر وتبدیل ہو جاتا ہے، تو پھر وہ پانی خواہ کثیر ہو یا قلیل بہر صورت ناپاک ہو جاتا ہے۔

احناف اور موالک کے برخلاف حضرت امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے نزدیک پانی کے نجاست کے تحمل کرنے یا نہ کرنے میں دو قلوں کی مقدار متعین ہے، پس جو پانی دو قلے ہو وہ ان کے نزدیک ماءِ کثیر ہے نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہے اور جو اس سے کم ہو وہ ماءِ قلیل ہے نجاست گرنے سے مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے، ان حضرات نے اپنے مسلک پر حضور علیہ السلام کے ارشاد "إذا كان الماءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخبث" سے استدلال کیا ہے۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس روایت میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ پانی جب دو قلے کے بقدر ہو تو وہ نجاست کو نہیں اُٹھاتا یعنی ناپاک نہیں ہوتا ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو قلے پانی کثیر ہے اور اس میں اگر کوئی نجاست گر جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

۵۷- مشکوۃ شریف: ص/۵۳

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِي (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب بیان کریں۔

(ج): جوازِ مسح علی الخفین کے بارے میں اختلاف بیان کریں۔

(د): مدتِ مسح علی الخفین نیز کیفیتِ مسح علی الخفین کے بارے میں مذاہبِ ائمہ بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسح علی الخفین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر کی ہے۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

اس حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ مسح علی الخفین کی مدت مقرر ہے وہ یہ کہ مسافر تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے، اور مقیم کے لیے مسح علی الخفین کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے، اور اس مدت کی ابتداء حدث کے وقت سے ہوگی، کہ جب وضوء کرنے کے بعد موزے پہنے ہیں تو جس وقت حدث لاحق ہوگا اس وقت سے اس مدت کا آغاز ہوگا، مثلاً ایک آدمی نے صبح کے وقت وضو کر کے موزے پہنے ہیں اور حدث لاحق ہوا ہے ظہر کے وقت تو مسح علی الخفین کی مدت کا آغاز ظہر سے ہوگا۔

(ج): جوازِ مسح علی الخفین کے بارے میں اختلاف:

(۱) اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق مسح علی الخفین جائز ہے۔

(۲) روافض اور بعض خوارج کے نزدیک ناجائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں مسح علی الخفین کا ذکر نہیں ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کی دلیل: قولہ تعالیٰ: ﴿وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۶) میں لام کے جر والی قرأتِ متواترہ میں مسح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علی الخفین کا ذکر موجود ہے۔(۲) احادیثِ متواترہ سے مسح علی الخفین ثابت ہے جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کی جاسکتی ہے(۳) امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے مسح علی الخفین کے بارے میں چالیس مرفوع اور موقوف احادیث ملی ہیں۔ (ایضاح المشکاۃ:۳۴۹/۱)

(د): مدتِ مسح علی الخفین:

(۱) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسح علی الخفین بلاتوقیت جائز ہے، خواہ مسافر ہو یا مقیم۔

(۲) ائمہ ثلاثہ، اور جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک مسح علی الخفین کی مدت مقیم کے لیے ایک دن ایک رات، اور مسافر کے لیے تین دن تین رات ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث: "أنه علیه السلام قال المسح علی الخفین للمسافر ثلثة ایام ولیالیهن وللمقیم یوم ولیلة ولو استزدناه لزادنا" یعنی اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مدت مانگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ کی بھی اجازت دے دیتے۔ (ابوداؤد:۲۱/۱)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

(۱) حدیثِ الباب۔

(۲) عن صفوان (رضي الله تعالى عنه) كان النبي صلى الله عليه وسلم يأمرنا إذا كنا سفراً أن لا ننزع خفافنا ثلثة ايام ولياليهن.

جواب دلیل امام مالک:

(۱) زیلعی اور ابن دقیق نے "لو استزدناه لزادنا" کی تضعیف کی ہے اور فرمایا کہ یہ زیادتی صحیح نہیں (۲) یہ خزیمہ کا اپنا گمان ہے جو شرعاً حجت نہیں (۳) یہ حدیث حالتِ عذر پر محمول ہے (۴) کلمہ "لو" کلامِ عرب میں انتفاء ثانی بسبب انتفاء اول کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیے آتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ہم مدتِ مسح میں زیادتی کو طلب کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادتی فرمادیتے؛ لیکن چونکہ زیادتی کا سوال نہ ہوا اس لیے زیادتی نہ ہوئی۔

(نیل الاوطار:۱۰/۱۷۹)

کیفیتِ مسح علی الخفین کے بارے میں مذاہب ائمہ:

بالاتفاق ظاہر الخف اور اعلی الخف پر مسح کرنا فرض ہے اور صرف اسی پر اکتفا کرنا جائز ہے، فقط اسفل پر اکتفاء کرنے سے مسح ادا نہیں ہوگا، اختلاف اس میں ہے کہ اعلیٰ کے ساتھ اسفل کا مسح کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ (۱) امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک اسفل کا مسح کرنا مستحب ہے (۲) احناف، امام احمد اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔

دلیل امام شافعی و مالک رحمہما اللہ:

عن المغيرة بن شعبة فمسح اعلى الخف واسفله.

دلیل احناف:

عن عليؓ قال: لو كان الدين بالرأي لكان أسفل الخف اولى بالمسح من اعلاه ولقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه.

جواب دلیل امام شافعی و مالک رحمہما اللہ:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مغیرہ معلول ہے؛ کیونکہ اس کی سند میں ثور بن یزید ہے جس کی ملاقات رجاء سے ثابت نہیں۔

(۲) امام بخاری اور ابوزرعہ نے اس کو غیر صحیح کہا ہے۔

(۳) حدیثِ مغیرہ میں ''علی الخف'' سے مراد پنڈلی والی جانب اور ''اسفل الخف'' سے انگلی والی جانب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) حدیث غیرہ ساٹھ طرق سے مروی ہے جن میں سے صرف اسی طرق میں اسفل کا ذکر ہے؛ لہٰذا یہ شاذ ہے جو قابلِ حجت نہیں۔ (ایضاح المشکاۃ:۱/۳۳۰)

۵۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۵۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَازَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَإِذَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): تمام نمازوں کے اوقات بیان کریں۔

(ج): فإنها تطلع بين قرني الشيطان کا مطلب اور شفق کی مراد تحریر کریں۔

(د): ظہر وعصر کے اوقات کے بارے میں اختلافِ ائمہ کی مکمل وضاحت کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہر کا وقت زوالِ شمس سے شروع ہوتا ہے، اور اس کا آخری وقت اس وقت تک رہتا ہے کہ آدمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے اور عشاء کی نماز کا وقت نصف لیل تک رہتا ہے اور نماز فجر کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ شمس تک رہتا ہے جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے باز رہو؛ کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

(ب): تمام نمازوں کے اوقات:

وقتِ ظہر:

(۱) ابتداءِ وقتِ ظہر: بالاتفاق نماز ظہر کا وقت زوالِ شمس سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) انتہاءِ وقتِ ظہر: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مشہور روایت میں دو مثل تک ہے، ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمہم اللہ کے یہاں ایک مثل تک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔

وقتِ عصر:

(۱) ابتداءِ وقتِ عصر: جمہور کے یہاں ایک مثل کے بعد، امام ابوحنیفہ کے یہاں دو مثل کے بعد شروع ہوگا۔

(۲) انتہاءِ وقتِ عصر: ائمہ اربعہ کے یہاں غروبِ شمس ہے، بعض سلف کے یہاں مثلین ہے، اور بعض کے یہاں اصفرارِ شمس تک ہے۔

وقتِ مغرب:

(۱) ابتداءِ وقتِ مغرب: بالاجماع غروبِ شمس ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) انتہاءِ وقت مغرب: حنفیہ و حنابلہ کے یہاں غروبِ شفق ہے، امام شافعی، امام مالک کا ایک قول بھی یہی ہے یعنی وقت موسع ہے، امام شافعی و امام مالک کے یہاں مختصر وقت ہے جس میں وضوء، اذان و اقامت پانچ رکعت ادا کی جاسکیں، اس کے بعد قضاء ہوگی، یعنی وقت مضیق ہے۔

وقتِ عشاء:

(۱) ابتداء وقت عشاء: علی اختلاف القولین شفق احمر یا شفقِ ابیض کی غیبوبت ہے۔

(۲) انتہاءِ وقت عشاء: امام ابوحنیفہ اور جمہور کے یہاں طلوعِ فجر تک ہے، پھر حنفیہ کے یہاں ثلث لیل تک مستحب ہے نصف لیل تک مباح ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔

وقتِ فجر:

(۱) ابتداء وقت: بالاجماع طلوعِ صبح صادق ہے۔

(۲) انتہاءِ وقت فجر: جمہور کے یہاں طلوعِ شمس ہے، بعض کے یہاں اسفار تک ہے، امام شافعی اور امام مالک کی ایک روایت بھی یہی ہے۔

(ج): فإنّها تطلع بين قرني الشيطان کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اب یہ کہ اس جملہ سے کیا مراد ہے اس کی تشریح اور مراد میں علماء کے دو قول ہیں: (۱) ایک قول یہ ہے کہ یہ جملہ تشبیہ اور کنایہ پر محمول ہے، اس سے مراد شیطان کا غلبہ اور تسلط ہے (۲) دوسرے قول کے مطابق یہ جملہ اپنی حقیقت اور ظاہر پر محمول ہے کہ طلوعِ شمس کے وقت شیطان سورج کو اپنے دو سینگوں کے درمیان لیتا ہے اور سامنے کھڑا ہو جاتا ہے تا کہ جو لوگ سورج کی عبادت کرتے ہیں ساتھ شیطان کی بھی عبادت ہو جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شفق کی مراد:

هو اختلاط ضوء النهار بسواد الليل عندغروب الشمس، قاله الراغب ويطلق على الحمرة وعلى البياض، كما في مجمع البحار.

امام ابوحنیفہؒ کے یہاں شفق سے مراد بیاض ہے ائمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ کے یہاں حمرہ مراد ہے۔

(د): ظہر وعصر کے اوقات کے بارے میں اختلافِ ائمہ:

اوّل وقت ظہر میں کوئی اختلاف نہیں یعنی بعد زوالِ شمس اوّل وقت ظہر ہے؛ لیکن آخروقت ظہر میں امام اعظمؒ اور باقی ائمہؒ کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) امام صاحبین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور امام ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک ظل کل شیء مثله تک ظہر کا وقت رہتا ہے، اس ایک مثل کے بعد ہی سے وقت عصر داخل ہوتا ہے۔

دلیل: بحديث عبدالله بن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ وقت الظهر إذا زالت الشمس و كان ظل الرجل كطوله الخ. (رواه مسلم)

(۲) لیکن امام اعظمؒ کا قول مشہور یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے۔

دلیل: بحديث على بن شيبانؓ قال قدمنا على النبي ﷺ المدينة وكان يؤخر العصر مادامت الشمس بيضاء نقية. (رواہ ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز دو مثل ہوجانے کے بعد پڑھتے تھے؛ لہٰذا دو مثل تک ظہر کا وقت رہے گا۔

الجواب عن الفريق المخالف:

حدیث ابن عمرؓ کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ: "فيه

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اشعار لطيف ببقاء وقت الظهر في الحملة بعد المثل" اس لیے کہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ فرماتے کہ:"وقت الظهر إذا زالت الشمس مالم يحضر العصر وكان ظل الرجل كطوله" تو"كون ظل الرجل كطوله" کو"مالم يحضر العصر" جو انتہاء وقت ہے اس پر عطف کرنا ہوتا؛ لیکن یہاں"وكان ظل الرجل كطوله"کو ابتداء وقت جو"اذازالت الشمس" ہے اس پر عطف کیا گیا کما ہو فی ظاہر الحدیث اور باقاعدہ نحو معطوف ومعطوف علیہ پر ایک حکم وارد ہوتا ہے؛ لہٰذا زوالِ شمس اور کو ظل الرجل کطولہ پر ایک حکم جاری ہوگا وہ ابتداء وقت ظہر ہونے کا حکم ہے، تو جب"كون ظل الرجل كطوله" پر بھی ابتداء وقت ظہر ممتد ہوگا؛ لیکن انتہاء وقت ظہر عدمِ حضورِ عصر تک ہے۔

بحث الاختلاف فی وقت العصر:

وقت عصر کی ابتداء کے متعلق وہ اختلاف ہے کہ جو انتہائے وقت ظہر کے متعلق ابھی سابق بحث میں گزر چکا، اب اخیر وقت عصر کے متعلق اختلاف ہے بقول صاحب (بذل المجہود) امام شافعیؒ کے نزدیک"ان اخير العصر الى الاصفر" یہی قول حسن بن زیاد اور ابوثور کا بھی ہے۔

دلیل: بحديث أبي هريرةؓ قال وآخر وقت العصر حين تصفر الشمس.

لیکن جمہور ائمہ اربعہ کے مذاہب یہ ہیں کہ آخر وقت"العصر حين تغرب الشمس".

دلیل: بحديث ابي هريرةؓ قال من ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر.

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب:

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے کہا کہ جن احادیث میں اصفار تک اخیر وقت عصر بتایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گیا وہ وقت الفضل المستحب ہے اخیر وقت عصر بتانا مراد نہیں کہ "إذا خـــرج ذلک الوقت فاتت صلوٰة العصر" (کذا فی الطحاوی والبذل)

۵۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۶۰

عَنْ اَنَسٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِيْ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): تعجیل وتاخیر عصر کے متعلق ائمہ کرام کے مذاہب بیان کریں۔

(ج): حدیث پاک کی توضیح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اس حال میں کہ سورج روشن اور بلند ہوتا تھا، پس کوئی جانے والا عوالی مدینہ (مدینہ کا اونچائی والا حصہ) کی طرف جاتا تو وہاں (عوالی میں) پہنچتا جب کہ ابھی سورج بلندی پر ہوتا اور حالانکہ عوالی مدینہ کا بعض حصہ (مسجد نبوی سے) چار میل (کے فاصلے) پر پڑتا ہے یا اس سے زیادہ پر۔

(ب): تعجیل وتاخیر عصر کے متعلق ائمہ کرام کے مذاہب:

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک تعجیل عصر افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ، صاحبین، نووی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رحمہم اللہ کے نزدیک اصفرار شمس سے پہلے تک تاخیر کرنا مستحب ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

عن عائشة قالت صلّى رسول الله ﷺ العصر والشمس في حجرتها لم يظهر الفيء. (بخاری، مسلم، ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ سورج اونچا ہونے کی صورت میں نماز عصر ہوتی تھی۔

اور دوسری دلیل حدیث الباب ہے۔

احناف کی دلیل:

(۱) قوله تعالى: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ، آیت:۱۳۰) اس آیت میں محل استشہاد "قَبْلَ غُرُوْبِهَا" ہے اگر نماز عصر تاخیر کے ساتھ ادا کی جائے تو یکون القبل قبلية قريبة اور اگر نماز عصر تاخیر کے ساتھ ادا کی جائے تو یکون القبل قبلية بعيدة، فالقبلية القريبة اولى وأفضل من القبلية البعيدة.

(۲) ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۱۱۴) باتفاق مفسرین "طرفی النهار" سے صبح اور عصر مراد ہے اور نماز عصر جتنی طرفی النهار کے قریب میں پڑھی جائے اتنی اولیٰ اور افضل ہوگی۔

(۳) عن أمّ سلمة قالت كان رسول الله ﷺ اشد تعجيلًا للظهر منكم وأنتم أشد تعجيلًا للعصر منه. اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

جواب دلیل ائمہ ثلاثہ:

حدیثِ عائشہؓ کا جواب: حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی، اس لیے دیر تک دھوپ صحن میں رہتی تھی، غروب شمس کے قریب سایہ شرقی دیوار پر چڑھتا تھا تو یہ حدیث تعجیلِ عصر کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل نہیں، بلکہ تاخیر کی دلیل ہے۔ (بخاری:۱/۱۰۱) حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے: کان رسول اللہ ﷺ یصلین اللیل في حجرته وجدار الحجرة قصيرة.

حدیث الباب کا جواب: یہ واقعۂ حال ہے، گرمی کے زمانے میں صرف تیز رفتار آدمی ایسا کرسکتا ہے ہر آدمی ایسا نہیں کرسکتا، خصوصاً موسمِ گرما میں اگر چہ وہ اوّل وقت میں نماز پڑھ کر کیوں نہ چلے۔ (المسائل والدلائل:۱۵۴)

(ج): حدیث پاک کی توضیح:

(۱) اس حدیث کے اندر "ذهاب الى العوالي" کا قول سریع السیر، گھوڑے پر سوار لوگوں کے بارے میں ہے، جو اتنی تیزی سے جاتے تھے کہ ابھی سورج بلند ہی رہتا تھا اور وہ عوالی سے واپس بھی آجاتے تھے۔

(۲) یا یہ لوگ آپ کے پیچھے فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے نماز پڑھنے دُور دُور سے آتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی عارض کی وجہ سے عصر کی نماز جلدی پڑھ لیتے تھے، ورنہ تاخیر ہی افضل ہے؛ چنانچہ طحاوی شریف کے اندر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز مسجد نبوی سے پڑھ کر قبا تشریف لے جاتے، پس وہاں لوگوں کو صلوٰۃِ عصر پڑھتے ہوئے پاتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعجیل پر اور صحابہ کرام (کسی عارض کے نہ ہونے کی وجہ سے) تاخیر عصر پر عمل کرتے تھے، جو کہ حکمِ اصلی ہے۔

۶۰۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۶۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ. (متفق عليه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اگر فجر یا عصر کی ایک ہی رکعت ملی اس کے بعد طلوع یا غروب ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): حدیثِ باب کس کا مستدل ہے اور اس کا کیا جواب ہے یہ بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے سورج چھپنے سے پہلے نمازِ عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کی نماز پالی۔

(ب): اگر فجر یا عصر کی ایک ہی رکعت ملی اس کے بعد طلوع یا غروب...:

حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اگر ایک آدمی نے فجر کی ایک رکعت پالی پھر طلوعِ شمس ہو گیا اسی طرح عصر کی ایک ہی رکعت پائی تھی کہ غروبِ شمس ہو گیا تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

دلیل ائمہ ثلاثہ:

(۱) حدیث الباب ہے، اس میں دونوں نمازوں کا ایک ہی حکم بیان کیا گیا، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ (۲) عن أبي هريرة ... وإذا ادرک أحدكم سجدة من صلوٰة الصبح قبل ان تطلع الشمس فليتم صلوته. (مشکوٰۃ:۶۱)
وجہِ استدلال یہ ہے کہ اگر فاسد ہوتی تو از سرِ نو پڑھنے کا حکم دیا جاتا، حالانکہ اتمام کا حکم دیا معلوم ہوا کہ نماز فاسد نہیں ہوئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی نماز طلوعِ شمس سے باطل ہوجائے گی۔

دلیل: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: لایتحری أحدکم فیصلي عند طلوع الشمس ولا عند غروبھا. (مشکوٰۃ:۹۴/۱)اسی طرح وہ سب احادیث ہیں جن میں اوقاتِ ثلاثہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے،البتہ کسی نے اگر عصر کی ایک رکعت پڑھی تھی کہ غروبِ شمس ہوگیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔

دلیل: ان الجزء المقارن للأداء سبب موجب الصلوٰۃ واخر وقت العصر وقت ناقص فوجب ناقصًا فاذا اداہ کما وجب فأدی واعتراض الفساد بالغروب لاتفسد یعنی کہ اداءِ صلوٰۃ سے متصل جو جزء ہوتا ہے وہی وجوب کا سبب ہوتا ہے،لہٰذا غروب سے قبل نماز پڑھنے سے ناقص واجب ہوئی پس جس طرح نماز واجب ہوئی اسی طرح ادا کردی،لہٰذا یہ نماز باطل نہ ہوگی۔ (مرقات:۱۳۴/۲)

(ج): حدیثِ باب کس کا مستدل ہے اوراس کا کیا جواب؟

حدیثِ باب ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مسدل ہے۔اوراس حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) ادرک کے بعد مضاف محذوف ہے ادرک وقت الصبح أووقت العصر یا ادرک فضیلتھا.

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی نابالغ بالغ ہوگیا اور حائضہ ونفساء پاک ہوگئی یا کافر اسلام لے آیا کہ فقط ایک رکعت صلوٰۃ ملنے کا وقت باقی ہے تو اب نماز صلوٰۃ کا اہل ہوجانے کی وجہ سے لازم ہوگئی،لہٰذا اس کی قضاء ضروری ہے۔ (مرقات:۱۳۴/۲)

۶۱۔مشکوٰۃ شریف:ص/۶۳

عَنْ اَنَسٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْإِقَامَةَ. (متفق علیه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): کلماتِ اذان واقامت کی تعداد میں فقہاء کرام کا اختلاف بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (کچھ) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو کچھ لوگوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر اُٹھایا (اور کہا کہ ان دونوں صورتوں میں غیر مسلموں کی مشابہت لازم آئے گی) بالآخر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حضرت بلال کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمے جفت کہیں اور اقامت کے کلمے طاق کہیں۔

(ب): کلماتِ اذان واقامت کی تعداد میں فقہاء کرام کا اختلاف:

کلماتِ اذان:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک انیس کلمات ہیں، ان کلمات الأذان عند الشافعي تسعة عشر كلمةً.

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سترہ کلمات ہیں: وعند مالك سبعة عشر كلمةً.

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک پندرہ کلمات ہیں، وعند أبي حنيفة خمسة عشر كلمةً. (العرف الشذی: ۱۰۷)

کلماتِ اقامت:

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اقامت کے گیارہ کلمات ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دس کلمات ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہا اللہ کے نزدیک سترہ کلمات ہیں۔ (فتح الملہم:۲/۲۲)

کلماتِ اذان واقامت کی تعداد پر امام صاحب کی دلیل:

عن أبي محذورة أن النبي ﷺ علمه الأذان ان تسع عشرة كلمة والإقامة سبع عشرة كلمة. (مشکوٰۃ:۶۳)

حدیثِ باب کا جواب:

اِس حدیث کا جواب یہ ہے کہ: (۱) ایتار سے مجموعہ کلمات اقامت کا ایتار مراد ہے یعنی کہ اقامت کے تمام کلمات جوڑے جائیں تو آخر میں وتر عدد (طاق وبے جوڑی) ہی ہوگا مثلاً اقامت کے اندر سترہ کلما کے مجموعے میں ایتار ہے؛ کیونکہ سترہ وتر اور طاق ہوتا ہے نہ کہ جفت اور جوڑ۔ (۲) ایتار سے ایتار صوری مراد ہے یعنی کہ ایک سانس میں دونوں کلموں کو ملا کر کہے مثلاً اللہ اکبر اللہ اکبر ایک ہی سانس میں کہے۔ (فتح الملہم:۲/۳)

۶۴۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۶۶

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلًا أَعْمٰى لَايُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اذان قبل الفجر کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل تحریر کریں۔

(ج): حدیث باب کا جواب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلال رات میں (صبح صادق کے طلوع سے قبل) اذان دیتے ہیں، لہٰذا تم لوگ اس وقت تک کھا اور پی سکتے ہو جب تک کہ ابن اُمِ مکتوم اذان نہ دے دیں۔ اور ابن اُمِ مکتوم نابینا آدمی تھے، وہ تب تک اذان نہیں دیتے تھے، جب تک ان سے یہ نہ کہا جاتا تھا کہ صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

(ب): اذان قبل الفجر کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ بقیہ نمازوں میں قبل الوقت اذان کہنا کافی نہیں، البتہ فجر کے متعلق اختلاف ہے۔

(۱) ائمہ ثلاثہ امام ابو یوسف اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک فجر کی اذان قبل از وقت (صبح صادق) درست ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقت فجر کے دخول سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے، اگر دے دی گئی تو اعادہ لازم ہے۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث الباب ہے جس میں بلال کا رات میں اذان دینا بیان کیا گیا۔

طرفین کی دلیل: (۱) عن عائشة قالت ما كانوا يؤذنون حتى انفجر الفجر. (ابن ابی شیبہ)

(۲) عن ابن عمر ان بلالًا اذن قبل طلوع الفجر فأمر النبي صلى الله عليه وسلم ان يرجع فنادى الا ان العبد قدنام. یعنی حضرت بلال ایک دن فجر کی اذان وقت سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہلے دیدی تو آپ نے ان کو اعادۂ اذان کا حکم دیا اسی طرح عمر کے مؤذن کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اعادہ کا حکم دیا اگر قبل الوقت اذان دینا کافی وجائز ہوتا تو اعادہ کا حکم نہ دیتے۔

(۳) ابوداؤد میں اسی حضرت بلال کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتؤذن حتی یستبین لک الفجر ھکذا ومدّ یدیه عرضا". (ابوداؤد)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: "الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن" یہاں مؤذن کو وقت کا امین کہا گیا اگر وقت سے پہلے اذان دے دیتے تو خیانت ہوگی۔

(۵) اذان کا مقصد ہے اعلام وقت اور قبل الوقت اذان دینے سے بجائے اعلام کے تجہیل وقت لازم آئے گی؛ نیز صلواتِ اربعہ میں جائز نہیں تو اس میں بھی جائز نہ ہوگا، بہر حال روایات وقیاس صریح مسلک احناف پر دال ہیں، لہٰذا اس کی ترجیح ہوگی۔

(ج): حدیث باب کا جواب:

(۱) بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ: عن ابن مسعود أنه علیه السلام قال لایمنعن أحدکم اذان بلال من سحوره فإنه یؤذن بلیل لینبه نائمکم. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان بلال صلوٰۃِ فجر کے لیے نہیں تھی، بلکہ سونے والوں کو بیدار کرنے اور تہجد پڑھنے والوں کو اطلاع دینے کے لیے تھی تاکہ جلد از جلد سحری سے فارغ ہو جائیں۔ (عینی: ۲/ ۲۵۱)

(۲) اور اذان بلال پر کبھی بھی اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ وقت ہونے کے بعد پھر ام مکتوم اذان دیتے تھے، جیسا کہ خود ان کی استدلال کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "حتی ینادي ابن أمّ مکتوم" لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اذان برائے فجر نہ تھی، بلکہ برائے ایقاظ نائم اور اطلاع قائم برائے سحور تھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۶۳۔ مشکوۃ شریف: ص/۶۹

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (رواه الدارمی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): آپ کو رؤیتِ باری خواب میں ہوئی تھی یا حالتِ بیداری میں؟ تحریر کریں۔

(ج): اوّلاً حضورؐ نے "أنت أعلم" فرمایا پھر ثانیاً "نعم في الكفارات" کیوں کر کہا؟ بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا (میرے پروردگار نے) فرمایا کہ اوپر والے (ملائکہ) کس بات میں جھگڑتے ہیں تو میں نے کہا اس کو تو آپ ہی خوب جانتے ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس (میرے رب نے) اپنا دست مبارک میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا، اس کی ٹھنڈک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں نے اپنے سینے میں پائی پھر تو میں نے جان لیا جو کچھ زمین و آسمان میں ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "وکذالک نری ابراهیم الــــخ" (سورۂ انعام، آیت:۷۶) یعنی اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمینوں کے تصرفات وعجائب دکھلائے، تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔

(ب): آپ کو رویتِ باری خواب میں ہوئی تھی یا حالتِ بیداری میں؟

اس سلسلے میں دونوں طرح کا قول ہے کہ حالتِ نوم میں ہوئی تھی یا حالتِ یقظہ میں ہوئی تھی۔

اگر بحالتِ بیداری ہو تو اس پر حدیث "لن تروا ربکم حتی تموتوا" سے جو اشکال ہوگا اس کا جواب۔

اگر حالتِ بیداری مراد ہو تو اس پر حدیث 'لن تروا ربکم" کا جواب یہ ہوگا کہ حالتِ بیداری میں دیکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لیلۃ المعراج میں آپ نے دیکھا ہے اور حدیث "لن تروا ربکم" امت کے حق میں ہے اور اگر حالتِ نوم مراد ہو تو اس صورت میں کوئی اشکال نہ ہوگا۔ (مرقات:۲/۲۰۹)

(ج): حضورؐ کے "أنت أعلم" پھر ثانیاً "نعم في الكفارات" فرمانے کی وجہ:

آپ نے پہلی بار اپنے رب کے سوال کے جواب میں "أنت أعلم" اس لیے فرمایا تھا کہ ابھی فیضانِ باری نہیں ہوا تھا، لیکن جب رب ذوالجلال نے اپنا دستِ شفقت سینے پر رکھ دیا تو فیضانِ الٰہی سے سینا معمور ہو گیا اور تمام باتیں آپ کو معلوم ہو گئیں، کما قال فعلمت مافي السماوات والأرض اسی لیے دوبارہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: "نعم في الكفارات". (مرقات:۲/۲۰۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کفارات کی تشریح اور اس کا مصداق:

کفارہ: اس عمل وفعل اور خصلت وعادت کو کہتے ہیں، جس سے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔
اس کا مصداق: (۱) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا مسجد میں انتظار کرنا۔
(۲) مسجد کی طرف پیدل جانا (۳) کامل طریقے پر وضو کرنا وغیرہ ہے اور یہ اُمور چونکہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اسی لیے انہیں کفارات کہا جاتا ہے۔ (مرقات:۲/۲۰۹)

۶۴- مشکوۃ شریف: ص/۷۱

عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبُرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِيْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب بیان کریں۔

(ج): مذکورہ ساتوں جگہوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم اور ان جگہوں میں ممانعتِ صلاۃ کی وجہ بھی تحریر کریں۔

(د): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) کوڑی اور گھورے پر (جہاں کوڑا، کرکٹ نجاست وپلیدی ڈالی جاتی ہے) (۲) کمیلے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جہاں جانور ذبح کیے جاتے ہیں) (۳) مقبرہ وقبرستان میں (۴) بیچ راستے میں (۵) ارحمام میں (۶) اونٹ کے تھان میں (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب:

بعض مقامات پر آپ نے نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ممانعت ضرورت کے مطابق آپ نے بیان فرمائی ہے، جہاں ضرورت سمجھی ہے ایک مقام کا ذکر کیا ہے، جہاں ضرورت سمجھی ہے تین یا چار جگہوں سے نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے، اور اس جگہ سات جگہوں سے منع فرمایا ہے، کہ یہاں نماز ادا نہ کی جائے۔

(ج): مذکورہ ساتوں جگہوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم:

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مواطن سبعہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے: قال الطيبي اختلف في ان النهي الوارد عن الصلوة في مواطن السبعة للتحريم أو التنزهية. (مقات: ۲/۲۱۸)

ان جگہوں میں ممانعتِ صلاۃ کی وجوہ:

(۱) مزبلة: الوضع الذي يكون فيه الزبد وهو السرجين. (مرقات: ۲/۲۱۸) اس میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ یہاں نجاست و پلیدی ڈالی جاتی ہے، لہٰذا بدن مصلی یا ثوب مصلی پر نجاست کے لگ جانے کا خوف ہے۔

(۲) مجزرة: "نهي عنها لاجل النجاسة فيها من الدماء والارواث" (مرقات: ۲/۲۱۸) اس میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا؛ چونکہ یہاں پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں؛ لہٰذا خون اور پلیدی ونجاست کا ہونا یقینی ہے، اسی لیے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) مقبرۃ: مقبرہ میں ممانعتِ صلوٰۃ کی دو وجہ ہیں: ایک وجہ یہود کی عادت سے مشابہت ہے، دوسرے اس میں ضمناً ایک قسم کے شرک کی بُو آتی ہے۔ (فتح الملہم، التعلیق الصبیح)

(۴) قارعۃ الطریق: لاشتغال القلب بالخلق عن الحق، (مرقات:۲/۲۱۸) بیچ راستے میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ لوگوں کی آمد ورفت کی وجہ سے قلبی سکون اور خشوع وخضوع باقی نہیں رہے گا۔

(۵) حمام: لأنہ محل النجاسۃ وماوی الشیطان. (مرقات:۲/۲۱۸) اس میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ محل نجاست اور شیطانوں کا اڈّہ ہے۔

(۶) معاطن الابل: لان ھٰذہ المواضع محال النجاسۃ. (مرقات:۲/۲۱۸) اس میں نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ جگہ بھی موضعِ نجاست ہے اور اس کے علاوہ اونٹ کے خوف سے خشوع وخضوع صلوٰۃ بھی جاتا رہے گا۔

(۷) ظہر بیت اللّٰہ: اذنفس الارتفاع الی سطح الکعبۃ مکروہ لاستعلائہ علیہ المنافی للادب. بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ اس میں بیت اللہ کی بے ادبی ہے اور اس کی تعظیم کے خلاف ہے۔ (مرقات:۲/۲۱۸)

(د): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق:

(۱) مَزْبَلَۃ: بفتح الباء وقیل بضمھا واحد، جمع مَزَابِلُ بمعنی کُوڑے، گوبر، کھاد پھینکنے کی جگہ، باب ضرب زَبَلَ یَزْبِلُ زَبْلًا. الارض زمین میں کھاد ڈالنا۔

(۲) مَجْزَرَۃ: بکسر الزاء ویجوز فتحھا واحد، جمع مجازِرُ بمعنی کمیلہ، جانور ذبح کیے جانے کی جگہ، از بابِ نصر، ضرب جَزَرَ یَجْزِرُ جَزْرًا جَزَرًا جِزَارًا بمعنی ذبح کرنا۔

(۳) مَقْبَرَۃ: واحد، جمع مَقَابِرُ، یہ اسم ظرف ہے مَفْعَلۃ بروزن مَأْسدۃ کا بمعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ جگہ جہاں بکثرت قبریں ہوں، از باب نصر وضرب قَبَرَ یَقْبِرُ قَبْرًا ومَقْبرًا. المیت بمعنی می کو دفن کرنا۔

(۴) قَارِعَۃٌ: واحد، جمع قَوَارِعُ بمعنی کھٹکھٹانا از باب فتح قَرَعَ یَقْرَعُ قَرْعًا اسی سے مثل ہے مَنْ قَرَعَ بَابًا وَلَجَّ وَلَجَ، جو شخص دروازہ کھٹکھٹائے اور اصرار کرے وہ داخل ہوتا ہے اور قارعۃ الطریق بمعنی مین روڈ، جی ٹی روڈ۔

(۵) مَعَاطِنُ: جمع، واحد مَعْطِنٌ بکسر الطاء بمعنی اونٹ کا تھان، اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ عطن کی جمع ہے، از باب نصر وضرب عَطَنَ، یَعْطِنُ، عَطْنًا البعیر بمعنی اونٹ کا سیراب ہو کر بیٹھنا۔ (مرقات:۲/۲۱۸)

۶۵۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۴۷

عَنْ عَائِشَۃَ (رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتُقْبَلُ صَلٰوۃُ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ. (رواہ ابو داؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کے لغوی ومرادی معنیٰ بیان کریں۔

(ج): حدیث میں مذکور لفظ حائض سے مطلقاً بالغہ عورت مراد ہے یا خاص قسم کی عورت مدلل تحریر کریں۔

(د): باندی اور حرہ کے ستر کی تفصیل بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائض یعنی بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی یعنی سر ڈھانکے بغیر ان کی نماز نہیں ہوتی۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کے لغوی و مرادی معنیٰ:

(۱) لَاتُـقْـبَـلُ: یہ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث نفی فعل مضارع مجہول از باب سمع، قَبِلَ يَقْبَلُ، قَبُوْلًا بمعنی قبول کرنا، یہاں لاتُقْبَلُ سے مراد معنیٰ لاتصح ہے۔

(۲) حَـائِضٌ: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب ضرب سے حَـاضَ، يَـحِيْضُ، حَيْضًا، بمعنی حیض آنا، یہاں پر مراد آزاد بالغہ عورت ہے۔

(۳) خِمَارٌ: واحد، جمع اَخْـمِـرَةٌ، وَخُمُرٌ، بمعنی اوڑھنی، دوپٹہ پردہ، مراد اس جگہ مایتخمر به من ستر الرأس یعنی جس سے ستر راس کو چھپایا جائے۔ (مرقات: ۲/۲۲۴)

(ج): لفظ حائض سے مطلقاً بالغہ عرت مراد ہے یا خاص قسم کی عورت؟

حائض سے آزاد بالغہ عورت مراد ہے، کما قال الطیبی (مرقات: ۲/۲۲۴)

دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: الـق عـنـک الـخـمـار یـادفـارا تتشبهين بـالـحـرائـر. اس سے معلوم ہوا کہ باندی کے لیے خمار ضروری نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے ستر میں سر شامل ہی نہیں ہے، لہٰذا لازمی طور پر یہ بات ثابت ہوئی کہ الاّ بخمار کا حکم آزاد بالغہ کے لیے ہے۔ (ہدایہ: ۱/۹۴)

(د): باندی اور حرہ کے ستر کی تفصیل:

حرہ عورت کا پورا جسم عورت ہے، سوائے وجہ اور کفین کے وبـدن الـحـرة کلها عـورة الا وجهها و كفيها اور باندی کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے، البتہ باندی کا پیٹ اور اس کی پیٹھ بھی ستر میں شامل ہے۔ (ہدایہ: ۱/۹۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور بقیہ پورا جسم ستر نہیں ہے وما کان عورۃ من الرجل فھو عورۃ من الاَمۃ وبطنھا وظھرھا عورۃ وماسوی ذالک من بدنھا لیس بعورۃ.

(ہدایہ:۱/۹۴)

۶۶۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۷۵

عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ (رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ أُذُنَیْہِ فَإِذَارَفَعَ رَأْسَہُ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِکَ فَفِيْ رِوَایَۃٍ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا فُرُوْعَ أُذُنَیْہِ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): رفع یدین کا حکم مع اختلاف ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): حدیث باب کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور ان کو اپنے کانوں کے برابر تک لاتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور اسی طرح کرتے یعنی اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر تک اُٹھاتے، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اور دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اوپر کی جانب کی محاذات تک اُٹھاتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): رفع یدین کا حکم مع اختلافِ ائمہ:

(۱) امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے ایک قول کے مطابق رفع یدین عندالتحریم، عندالرکوع اور عندالرفع من الرکوع مستحب ہے۔ (عینی:۲/۷)

دلیل: (۱) حدیث الباب۔ (۲) حدیث ابن عمر، حدیث نافع عن ابن عمر، حدیث وائل بن حجر اور حدیث ابی حمید الساعدی وغیرہ جن میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے مقامات میں بھی رفع یدین کا ثبوت ہے۔

(۲) احناف اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک: رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے، اس کے علاوہ درمیانِ صلوٰۃ میں اور کہیں مشروع نہیں۔ (التعلیق المجد:۹۱)

دلیل: عن ابن مسعودؓ حدّث قال ألا أصلي بكم صلوة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا في اول مرّة. (ابوداؤد:۱/۱۰۹، ترمذی:۱/۳۵)

(ج): حدیث باب کا جواب:

یہ حدیث اور اس کے علاوہ وہ تمام دیگر حدیثیں جن سے رفع یدین کا ثبوت ملتا ہے، سب کی سب منسوخ ہیں، نسخ کی دلیل یہ ہے کہ: "ان ابن الزبير رأى رجلا يرفع يديه من الركع فقال مَهْ كان هذا شيء فعله النبي ﷺ تتم تركه" یعنی کہ ابن زبیر نے ایک شخص کو رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو ڈانٹ کر فرمایا کہ ٹھہر جا، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کیا کرتے تھے، بعد میں آپ نے چھوڑ دیا تھا۔ (التعلیق الصبیح:۱/۳۴۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۶۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۷۸

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاصَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. مُتَّفق عليه. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب تحریر کریں۔

(ج): قرأت خلف الامام کے متعلق ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

(د): یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص (نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہیں پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب:

حدیث مذکورہ کا مطلب ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز ادا کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآنِ کریم کی کوئی اور سورت تلاوت نہیں کرتا، اس کی نماز نہیں ہوتی ہے، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہر ایک منفرد اور مقتدی پر لازم ہے یا یہ حکم صرف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منفرد کے لیے ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حکم کو صرف منفرد کے لیے خاص کیا ہے؛ لیکن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اس حکم کو مقتدی اور منفرد دونوں کے لیے تسلیم کرتے ہیں، اسی لیے فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(ج): قرأت خلف الامام کے متعلق ائمہ کے مذاہب اور دلائل:

باجماعت نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنا اور سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا خواہ سری نماز میں ہو یا جہری نماز میں جائز نہیں ہے، اور حضرت امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جہری نماز میں جائز نہیں، البتہ سری نماز میں مستحب ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام شافعی اور آپ کے متبعین کا ہے، آپؒ کے نزدیک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بہر صورت خواہ نماز سری ہو یا جہری لازم اور ضروری ہے۔

(توضیحات: ۲/۳۲۷، لمعات النکات: ۱۶۸)

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ دونوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے استدلال کیا ہے؛ چنانچہ قرآنِ کریم سے ان حضرات کی دلیل آیتِ کریمہ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ہے، اس آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قرآنِ کریم پڑھا جائے تو کان لگا کر اس کو سنو اور خاموش رہو، ان حضرات نے اس آیت سے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ اس میں اللہ رب العزت نے دو حکم ارشاد فرمائے ہیں: (۱) فَاسْتَمِعُوْا یعنی جب قرآن کریم پڑھا جائے تو کان لگا کر اس کو سنو، اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھے جانے کے وقت دھیان سے اس کو سننا واجب ہے۔ (۲) اَنْصِتُوْا یعنی جب قرآن کریم پڑھا جائے تو خاموش رہو، اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم کے پڑھے جانے کے وقت خواہ اس کی آواز کانوں میں آئے یا نہ آئے خاموش رہنا ضروری ہے، پس ان دونوں حکموں کے اجتماع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اگر اس کی آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا ضروری ہے، اور نمازوں میں بھی خواہ سری نماز ہو یا جہری امام قرآن کریم ہی کی تلاوت کرتا ہے پس ان احکام کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ جہری نمازوں میں امام کی قرأت کے وقت اس کے پیچھے خاموش رہ کر قرآن کریم کو سننا اور سری نمازوں میں اس کے پیچھے قرأت کے احترام میں خاموش رہنا ضروری ہے۔

اور احادیثِ نبویہ سے ان حضرات کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فانصتوا" اس روایت سے ان حضرات کا اپنے مسلک پر استدلال کرنا بالکل واضح ہے، حضور علیہ السلام نے بھی امام کی قرأت کے وقت اس کے پیچھے خاموش رہنے کی تاکید فرمائی ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا صحیح نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہب دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین اپنے مسلک حدیث مذکورہ فی السوال سے استدلال کرتے ہیں وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں اس شخص کی نماز کو جو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا ہے نماز شمار نہیں کیا ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں میں خواہ امام کے پیچھے ہوں یا اکیلے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

واضح رہے کہ مذہب دوم کے قائلین نے اس روایت کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے؛ لیکن مذہبِ اوّل کے قائلین اس روایت کی طرح دیگر روایات کے بھی تشفی بخش جوابات دیے ہیں، حدیثِ مذکورہ فی السوال کا جواب درج ذیل ہے۔

(د): یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کا جواب:

واضح رہے کہ مذہبِ اوّل کے قائلین کی جانب سے مذہبِ دوم کی دلیل حدیث مذکورہ فی السوال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث فاتحہ خلف الامام پر دلالت کرنے کے اعتبار سے صریح نہیں ہے، اس لیے اس روایت کے منفرد مصلی کے لیے خاص ہونے کا بھی احتمال موجود ہے، نیز یہ حدیث معلول بھی ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، پس بایں وجوہات اس روایت سے فاتحہ خلف الامام کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۶۸۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۷۸

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ، فَقِيْلَ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَؓ إِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْإِمَامِ؟ فَقَالَ اِقْرَأْبِهَا فِيْ نَفْسِكَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): قرأت خلف الامام کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب تحریر کریں۔

(ج): حدیث الباب کی مناسب توجیہ کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پڑھے اور اس میں فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین مرتبہ فرمایا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر کسی نے پوچھا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو اس وقت بھی پڑھیں، تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے دل میں پڑھو۔

(ب): قرأت خلف الامام کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب:

تمام ائمہ متفق ہیں کہ مقتدی سورت نہیں پڑھے گا نہ جہری نمازوں میں اور نہ سری نمازوں میں اور فاتحہ میں اختلاف ہے۔

(۱) امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا فرض نہیں، اور قول جدید یہ ہے کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا فرض ہے خواہ جہری نماز ہو یا سرّی۔

(۲) حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ جہری نماز میں مقتدی نہ صرف یہ کہ فاتحہ پڑھے گا، بلکہ فاتحہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، حنفیہ کے نزدیک خواہ جہری نماز میں ہو یا سری نماز میں البتہ مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک سرّی نماز میں فاتحہ خلف الامام مستحب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعیؒ کی دلیل:

قائلین قراءت فاتحہ خلف الامام حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عن عبادة بن الصامتؓ كنا خلف النبي صلى الله عليه وسلم في صلوة الفجر فقرأ فثقلت عليه القراءة فلما فرغ قال لعلكم تقرؤون خلف امامكم قلنا يارسول الله! قال لاتفعلوا الابفاتحة الكتاب فإنه لاصلوة لمن لم يقرأ بها. (مشکوٰۃ:۱/۸۱)اس سے واضح ہوتا ہے کہ جہری نماز میں بھی مقتدی کے لیے قراءت فاتحہ ضروری ہے۔

(۲) قائلینِ قراءت خلف الامام کی دوسری دلیل: حدیث الباب۔

عبادۃ بن الصامتؓ کی حدیث کا جواب:

یہ حدیث اگر چہ شافعیہ کے مسلک پر صریح ہے؛ لیکن صحیح نہیں، چنانچہ امام احمد نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے؟ نیز حافظ ابن حجر اور دوسرے محدثین نے بھی اسے معلول کہا ہے۔ (درسِ ترمذی:۲/۴۷)

دلیل احناف:

قوله تعالى: ﴿وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۲۰۴)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: اجمع الناس على ان هذه الآية نزلت في الصلوٰة" یہاں تلاوتِ قرآن کے وقت غور کے ساتھ توجہ کرنے اور سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، لہٰذا صلوٰۃ جہریہ میں استماع کا حکم ہوگا اور صلوٰۃ سریہ میں انصات کا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حنفیہ کی دوسری دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث: "من کان له امام فقرأه الامام له قرأة" اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز نہیں، نیز اگر مقتدی بھی قرأت کرنے تو دو قرأتیں جمع ہو جائیں گی، حالانکہ یہ حدیث کے صریح خلاف ہے۔

(ج): حدیث الباب کی مناسب توجیہ:

اس حدیث کے دو جز ہیں ایک مرفوع ہیں جس میں صرف اتنا ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل ہے؛ لیکن یہ حکم حنفیہ کے نزدیک دوسرے دلائل کی روشنی میں امام اور منفرد کا ہے اور دوسرا جز حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے کہ انہوں نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں فرمایا: "اقرأبها في نفسک" سو اوّل تو یہ حضرت ابوہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں حجت نہیں، دوسرے یہ ارشاد اس معنی میں بھی ہو سکتا ہے کہ تلفظ کے بغیر دل ہی دل میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔

۶۹۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۹۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نماز کے دوران سلام کا جواب دینا اور کلام کرنا جائز ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حبشہ کی طرف مسلمانوں نے کتنی مرتبہ ہجرت کی اور ”فلما رجعنا من عند النجاشی“ میں کون سی ہجرت کا ذکر ہے نیز یہ واپسی مدینہ میں ہوئی یا مکہ میں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور ہم آپ کو سلام کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے پھر کچھ دنوں کے بعد جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے آج آپ نے جواب کیوں نہیں دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نماز خود ایک کام ہے۔

(ب): نماز کے دوران سلام کا جواب دینا اور کلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نماز کے دوران سلام کا جاب دینا اور کلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ اربعہ کے مابیان اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً کلام فی الصلوٰۃ کی گنجائش ہے چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مالک اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقاً کلام مفسد صلوٰۃ ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر عمداً ہو یا ناسیاً یا جاہلاً۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل:

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل:

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے: عن أبي هريرة أن النبي ﷺ انصرف من اثنتين فقال له، ذو اليدين اقصرت الصلاة أم نسيت يا رسول الله ﷺ: فقل النبي ﷺ: أصدق ذواليدين فقال الناس نعم فقام رسول الله ﷺ فصلى اثنتين أخريين ثم سلم ثم كبر فسجد مثل سجوده أواطول ثم كبر فرفع ثم سجد مثل سجوده أواطول۔

(ترمذی: ۱/۹۱)

دوسری دلیل: امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو روزے پر قیاس کیا وہ فرماتے ہیں کہ روزہ ایک عبادت ہے اور وہاں بھول کر کھانے پینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا اور نماز بھی ایک عبادت ہے پس اس میں بھی کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہونا چاہیے، پھر اعتراض ہوا کہ عمداً کھانے پینے سے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر عمداً کلام فی الصلاۃ سے نماز فاسد کیوں نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ روزہ کی حدیث میں نسیان کی قید موجود ہے یہاں کوئی قید نہیں اس لیے خواہ عمداً کلام کرے یا ناسیاً نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (تحفۃ الالمعی: ۳/۲۳۱)

امام ابوحنیفہ وغیرہم کی دلیل:

(۱) ان کی دلیل حدیث الباب ہے۔

(۲) حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دورانِ جماعت ایک شخص نے چھینکا انہوں نے جواباً "یرحمک اللہ" کہا لوگوں نے ان کو گھورا تو وہ نماز ہی میں بولے: تم لوگ مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ تو صحابہ نے رانوں پر ہاتھ مارے؛ چنانچہ وہ خاموش ہوگئے، نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسئلہ بتایا "ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هذه الصلاة لايصلح فيها شيىء من كلام الناس انما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن" یعنی نماز میں کلام کی مطلقاً گنجائش نہیں، نماز صرف تسبیح و تکبیر اور قرأت قرآن ہے۔ (مسلم:۱/۲۰۳)

(۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ پہلے لوگ نماز میں بات چیت کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ بقرہ کی آیت (۲۳۸) نازل ہوئی یعنی ﴿قُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۳۸) پس خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، اور کلام سے روک دیا گیا۔ (ترمذی:۱/۹۲) ان تینوں حدیثوں سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ نماز میں سلام کا جواب دینا یا دوسرا کوئی کام کرنا مفسدِ نماز ہے۔ (تحفۃ الالمعی:۲/۲۳۱)

نماز کے دوران سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

جمہور کے نزدیک مطلقاً کلام فی الصلاۃ ناجائز ہے، تو "فيرد علينا" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ابتداءِ اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداءِ اسلام میں کلام فی الصلاۃ جائز تھا، بعد میں حرام کردیا گیا هكذا في المرقات: قال المظهر كان الكلام في بدء الاسلام جائزًا في الصلاة ثم حرم. (مرقات:۳/۵)

"فلم يرد علينا" کا جواب یہ ہے کہ یہ اسلام کی آخری حالت پر مبنی ہے یعنی جب کلام فی الصلاۃ منسوخ ہوگیا، اس کے بعد کی حالت پر محمول ہے۔

(۴) جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ رونق افروز ہوئے تو صحابۂ کرام بھی وہاں حاضر ہوئے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اسی قافلہ میں تھا، میں نے پہلے عادت کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا، اور نماز کے بعد فرمایا کہ نماز میں شغل ہے اور وہ شغل قرآن پڑھنے کا ہے، تسبیح، دعا اور مناجات کا ہے اور وہ مانع ہے، آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے سے، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا اور کلام کرنا نماز میں حرام ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حبشہ کی طرف مسلمانوں نے کتنی مرتبہ ہجرت کی؟...:

حبشہ کی طرف مسلمانوں کی دو مرتبہ ہجرت ہوئی اور رجوع بھی دو مرتبہ واقع ہوا۔

(۱) ایک مرتبہ یہ سن کر کہ مشرکین عرب مسلمان ہو گئے تو ابن مسعود وغیرہ لوٹ کر مکہ میں آ گئے تھے، حالانکہ واقعہ الٹا تھا۔

(۲) دوسری مرتبہ جبکہ مشرکین عرب کی طرف سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو چند صحابۂ کرام نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ حبشہ سے اس وقت لوٹے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا کر جنگ بدر کی تیاری کر رہے تھے، تو یہ رجوع من الحبشہ الی المدینہ ہوا، اور راجح قول کے مطابق حدیث الباب کا جو واقعہ ہے یہ دوسری مرتبہ کی ہجرت ہے اور رجوع من الحبشہ الی المدینہ کا ہے۔ (تنظیم الاشتات: ۳۴۹/۱)

۷۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۹۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ إِذَاقَامَ يُصَلِّيْ جَاءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَايَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى؟ إِذَاوَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): رکعات میں شک ہونے پر کیا صرف سجدہ سہو کافی ہے؟ اگر نہیں تو اس میں کیا تفصیل ہے؟ بیان کریں۔

(ج): نماز میں سہو ہو جانے پر سجدۂ سہو واجب ہے یا مستحب؟ مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آجاتا ہے اور اس کو اشتباہ میں ڈالتا ہے، یہاں تک کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں؛ لہٰذا اگر تم میں سے کسی کو یہ صورت پیش آجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ آخر میں بیٹھ کر دو سجدے کرلے۔

(ب): رکعات میں شک ہونے پر کیا صرف سجدہ سہو کافی ہے؟

اگر کسی کو نماز میں شک ہوجائے کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں تو وہ کیا کرے؟ تو اس بارے میں اختلاف ہے۔

امام شعبی اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کے نزدیک مطلقاً اعادہ ضروری ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بلا تفصیل سجدۂ سہو کرلے اس کی نماز ہوجائے گی نہ تحری کی ضرورت ہے اور نہ بناء علی الاقل کی ضرورت ہے، وہ ترمذی میں عیاض بن ہلال کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس میں مطلقاً سجدۂ سہو کا ذکر ہے کوئی تفصیل نہیں۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک بناء علی الاقل واجب ہے، بقیہ نماز پوری کرکے سجدۂ سہو کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر زندگی میں پہلی مرتبہ شک ہوا ہو تو نماز کا اعادہ کرلے، اور اگر بار بار ایسا ہوتا ہو تو تحری کرلے، جس طرف غالب گمان ہو اس پر بناء کرلے، اور اگر تحری کرنے کے بعد کسی طرف غالب گمان نہ ہو تو بناء علی الاقل کرلے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عیاض بن ہلال کی حدیث کا جواب:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں صرف سجدہ سہو کا ذکر ہے باقی کیسے کرنا دوسری احادیث میں تفصیل موجود ہے، لہٰذا مجمل سے استدلال صحیح نہیں۔

باقی دوسرے ائمہ کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں، کسی میں اعادہ کا ذکر ہے، اس کو بعض نے لے لیا، اوروں کو چھوڑ دیا، اور امام ابوحنیفہ نے تینوں احادیث پر عمل کرلیا، اور ہر ایک حدیث کو الگ الگ صورت پر محمول کیا، کسی حدیث کو ترک کرنا نہ پڑا، لہٰذا یہی صورت اولیٰ ہوگی۔ (درسِ مشکوٰۃ:۲/۸۸)

(ج): نماز میں سہو ہو جانے پر سجدۂ سہو واجب ہے یا مستحب؟

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں سہو ہو جانے پر سجدہ سہو مستحب ہے۔

اور جمہور رحمہم اللہ کے نزدیک نماز میں سہو ہو جانے پر سجدہ سہو واجب ہے۔

(عین مشکوٰۃ بین السطور:۹۲)

۷۱-مشکوٰۃ شریف: ص/۹۲

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاشَكَّ اَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهٖ فَلَمْ يَدْرِكَمْ صَلّٰى ثَلٰثًا اَوْاَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلٰى مَااسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَإِنْ كَانَ صَلّٰى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهٗ صَلٰوتَهٗ وَإِنْ كَانَ صَلّٰى اِتْمَامًا لِاَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيْمًا لِلشَّيْطَانِ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): سجدۂ سہو قبل السلام ہے یا بعد السلام؟ مذاہب ائمہ مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص درمیان نماز شک میں مبتلا ہو جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو چاہیے کہ اپنے شک کو دُور کرے اور جس عدد پر یقین ہو اسی پر بناء کرلے (یعنی کسی ایک عدد رکعت کا تعین کر کے نماز پوری کرلے) پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدہ کرلے، اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہوں گی تو یہ پانچ رکعات ان دونوں سجدوں کی وجہ سے جفت ہو جائیں گی، اور اگر اس نے چار رکعتیں پوری پڑھی ہوں گی تو پھر یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت کا سبب بن جائیں گے۔

(ب): سجدۂ سہو قبل السلام ہے یا بعد السلام؟ مذاہب ائمہ:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہر قسم کا سجدۂ سہو قبل السلام ہے خواہ نماز میں کمی کے باعث واجب ہو یا زیادتی کے باعث یہی امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ایک قول ہے۔ (عینی: ۱۷۳/۳)

دلیل: حدیث الباب ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہا ور سہو نقصان فی الصلوٰۃ کی بنا پر ہو تو سجدۂ سہو قبل السلام ہوگا اور اگر زیادتی فی الصلوۃ کی بناء پر ہو تو سجدۂ سہو بعد السلام ہوگا، جس کو وہ القاف بالقاف والذال بالدال یعنی تقبل بالنقصان تبعد بالزیادۃ سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی نقص میں بھی قاف ہے، لہٰذا قبل السلام سے مناسبت ہے اور زیادت میں دال ہے اسی لیے بعد السلام سے مناسبت ہے۔ (فتح الملہم: ۱۵۷/۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل بصورتِ نقص:

أنه علیه السلام قام من اثنتین من الظهر لم یجلس بینهما فلما قضی صلوٰته سجد سجدتین ثم سلم بعد ذالک. (بخاری)

دلیل بصورتِ زیادت:

ان النبي ﷺ صلّی خمسًا فسجد سجدتی السهو بعد السلام. (عینی:۴/۱۷۳)

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تمام صورتوں میں سجدۂ سہو قبل السلام ہے، البتہ صرف دوصورتوں میں وہ بھی بعد السلام سجدہ سہو کے قائل ہیں۔

(۱) نقص فی الصلوٰۃ کی صورت میں (۲) نماز میں شک واقع ہونے کی بنیاد پر تحری فی الصواب کے وقت تاخیر کی صورت میں۔ (عینی:۴/۱۷۳)

بصورتِ نقص کی دلیل:

بصورتِ نقص امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے، جس کا ٹکڑا یہ ہے کہ: "فصلی رکعة ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم". (مشکوٰۃ:۹۳)

بصورتِ تحری فی الصواب کی دلیل:

انه علیه السلام قال إذا شک أحدکم في صلوٰته فلیتحر الصواب فلیتم علیه ثم یسلم ثمّ یسجد سجدتین. (بخاری)

قبل السلام کی دلیل:

قبل السلام کی دلیل ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے جس کا ایک ٹکڑا ہے: فلیسجد سجدتین قبل ان یسلم ثم یسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر قسم کا سجدہ سہو خواہ بصورت زیادۃ ہو یا بصورت نقص بعد السلام ہی ہوگا۔ (عینی:۱۷۳/۳) دلیل: أنه علیه السلام قال لکل سهو سجدتان بعد مایسلم. (ابوداؤد وابن ماجہ)

حدیثِ باب کا جواب: اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ قولی ہے، لیکن چونکہ شک کے متعلق جو روایات ہیں ان میں باہم تعارض ہے لہٰذا شک والی تمام روایتوں کو باہمی تعارض کی بناء پر ساقط کر دیا جائے گا۔ (فتح الملہم:۱۸۸/۳)

۷۲- مشکوٰۃ شریف: ص/۹۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَحَرّٰى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَاعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ، قَالَ إِذَاطَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَإِذَاغَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيْبَ وَلَاتَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَاغُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ. (متفق علیه) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَابَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَاتَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى آيَةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْنَهَارٍ. (رواه الترمذي وأبوداود والنسائی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب رقم کرتے ہوئے اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کے متعلق ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

(ج): حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایات کے درمیان اگر تعارض ہو تو اس کو دور کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرنے کا ارادہ نہ کرے، اور ایک روایت میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز پڑھنا ترک کر دو یہاں تک کہ سورج خوب ظاہر ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غروب ہو جائے تو نماز ادا کرنا چھوڑ دو یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے اور سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرنے کا ارادہ نہ کرو؛ اس لیے کہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ... اے اولادِ مناف! (تم کسی کو اس گھر (یعنی بیت اللہ) کا طواف کرنے سے نہ روکو اور جورات اور دن کی کسی گھڑی میں (یہاں) نماز ادا کرنا چاہے تو اس کو نماز ادا کرنے دو۔

(ب): مطلب اور اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کے متعلق ائمہ کے مذاہب مع دلائل:

مذکرہ فی السوال روایات میں اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے، اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے تین مذاہب ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور جمہور احناف کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اوقاتِ مکروہہ میں ہر قسم کی نماز خواہ فرض ہو یا نفل ادا کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اسی دن کی عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت ادا کرنا جائز ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اوقاتِ مکروہہ میں فرض نمازیں ادا کرنا جائز ہے البتہ نفل جائز نہیں ہے۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب حضرت امام شافعیؒ کا ہے، آپ کے نزدیک اوقاتِ مکروہہ میں ان نمازوں کو ادا کرنا جن کا کوئی سبب ہوتا ہے جائز ہے جیسے نذر معین کی نمازیں اور فائتہ نمازیں اور وہ نمازیں جن کا کوئی سبب نہیں ہوتا ہے ان کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر مذکورہ فی السوال روایت سے استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس روایت میں سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت مطلقاً نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ دونوں اوقات، اوقاتِ مکروہہ میں شمار ہوتے ہیں، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں مطلقاً نماز ادا کرنا خواہ فرض ہو یا نفل مکروہ ہے، اور رہا اسی دن کی عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے وقت ادا کرنا تو جائز یہ جائز ہے؛ اس لیے کہ آپ علیہ السلام نے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے عصر کی ایک رکعت ادا کرنے والے کو مکمل عصر کی نماز ادا کرنے والا شمار کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واضح رہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مستدل وہ روایت ہے جس میں غروبِ شمس کے وقت عصر کی نماز کا جواز ثابت ہے، احادیث کی اکثر کتابوں میں موجود ہے اور طلبہؑ عزیز اس سے واقف ہیں؛ اس لیے یہاں اس کی تفصیل نظر انداز کی جاتی ہے۔

مذہبِ دوم اور سوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم اور سوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر سوال میں مذکور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں تمام اوقات میں نمازوں کو جائز قرار دیا ہے جن میں اوقاتِ مکروہہ بھی داخل ہیں، اور اوقاتِ مکروہہ مکہ اور مکہ سے باہر ایک ہی حکم رکھتے ہیں؛ اس لیے جب مکہ میں تمام اوقات میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو پھر تمام جگہوں پر جائز ہے؛ لیکن چونکہ بہت سی روایات میں ان اوقات میں نماز ادا نہ کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے؛ اس لیے حضرت امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ان اوقات میں نفل کے اور حضرت امام شافعیؒ ان نمازوں کے عدمِ جواز کے قائل ہیں جن کا کوئی سبب نہیں ہوتا ہے؛ البتہ حضرت امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ طواف کے بعد کی دو رکعتیں ان اوقات میں ادا کرنا جائز ہے۔

(ج): حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور... کی روایات کے درمیان دفعِ تعارض:

واضح رہے کہ سوال میں مذکور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت اور حضرت جبیرؓ کی روایت کے مابیان تعارض ہے۔ بایں طور کہ ایک روایت سے اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کا ممنوع ہونا اور دوسری سے غیر ممنوع ہونا ثابت ہو رہا ہے، اس تعارض کا حل یہ ہے کہ جمہور علماء اور محدثین نے حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مفہوم کو عام نہیں مانا ہے؛ بلکہ اس کے مفہوم کو خاص قرار دیا ہے اور اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اے مناف کی اولاد! تم بیت اللہ میں نماز کے اوقات میں خواہ دن میں ہو یا رات میں کسی کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نماز ادا کرنے سے منع نہ کرو، اور نماز کے اوقات، مکروہ اوقات کے علاوہ ہیں؛ اس لیے اس روایت سے اوقاتِ مکروہہ میں نمازیں ادا کرنے کا جواز ثابت نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو پھر حضرت ابن عمرؓ کی روایت اور اس روایت کے مابیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

۷۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۹۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَاعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ، قَالَ إِذَاطَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَإِذَاغَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيْبَ وَلَاتَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَاغُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ. وَقَالَ فِيْ رِوَايَةٍ يَابَنِيْ عَبْدَ مَنَافٍ لَاتَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى آيَةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْنَهَارٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب رقم کرتے ہوئے اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کے متعلق ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

(ج): حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایات کے درمیان اگر تعارض ہو تو اس کو دُور کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرنے کا ارادہ نہ کرے، اور ایک روایت میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز پڑھنا ترک کردو یہاں تک کہ سورج خوب ظاہر ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غروب ہو جائے تو نماز ادا کرنا چھوڑ دو یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے اور سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرنے کا ارادہ نہ کرو؛ اس لیے کہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اے بنو عبد مناف!! (تم کسی کو اس گھر (یعنی بیت اللہ) کا طواف کرنے سے نہ روکو اور جو رات اور دن کی کسی گھڑی میں (یہاں) نماز ادا کرنا چاہے تو اس کو نماز ادا کرنے دو۔ (پہلے کی دو روایتیں متفق علیہ ہیں اور آخری روایت ترمذی وابوداؤد ونسائی کی ہے)

(ب): مطلب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امتوں کو پہلی کی دو روایتوں میں بوقتِ طلوعِ شمس اور بوقتِ غروبِ شمس نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے اور آخری روایت میں طوافِ کعبہ سے روکنے اور طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت ادائے نماز سے روکنے سے منع فرما رہے ہیں۔

(ب): اوقاتِ مکروہہ میں نماز ادا کرنے کے متعلق ائمہ کے مذاہب مع دلائل:

(۱) داؤد ظاہری کے نزدیک بعد الظہر، بعد العصر عند الطلوع والغروب والاستواء مطلقاً نماز جائز ہے۔

دلیل: ان اوقاتِ خمسہ میں نماز پڑھنا صحابہؓ کی ایک جماعت سے ثابت ہے؛ لیکن جمہور ائمہ اس کے مخالف ہیں، پھر جمہور میں بھی اختلاف ہے کہ (۲) امام شافعیؒ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے کہا کہ مذکورہ اوقاتِ خمسہ میں نماز نہیں کہ جس کے لیے کوئی سبب نہیں ہے؛ لیکن جس کے لیے کوئی سبب ہو مثلاً نذر کی نماز وقضاء فوائت یہ جائز ہے۔

دلیل: حدیثِ کریب: ”عن أم سلمةؓ حيث قالت سمعت النبي ﷺ عن الركعتين بعد العصر ينها عنهما ثم رأيته يصليهما فارسلت إليه الجارية فقال عليه السلام أنه أتاني ناس من عبدالقيس فشغلوني عن الركعتين اللتين بعد الظهر فهما هاتان“ (متفق علیہ)

(۳) امام مالکؒ، اسحاقؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک فائتہ نماز کی قضاء ہر وقت جائز ہے۔

دلیل: حدیث ابی ہریرۃؓ في قصة ليلة التعريس أنه عليه السلام قال من نَسِيَ عن صلوة فليصلها إذا ذكرها. معلوم ہوا کہ جب بھی یاد ہو فائتہ کی قضاء دی جائے گی وہ وقت ممنوع ہو یا نہ ہو۔

(۴) لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک طلوع وغروب واستواء کے وقت جو بھی نماز ہو پڑھنا جائز نہیں خواہ وہ نماز مکہ میں ہو یا کوئی اور نماز بہر حال جائز نہ ہوگی۔

دلیل: حديث ابن عمرؓ المذكر في ورقة السوال في الصفحة الماضية.

جواب عن ادلۃ المخالفین:

داؤد ظاہری نے جو کہا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سیان اوقاتِ خمسہ میں نماز پڑھنا ثابت ہے جواب یہ ہے کہ: نعلمهم لم يسمعوا نهى النبى ﷺ اوقالوا وعملوا به قبل بلوغ النهى اليهم.

جواب عن دلیل الشافعیؒ: بحدیث کریب عن ام سلمہؓ (الخ) جواب یہ ہے کہ ایک دفعہ جو حضور ﷺ نے ادا فرمایا وہ بھی خصوصیت تھی كما يدل عليه صراحة حدث ابى سعيدؓ أنه جعلها خاصّة للنبى عليه الصلوة والسلام.

جواب عن دلیل الامام المالک واسحاق والاوزاعیؒ: بحديث ابي هريرةؓ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

في قصة ليلة التعريس (الخ) جواب یہ ہے کہ مبیح ومحرم جب معارض ہوں تو محرم راجح ہوتی ہے ہٰکذا فی الاصول (ا) حدیث نہی باعتبار سند، احادیث رخصت کی بہ نسبت اقویٰ ہے کما فی التقریر المطبوعہ لشیخ الہندؒ۔

(ج): روایتوں کے درمیان دفع تعارض:

دفع تعارض یہ ہے کہ جب مبیح ومحرم معارض ہوں تو محرم راجح ہوتی ہے، ہٰکذا فی الاصول۔

۴۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۹۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَحَرّٰى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَاعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ، قَالَ إِذَاطَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَإِذَاغَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيْبَ وَلَاتَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَاغُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): طلوع، غروب اور استواء کے وقت نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ائمہ کرام کے مذاہب مدلل تحریر کریں۔

(ج): "قرني الشيطان" کا مطلب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرنے کا ارادہ نہ کرے، اور ایک روایت میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز پڑھنا ترک کردو یہاں تک کہ سورج خوب ظاہر ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غروب ہو جائے تو نماز ادا کرنا چھوڑ دو یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے اور سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے وقت نماز ادا کرنے کا ارادہ نہ کرو؛ اس لیے کہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

(ب): طلوع، غروب اور استواء کے وقت نماز پڑھنے کا حکم:

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں صرف نوافل غیر سببیہ پڑھنے کی اجازت نہیں اور مابقیہ نمازیں خواہ فرائض ہوں یا قضاء فوائت خواہ سنن مؤکدات ہوں یا نوافل سببیہ مثلاً تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، اور طواف کی دو رکعت اور سجدۂ تلاوت جس کی تلاوت انہیں اوقات میں کی جائے جائز ہے۔

دلیل: "لیلۃ التعریس" کی مشہور حدیث میں ہے: "من نسی عن الصلوٰۃ فلیصلیها إذا ذکرها" یہاں فرائض یاد آنے سے فوراً پڑھ لینے کا حکم ہے کسی وقت کا استثناء نہیں ہے۔

(۲) عن عائشة قالت ماترک النبي ﷺ رکعتین بعد العصر عندی قط. (مسلم) اس سے بعد العصر دو رکعت پڑھنے پر مواظبت ثابت ہوتی ہے۔

(۲) امام مالک اور امام احمدؒ کے نزدیک ان اوقات میں فرائض پڑھنا جائز ہے؛ لیکن نوافل پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں! امام احمدؒ کے نزدیک رکعتی الطواف جائز ہے۔

دلیل: (۱) ان کی دلیل بھی حدیث لیلۃ التعریس ہے اور احادیث نہی کو نوافل پر حمل کرتے ہیں، اور امام احمدؒ رکعتی الطواف کی دلیل جبیر بن مطعمؓ کی حدیث ہے: "لاتمنعوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احداً طاف بھذا البیت وصلی آیة ساعة من لیل ونھار" ہے۔ (مشکوٰۃ:۱/۹۵)

(۳) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلوع، غروب اور استواء کے وقت کسی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں اور بعد صلوٰۃ الفجر والعصر فرائض وواجبات لعینہا پڑھنے کی اجازت ہے؛ لیکن نوافل اور واجبات بغیرہا کی اجازت نہیں۔

دلیل: (۱) حدیث الباب۔

(۲) عن عقبة بن عامر قال ثلث ساعات كان رسول الله ﷺ نھانا ان نصلی فیھن اونقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرة حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب. (مشکوٰۃ:۹۴)

اسی طرح اوقاتِ ثلاثہ نہی عن الصلوٰۃ کے متعلق بکثرت احادیث موجود ہیں جو مشہور اور متواتر ہیں، لہٰذا ان ہی کو اصل قرار دے کر خاص خاص احادیث کی تاویل کرنی چاہیے۔

(ج): "قرنی الشیطان" کا مطلب:

قرنی الشیطان کے معنی ہیں: شیطان کے سر کے دونوں کنارے؛ چونکہ شیطان طلوعِ شمس کے وقت بالکل سورج کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ سورج کا نکلنا اس کے سر کے دونوں کناروں کے بیچ سے واقع ہو اور اپنے پجاریوں کا قبلہ بن سکے؛ اسی لیے طلوع کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (مرقات:۳/۴۱)

۷۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۹۴

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِنَّ اَوْنَقْبُرَ فِيْهِنَّ مَوْتَانَا: حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ الشَّمْسُ وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مذکورہ تینوں اوقات میں صرف اداء نماز پڑھنی ممنوع ہے یا اداء اور قضا دونوں؟

(ج): مذکورہ تینوں اوقات میں نفل نماز، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت کا کیا حکم ہے؟

(د): ان اوقاتِ ثلاثہ کے علاوہ اور کس اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع کیا ہے، طلوعِ شمس کے وقت یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، دوپہر کو سایہ قائم ہونے کے وقت یہاں تک کہ سورج مائل ہو جائے اور غروبِ شمس کے وقت یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

(ب): مذکورہ تینوں اوقات میں صرف اداء نماز پڑھنی ممنوع ہے یا اداء اور قضا دونوں؟

مذکورہ تینوں اوقات میں اداء اور قضاء دونوں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور جو نمازیں ان اوقات میں ادا کی جائیں گی ان کو لوٹانا واجب ہے؛ کیونکہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اقات میں نمازِ مکتوبہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) ایک سورج کے طلوع ہونے کے وقت یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔ (۲) دوسرے جب سورج نصف بلندی پر ہو یہاں تک کہ ڈھل جائے۔ (۳) تیسرے جب ڈوبنے کے قریب ہو یہاں تک کہ جب ڈوب جائے؛ البتہ غروبِ آفتاب کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقت اسی دن کی عصر ادا ہو جائے گی، اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "ولا یجوز فیھا قضاء الفرائض والواجبات الفائتة عن وقتها كالوتر هكذا في المستصفى والكافي. (ہندیہ: ۵۲/۱۔ قاموس الفقہ: ۲۳۹/۴، حلبی کبیر: ۲۳۶)

(ج): مذکورہ تینوں اوقات میں نفل نماز، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت کا کیا حکم؟

مذکورہ اقاتِ ثلاثہ میں نفل نماز، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت کا حکم یہ ہے کہ ان اوقات میں نفل نماز پڑھنا، نماز جنازہ پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا مکروہِ تحریمی ہے؛ البتہ اگر وقتِ مکروہہ ہی میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کی گئی یا نفل نماز شروع کی گئی یا جنازہ اسی وقت سامنے آ گیا تو ان صورتوں میں اسی وقتا دائیگی کافی ہو جائے گی گو کراہت اس میں بھی ہوگی۔ (قاموس الفقہ: ۲۳۹/۴، حلبی کبیر: ۲۳۵) ثلاث ساعات لا یجوز فیھا المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة (ہندیہ: ۵۲/۱) وفي شرح المنية يكره فيها الفرض والتطوع.

(د): ان اوقاتِ ثلاثہ کے علاوہ اور کس اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے؟

مذکورہ اوقاتِ ثلاثہ کے علاوہ اور دو وقت میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے: (۱) بعد صلوٰۃ الفجر یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے۔ (۲) بعد صلوٰۃ العصر یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے؛ کیونکہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں ہے: عن ابي سعيد الخدرى قال قال رسول الله ﷺ لاصلوٰة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ولاصلوٰة بعد العصر حتى تغيب الشمس. (متفق علیہ)

حاصل یہ ہے کہ اوقاتِ مکروہ کل پانچ ہیں: (۱) بوقتِ طلوع الشمس (۲) بوقتِ استواء الشمس (۳) بوقتِ غروب الشمس (۴) بعد صلوٰۃ الفجر تا طلوع آفتاب (۵) بعد صلوٰۃ العصر تا غروب آفتاب۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۷۶- مشکوٰۃ شریف: ص/ ۹۴

عَنْ كُرَيْبٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَنْهَى عَنْهُمَا، ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا، ثُمَّ دَخَلَ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ قُولِي لَهُ تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَارَسُولَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا؟ قَالَ يَاابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَهُمَا هَاتَانِ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): سنتوں کی قضاء کے متعلق ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کرتے ہوئے بتائیں کہ سنتوں کی قضاء کرنا مسنون ہے یا یہ عمل حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے تھا؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت کریبؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ (میرے سوال کرنے پر) ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (عصر کے بعد) دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے سنا (تھا) لیکن میں نے ایک دن آپ علیہا السلام کو یہ دونوں رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا؛ چنانچہ جب آپ علیہ السلام ان سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں نے خادمہ کو آپ علیہ السلام کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ام سلمہ کہتی ہے کہ میں نے آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ السلام سے ان دونوں رکعتوں کو پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے؛ لیکن آج انہوں نے خود آپ علیہ السلام کو یہ دونوں رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ علیہ السلام نے (خادمہ سے) فرمایا (اُمِ سلمہؓ سے جاکر کہو) کہ اے ابی امیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے (پڑھنے کے) بارے میں پوچھا ہے، بات یہ ہے کہ قبیلۂ عبدالقیس کے کچھ لوگ میرے پاس (دین سیکھنے) آئے تھے جن کی وجہ سے میں مشغول ہوگیا تھا اور میری ظہر کے بعد کی دو رکعتیں رہ گئی تھیں انہیں کو میں نے عصر کے بعد پڑھا ہے۔

(ب): مطلب:

اس روایت میں سنتوں کی قضاء کے متعلق مسئلہ بیان کیا گیا ہے، سنتوں کی قضاء ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء کا کیا اختلاف ہے یہ تو آگے آئے گا، یہاں ہم اس روایت کا مکمل خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ فی السوال اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خادم خاص حضرت کریب علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن الازہر رضی اللہ عنہم نے مجھے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حضور علیہ السلام کے عصر کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنے کے متعلق معلوم کرنے کے لیے بھیجا میں نے حضرت عائشہؓ سے معلوم کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ بات تم حضرت ام سلمہؓ سے جاکر معلوم کرو، حضرت کریبؒ فرماتے ہیں کہ میں واپس ان حضرات کے پاس آیا اور آکر پوری صورتِ حال بیان کردی، نتیجتاً ان حضرات نے مجھے حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا میں نے حضرت ام سلمہؓ سے جاکر معلوم کیا تو آپؓ نے بتایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؛ لیکن ایک دن میں نے دیکھا کہ خود آپ علیہ السلام نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں ادا کیں، پس میں نے ایک خادمہ کے ذریعہ آپ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

السلام سے ان کے متعلق معلوم کرایا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (آج) میرے پاس بنی عبد القیس کے کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے آ گئے تھے، جن کی وجہ سے میں آج ظہر کے بعد کی دو سنتیں ادا نہیں کر سکا تھا، پس دو سنتیں میں نے اس وقت ادا کی ہیں۔

(ج): سنتوں کی قضاء کے متعلق ائمہ کے مذاہب مع دلائل:

اب اس روایت کی وجہ سے یہاں یہ بحث شروع ہو جاتی ہے کہ سنتوں کو قضاء کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ چھوٹ جائیں تو کیا بعد میں ان کو ادا کرنا مسنون ہے یا روایت میں بیان کردہ سنتوں کے قضاء کرنے کا معاملہ حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ جمہور علماء بالخصوص احناف کے نزدیک سنتوں کو قضاء کرنا مسنون نہیں ہے۔

یہ حضرات اپنے اس مسلک پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سنتوں کی قضاء ہوتی تو اس کے متعلق زمانہ مشہود لہا بالخیر میں کوئی نہ کوئی مثال ضرور ملتی؛ لیکن ایسا نہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنتوں کی قضاء کرنا مسنون نہیں ہے۔

جمہور علماء اور احناف کے برخلاف اس مسئلہ میں حضرت امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ سنتوں کی قضاء ہے، آپؒ نے اپنے اس مسلک پر اسی حدیث مذکورہ فی السوال سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ظہر کے بعد کی دو سنتیں عصر کے بعد ادا کی ہیں، اگر سنتوں کی قضاء نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام ان کو قضاء نہ فرماتے، پس آپ علیہ السلام کے اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتوں کی قضاء ہے۔

کیا سنتوں کو قضاء کرنا مسنون ہے یا یہ حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے؟

واضح رہے کہ جمہور علماء اور احناف کے نزدیک سنتوں کی قضاء کرنا مسنون نہیں ہے، اور رہا حضور علیہ السلام کا ظہر کے بعد کی دو سنتیں عصر کے بعد ادا کرنے کا مسئلہ تو یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صرف آپ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے، عام لوگوں کو اس کا حق نہیں ہے، اس کے برخلاف حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک سنتوں کو قضاء کرنا مسنون ہے اور یہ صرف آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔

۷۷۔مشکوٰۃ شریف: ص/ ۹۵

عَنْ مُعَاوِيَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَارَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. (رواه بخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عصر وصبح کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم مع مسلک ائمہ کرام بیان کریں۔

(ج): حدیثِ پاک سے آپ ﷺ کا عصر کے بعد سنتیں پڑھنا ثابت ہے اس کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے؛ لیکن ہم نے آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا؛ بلکہ آپ نے ان دو رکعتوں کو عصر کی نماز کے بعد منع فرمایا ہے۔

حدیثِ معاویہ اور حدیثِ عائشہ کے درمیان دفع تعارض:

ان دونوں روایتوں میں تعارض کو اس طرح دفع کریں گے کہ حدیثِ معاویہؓ عام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احوال اور خارج بیت سے متعلق ہے یعنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں عام صحابہؓ کے سامنے کبھی بھی نہیں پڑھی تا کہ یہ لوگ بھی نہ پڑھنے لگیں؛ اس لیے کہ وہ دونوں رکعتیں آپ ہی کے ساتھ مخصص تھیں "لِاَنَّهٗ كان يصليها في البيت لئلا يقتدى به لاختصاصهما به". (مرقاۃ:۳/۵۰)

اور حدیثِ عائشہؓ خانگی احوال کے متعلق ہے اور یہ آپ علیہ السلام کی خصوصیت ہے: "كماقال الخطابى كان النبي ﷺ مخصوصا بهذا دون الخلق".
(عینی:۲/۵۹۰)

(ب): عصر وصبح کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم مع مسلک ائمہ کرام:

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصر اور فجر کے بعد ہر قسم کی نماز حرام ہے سوائے اس دن کی عصر کی نماز اور سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ کے، اگر موجود ہے یعنی یہ نماز عصر کے بعد اور فجر کے بعد جائز ہے؛ لیکن اتنی تاخیر کرنا کہ مکروہ وقت نکل جائے افضل ہے۔

(۲) حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صبح اور عصر کے بعد صرف وہی نماز پڑھ سکتے ہیں جس کا کوئی سبب ہو مثلاً نذر کی نماز فائتہ کی قضاء وغیرہ۔

(۳) امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صرف فرض نماز پڑھ سکتے ہیں نوافل پڑھنا حرام ہے۔ (مرقات:۳/۵۰)

(ج): حدیثِ پاک سے آپ کا عصر کے بعد سنتیں پڑھنا ثابت ہے اس کا جواب:

(۱) عصر کے بعد آپ کا سنت پڑھنا آپ کی خصوصات میں سے ہے۔

(۲) عصر کے بعد آپ نے سنت اس لیے پڑھی تھی کہ قبیلۂ عبدالقیس کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ ان ہی میں مشغول تھے کہ ظہر کے بعد کی دو سنتیں فوت ہو گئی تھیں، اس لیے آپ نے عصر کے بعد ان کی قضاء فرمائی۔ (عینی:۲/۳۷۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۷۸-مشکوٰۃ شریف: ص ۱۰۳/

عَنْ يَزِيْدِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهٗ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ وَانْحَرَفَ فَإِذَاهُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ آخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهٗ قَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِئَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِضُهُمَا فَقَالَ مَامَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا قَدْصَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَاتَفْعَلَا اِذَاصَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نماز پڑھ لینے کے بعد جماعت میں شامل ہونے کا کیا حکم ہے بیان کریں؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شریک تھا؛ چنانچہ اس موقع پر ایک دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے نماز سے فارغ ہوئے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو اچانک دو شخص جماعت کے آخر میں بیٹھے تھے، جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر کیے گئے کہ (آپ کی ہیبت کی وجہ سے) ان کے مونڈھوں کا گوشت تھرتھرا رہا تھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنے مکان میں نماز پڑھ چکے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا اگر تم اپنے مکان میں نماز پڑھ چکو پھر ایسی مسجد میں پہونچو جہاں جماعت ہو رہی ہو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لو یہ نماز تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔

(ب): نماز پڑھ لینے کے بعد جماعت میں شامل ہونے کا حکم:

اگر کسی نے منفرداً نماز پڑھ لی پھر مسجد میں آ کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے تو اب کیا کرے؟ اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

(۱) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ہر نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔

(۲) امام مالکؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ بقیہ نماز میں شریک ہو سکتا ہے۔

(۳) احناف کے نزدیک صرف ظہر و عشاء میں شریک ہو سکتا ہے بقیہ تینوں میں شریک نہیں ہو سکتا، یعنی جن نمازوں کے بعد نفل کی اجازت ہے، ان کا اعادہ کر سکتا ہے اور جن کے بعد نفل کی اجازت نہیں ان میں شریک نہیں ہو سکتا، اور مغرب میں اس لیے شریک نہیں ہو سکتا کہ یہ نماز نفل ہوگی، اور تین رکعات نفل معہود فی الشرع نہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ فجر کا واقعہ ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا جس میں کوئی استثناء نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احناف کی دلیل:

احناف کی دلیل ایک تو بعد الفجر والعصر نماز کی ممانعت کی احادیث متواتر ہیں۔

دوسری دلیل حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے دار قطنی میں "ان النبي ﷺ قال إذا صليت في أهلک ثم ادركت الصلوٰة فصلها الا الفجر والمغرب"۔

اور عصر کے بارے میں ہمارے پاس دار قطنی کی ایک روایت ہے سلیمان، مولیٰ میمونہؓ سے: "قال اتيت ابن عمر ذات يوم وهو جالس في بلاط والناس في صلوٰة قال انى قد صليت وسمعت رسول الله يقول لايصلى صلوة مكتوبة في يوم مرتين" روایات سے صاف معلوم ہوا کہ عصر مغرب اور فجر میں دوسری مرتبہ جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا۔

شوافع کی دلیل کا جواب:

یہ ہے کہ احادیث نہی متواتر ہیں، لہٰذا ان کو حدیث باب کے لیے ناسخ قرار دیا جائیگا یا راجح قرار دیا جائیگا یا ظہر وعشاء کے ساتھ مقید کیا جائیگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متناً مضطرب ہے؛ چنانچہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کا واقعہ ہے؛ لیکن "كتاب الآثار لأبي يوسف ومحمد" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظہر کا واقعہ ہے اور طحاوی شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو ظہر اور عصر میں شک ہے۔

پھر اس میں اضطراب ہے کہ یہ کس کا واقعہ ہے؛ چنانچہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود راوی حدیث اسود بن یزید کا واقعہ ہے اور ابوالحجاج مزی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محجن بن ابی المحجن کا واقعہ ہے، اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ محجن کا واقع ہے تو جس میں اتنا اضطراب ہے وہ متواتر احادیث کے مقابلہ میں کیسے حجت بن سکتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پھر دوسری مرتبہ کی نماز کو بعض شوافع فرض شمار کرتے ہیں اور بعض کوئی فیصلہ نہیں کرتے؛ لیکن احناف کے نزدیک پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری نماز نفل؛ کیونکہ اسود بن یزید کی روایت میں ''صراحۃ فإنها لكما نافلة'' کہا گیا ہے۔ (درسِ مشکوٰۃ:۲/۱۰۹)

۷۹۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۱۲

عَنْ عَلِيٍّ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ فَأَوْتِرُوْا يَاأَهْلَ الْقُرْآنِ (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اہلِ قرآن کا مصداق بیان کریں۔

(ج): اور یہ بھی بتائیں کہ وتر کی نماز پنج گانہ نمازوں کے ساتھ مشروع ہوئی یا بعد میں؟ اور کن الفاظ کے ساتھ؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ وتر و بے جوڑ ہیں اور وتر کو پسند فرماتے ہیں پس اے اہلِ قرآن وتر کو پڑھا کرو۔

(ب): اہلِ قرآن کا مصداق:

اہلِ قرآن سے مؤمنین مصدّقین بالقرآن یا حافظِ قرآن مراد ہیں المؤمنين المصدقين به اولمولين بحفظه وتلاوته. (لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ:۱۱۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف الفقہاء فی عدد صلاۃ الوتر والسلام:

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وتر ایک رکعت سے لے کر سات رکعات تک جائز ہے اس سے زیادہ نہیں اور عام طور سے ان حضرات کا عمل یہ ہے کہ یہ دو سلاموں سے تین رکعت ادا کرتے ہیں دو رکعت ایک سلام کے ساتھ اور ایک رکعت ایک سلام کے ساتھ۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں، اور وہ بھی ایک سلام کے ساتھ، دو سلاموں کے ساتھ تین رکعتیں پڑھنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: (۱) عن ابن عمر قال كان النبي ﷺ يصلي من الليل مثنى مثنى ويوتر بركعةٍ. (ترمذی:۱/۱۰۶)

(۲) ائمہ ثلاثہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں "اوتر بركعة" سے لے کر "اوتر بسبع" تک الفاظ مروی ہیں۔

احناف کی دلیل: عن عائشة قالت كان النبي ﷺ لايسلم في ركعتي الوتر وعنها قالت كان النبي ﷺ يوتر بثلاث لايسلم إلا في اخرهن. (عینی:۳/۲۰۴)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: اجمع المسلمون على ان الوتر ثلاثة لايسلم إلا في اخرهن. (ابن ابی شیبہ)

(ج): وتر کی نماز... مشروع ہوئی یا بعد میں؟ اور کن الفاظ کے ساتھ؟

وتر کی نماز کا حکم پنج گانہ نمازوں کے بعد نازل ہوا ان الفاظ کے ساتھ باختلاف روایت:

(۱) عن خارجة بن حذافة قال خرج علينا رسول الله ﷺ وقال ان الله امدكم بصلوٰة هي خير لكم من حمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلوٰة العشاء الى ان يطلع الفجر. (رواہ الترمذی:۱۰۳، مشکوٰۃ:۱/۱۱۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) ان رسول اللہ ﷺ قال ان عز وجل زادکم صلوۃ فصلوھا فیما بین العشاء والصبح الوتر الوتر. (رواہ احمد وطبرانی)

۸۰- مشکوۃ شریف: ص/۱۱۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً. (رواہ مسلم) وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَهُمَا تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ، وَالْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ. (رواہ ابن ماجہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): صلوۃ قصر کے متعلق ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

(د): کیا خوف کی حالت میں نماز کے لیے ایک رکعت کافی ہوجائے گی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو حدیثِ مذکورہ کی مناسب توجیہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت فرض کی ہیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز کے لیے دو مکمل غیر ناقص رکعتیں فرض کی ہیں اور سفر میں وتر (کی نماز) سنت ہے۔

(ب): مطلب:

حدیث مذکرہ میں حضر، سفر اور خوف کی حالت میں پڑھی جانے والی نمازوں کی تعداد رکعت کو بیان کیا گیا ہے، اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ حضر کی حالت میں ہر اہلِ ایمان پر فجر میں دو، ظہر، عصر اور عشاء میں چار اور مغرب کی نماز میں تین رکعتیں اور ادا کرنا فرض ہیں؛ لیکن سفر کی حالت میں اللہ رب العزت نے ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں رکعتوں کی تعداد کو کم کردیا ہے اور بجائے چار کے صرف دو رکعتیں ادا کرنا کافی ہے، اور خوف کی حالت میں جیسا کہ حدیث ابن عباسؓ سے معلوم ہو رہا ہے صرف ایک رکعت ادا کرنا کافی ہے۔

قولہٗ: وهما تمام غير قصر الخ: واضح رہے کہ حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں شروع ہی سے دو رکعتیں مشروع ہیں ایسا نہیں ہے کہ اوّلاً یہ سفر کی حالت میں چار ہوں اور بعد میں کم کرکے دو ہوئی ہوں؛ بلکہ یہ ابتداء ہی سے دو فرض ہوئی ہیں۔

قولہٗ: والوتر سنة الخ: واضح رہے کہ حدیث شریف کے اس جملہ سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ سفر کی حالت میں وتر کی نماز سنت ہو جاتی ہے؛ حالانکہ یہ صحیح نہیں وتر کی نماز جس طرح حالتِ حضر میں واجب ہے سفر میں بھی واجب ہی ہوتی ہے اور رہا حدیث مذکورہ میں وتر کو سنت کہنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی حالت میں وتر کی نماز ادا کرنا سنت سے ثابت ہے۔

(ج): صلوٰۃ قصر کے متعلق ائمہ کے مذاہب مع دلائل:

سفر کی حالت میں تنہا نماز پڑھتے ہوئے قصر کرنے کے جواز پر تمام فقہاء کرام کا اتفاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے؛ لیکن کیا مسافر پر قصر کرنا ہی ضروری ہے یا وہ اتمام بھی کرسکتا ہے اس سلسلے میں ان حضرات کے مابین اختلاف ہے؛ چنانچہ اس مسئلہ میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور ان حضرات کے متبعین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک سفر کی حالت میں مسافر پر نمازوں کو قصر کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام شافعیؒ اور آپ کے مقلدین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک سفر میں نمازوں کو قصر کے ساتھ ادا کرنا اللہ رب العزت کی جانب سے ایک رخصت ہے اور مسافر کو حالتِ سفر میں قصر اور اتمام کے مابین اختیار حاصل ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو اللہ رب العزت کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتے ہوئے نمازوں میں قصر کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو ان کو مکمل ادا کرسکتا ہے، اس پر قصر ہی کو اختیار کرنا لازم نہیں ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "صحبت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم في السفر فلم یزد علی الرکعتین حتی قبضه اللّٰہ" میں نے بہت سے اسفار میں حضور علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کی ہے، آپ علیہ السلام نے دنیا سے رخصت ہونے تک سفر میں نماز کی دو ہی رکعتیں ادا کی ہیں، اس روایت سے ان حضرات نے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بقول حضور علیہ السلام نے دنیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے تشریف لے جانے تک ہمیشہ سفر میں قصر نماز ادا کی ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے سفر میں قصر کرنا لازم ہے، اگر مسافر کو اتمام کا حق ہوتا تو حضور علیہ السلام کبھی نہ کبھی بیانِ جواز کے لیے سفر میں نمازوں کا اتمام ضرور فرماتے؛ لیکن حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایسا کبھی نہیں فرمایا؛ بلکہ ہمیشہ قصر ہی پر مدامت فرمائی ہے، پس آپ علیہ السلام کی یہ مداومت اس کے لزوم کی بیّن دلیل ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر قرآن کریم کی آیت ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ سے استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے سفر میں نمازوں کے قصر کرنے والے سے گناہ کی نفی کی ہے، پس اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کرنا اللہ رب العزت کی جانب سے ایک رخصت ہے لازم اور ضروری نہیں ہے۔

مذہبِ دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب:

مذہبِ اوّل کے قائلین کی جانب سے مذہبِ دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں قصر فی الصلوۃ کی صورت میں گناہ کی جو نفی کی ہے وہ صحابۂ کرام کی طیبت خاطر کے لیے ہے؛ چنانچہ علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کے قلوب چار رکعت نماز ادا کرنے کے عادی ہو گئے تھے پھر جب قصر کا حکم نازل ہوا تو اس بات کا احتمال تھا صحابہؓ اس کو نقص اور حرج گمان نہ کرلیں تو اللہ رب العزت نے ان حضرات کے تطیب خاطر کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ سفر میں نمازوں کو قصر کے ساتھ ادا کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، لہٰذا اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے قصر کے حکم کو صرف ایک رخصت قرار دینا درست نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): کیا خوف کی حالت میں نماز کے لیے ایک رکعت کافی ہو جائے گی؟

واضح رہے کہ سوال میں مذکور پہلی حدیث کے اس جملہ "وفي الخوف ركعة" سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حالتِ خوف میں صرف ایک رکعت نماز ادا کرنا کافی ہے اسی کو حضرت امام حسن بصریؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ اور دیگر بہت سے محدثین نے اختیار کیا ہے؛ لیکن جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوف کی حالت میں ایک رکعت نماز ادا کرنا کافی نہیں ہے؛ بلکہ حضر میں بحالتِ خوف چار اور سفر میں بحالتِ خوف دو رکعت نماز ادا کرنا ضروری ہے، اب رہا یہ سوال کہ پھر حدیث شریف کے مذکورہ جملہ کا کیا مطلب ہے؟ تو اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ خوف کی حالت میں امام کی اقتداء میں صرف ایک رکعت ادا کرنا اور بقیہ رکعات اپنے طور پر ادا کر لینا کافی ہے، تمام نماز کا امام کی اقتداء میں ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

۸۱- مشکوۃ شریف: ص/۱۲۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلٰى اَهْلِهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): جمعہ کے شرائط اور وجوب وصحت کو بیان کریں۔

(ج): "علٰی من آواه الليل" کی نحوی وصرفی تحقیق کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جس کو رات اپنے اہل کی طرف ٹھکانہ دے۔

(ب): جمعہ کے شرائط اور وجوب وصحت:

جمعہ کی صحت و وجوب کے لیے کل بارہ شرطیں ہیں: ۶ نفس مصلی کے اندر اور ۶ مصلی کے علاوہ میں ہوتی ہیں۔

نفس مصلی کے اندر: (۱) حریت (۲) ذکورت (۳) اقامت (۴) صحت (۵) سلامت رجلین (۶) سلامتِ بصر۔

غیر مصلی کے اندر: (۱) مصر جامع (۲) سلطان یا نائب سلطان (۳) جماعت (۴) وقت (۵) خطبہ (۶) اذن عام۔ (ہدایہ: ۱/۱۶۸)

"عَلٰی مَنْ آوَاہُ اللَّیْلُ" کے اندر کون سی شرط بیان کی گئی ہے؟

حدیث شریف کے اس ٹکڑے کے اندر شرط اقامت کو بیان کیا گیا ہے، لہٰذا مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

معناہ ان الجمعة على المقيم لا المسافر ولا تجب الجمعة على المسافر. (حاشیۃ الترمذی: ۱/۱۱۵)

(ج): "علی من آواہ اللیل" کی نحوی وصرفی تحقیق:

نحوی تحقیق: الجمعة مبتدا علی حرفِ جار من اسم موصول اوی فعل ہٗ ضمیر مفعول بہ اللیل فاعل فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا واجبة شبہ فعل کے ساتھ، شبہ فعل اپنے متعلق سے مل کر خبر ہوا الجمعة مبتداء کا مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

صرفی تحقیق: آواہ کے اندر آوی فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

از باب ضَرَبَ اَوٰی، یاوِیْ، اَوِیّاو، اِوَاءُ البیت الی البیت بمعنی ٹھکانہ لینا، پناہ دینا، اُترنا اور یہ فعل مہموز فاء اور لفیف مقرون دونوں سے مرکب ہے۔ اللیل: واحد جمعہ لَیَالِی بمعنی رات۔

۸۲- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۲۳

عَنِ الْبَرَاءِ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِنْ طِيْبِ اَهْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهٗ طِيْبٌ. (رواہ احمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): غسلِ جمعہ، نمازِ جمعہ کی سنت ہے یا یومِ جمعہ کی؟ بیان کریں۔

(ج): غسل جمعہ سنت ہے یا واجب؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مسلمانوں پر لازم ہے کہ غسل کر لیا کریں، اور چاہیے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے گھر سے خوشبو لے کر لگایا کرے پس اگر خوشبو نہ پائے تو اس کے لیے پانی ہی خوشبو ہے یعنی غسل کر لینا ہی کافی ہے۔

(ب): غسلِ جمعہ، نمازِ جمعہ کی سنت ہے یا یوم جمعہ کی؟

(ا) جمہور کا مذہب یہ ہے کہ غسل جمعہ نماز کے لیے مسنون ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) امام محمدؒ، حسن بن زیادؒ اور صاحب ہدایہؒ نے یہ غسل یوم جمعہ کے لیے مسنون کہا ہے۔ ثمرۂ اختلاف یہ ہے کہ جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں مثلاً مسافر اور عورت تو جمہور کے مذہب میں ان کے لیے یہ غسل مسنون نہیں ہے جب کہ دوسرے مسلک والے کے نزدیک مسنون ہے۔

(۳) جو شخص بعد الغسل محدث ہو جائے پھر غسل کر کے نماز پڑھے تو جمہور کے مسلک کے مطابق اسے سنت کا ثواب نہیں ملے گا، بخلاف قولِ ثانی کہ کہ اسے ثواب ملے گا۔

(۴) جس شخص نے طلوعِ فجر سے قبل غسل کیا پھر اسی وضوء سے نماز جمعہ پڑھی تو قولِ جمہور میں وہ عامل السنۃ ہوگا جب قولِ ثانی کے اعتبار سے تارکِ سنت ہے۔

(ایضاح المشکاۃ:۵۱۶/۱)

جمہور جب غسل جمعہ کو سنت کہتے ہیں تو ''حقا'' سے سمجھے جانے والے وجوب کا کیا جواب ہے؟

حدیث شریف کے اندر لفظ حقا سے سمجھے جانے والے وجوب کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر حقا بمعنیٰ لازم و واجب نہیں ہے؛ بلکہ حق بمعنیٰ جدیر و الیق اور افضل ہے۔

(ج): غسل جمعہ سنت ہے یا واجب؟

ائمہ اربعہ کے یہاں جمعہ کے دن غسل سنت ہے۔

دلیل: حضرت سمرہؓ کی مرفوع حدیث ہے: من توضأ یوم الجمعة فبها و نعمت ومن اغتسل فهو افضل. (ترمذی، ابوداؤد)

(۲) اہلِ ظاہر کے یہاں واجب ہے، امام مالک اور امام احمدؒ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ دلیل: وہ احادیث ہیں جن میں غسل جمعہ کا حکم صیغۂ امر سے ہے جیسے حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے: من یاتی الجمعة فلیغتسل. یہ حدیث ابن عمرؓ تقریباً پچیس صحابہؓ سے مروی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) حضرت ابوسعید خدریؓ کی مرفوع حدیث ہے: غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم.

اہلِ ظاہر کی دلیل کا جواب:

یہ احادیث تاکید پر محمول ہیں۔ (اوجز المسالک: ۳۲۶/۱، فتح الملہم: ۳۸۵/۲)

۸۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۲۷

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِيْ سَوَادٍ يَبْرُكُ فِيْ سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ قَالَ: يَاعَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ: اَشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَخَذَهَا وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(ج): نیز بتائیں کہ قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے ایسا سینگ دار مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو، پس جب آپ کے پاس ایسا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دنبہ لایا گیا تا کہ آپ قربانی کریں تو فرمایا اے عائشہ! چھری لاؤ پھر فرمایا اس کو پتھر پر رگڑ کر تیز کرو پس میں نے اس کو تیز کیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی اور مینڈھے کو پکڑ کر اس کو لٹایا اور اس کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اے اللہ! تو اس کو قبول کر محمد آل محمد اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھر اس کو ذبح کر دیا۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:

اَقْرَنَ: یہ اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے از باب سَمِعَ قَرِنَ یَقْرَنُ، قَرْنًا بمعنی سینگ والے جانور کا لمبے سینگوں والا ہونا، مؤنث قَرْنَاءُ جمع قُرْنٌ۔

یَطَأُ: یہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب سمع وَطِئَ یَطَأُ وَطْأً الشَّیْءَ بِرِجْلِهٖ پیر سے روندنا اور سینگوں والے۔

سَوَادُ: سیاہی جمع اَسْوِدَةٌ جج اَسَاوِدُ باب سمع سے آتا ہے سَوِدَ یَسْوَدُ سَوَدًا بمعنی کالا ہونا۔

یَبْرُکُ: یہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب نصر بَرَکَ یَبْرُکُ بُرُوْکًا وَتَبْرَاکًا برک العیر بیٹھنا یہاں یبرک بمعنی اضطجع۔

یُضَحِّیْ: یہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب تفعیل ضَحّٰی یُضَحِّیْ تَضْحِیَةً بمعنی چاشت کے وقت کھانا کھلانا، بالشاۃ ذبح کرنا۔

هَلُمِّیْ: بمعنی ھاتیھا یعنی آؤ، لاؤ، یہ لازم ہے کبھی متعدی استعمال ہوتا ہے جیسے: "ھلمّ شھدائکم" یعنی اپنے گواہوں کو حاضر کرو یہ اسمائے افعال میں سے ہے جس میں واحد، جمع مذکر مؤنث سب مساوی ہیں۔

اَلْمُدْيَةُ: واحد، جمع مُدًی و مِدًی و مُدْيَات ومُدَايَاتٌ بمعنی بڑی چھری،

لمدية بضم الميم اصح من الكسر والفتح ای السكين. (مرقات: ۳/۳۰۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِشْحَذِیْ: بفتح الحاء المھملۃ یہ صیغہ واحد مؤنث حاضر بحث امر حاضر معروف
از باب فتح، شَحَذَ، یَشْحَذُ، شَحْذًا، السکین، ونحو، بمعنیٰ چھری تیز کرنا۔

اَضْجَعَ: یہ فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب افعال اَضْجَعَ
یُضْجِعُ اِضْجَاعًا بمعنیٰ وَقَدَهٗ عَلٰی جَنْبِہٖ یعنی پہلو کے بَل لٹانا۔

حدیث شریف کی تشریح:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے ایسا سینگ دار مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور سیاہی میں بیٹھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا پیٹ سیاہ ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکی آنکھوں کے ارد گرد سیاہی ہو "یطأ فی سواد أی یطأ الارض ویمشی فی سوادی رجلاہ اسود ان یبرک فی سوادی کان بطنہ وصدرہ اسود وینظر فی سواد ای اسواد العین قال الطیبی وقیل اسود حوالی العین. (حاشیہ:۲، ابوداؤد:۳۸۶/۲)

باقی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخر میں فرمایا: اللّٰھم تقبل اس سے مراد یہ ہے کہ صرف ثواب میں اپنی امت کو شریک کیا ہے ورنہ ایک جانور کی قربانی دو آدمیوں کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔

(ج): قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟

قربانی ہر مقیم، آزاد، مسلمان، عاقل، بالغ، مالکِ نصاب پر واجب ہے اور مالکِ نصاب وہ شخص ہے جس کے پاس یا جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت کی کوئی اور چیز حاجتِ اصلی سے زائد ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(بحر الرائق: ۱۷۳/۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۸۴- مشکوٰۃ شریف: ص/ ۱۲۹

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) قَالَتْ اِنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَتْ عَائِشَةُ مَارَكَعْتُ رُكُوْعًا قَطُّ وَلَاسُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهُ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): صلاۃ الخسوف کے اندر رکوع کی تعداد میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں۔

(ج): سورج گہن عہد رسالت میں کب واقع ہوا؟ اور آپؐ نے اس وقت جو تقریر فرمائی وہ بھی بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (ایک مرتبہ ہجرت کے بعد) سورج گہن واقع ہوا؛ چنانچہ آپ نے منادی کو (لوگوں کے) درمیان بھیجا کہ وہ آواز لگائے کہ "الصلاۃ جامعۃ" چنانچہ جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگ بڑھے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں چار رکوع اور چار سجدے کیے (یعنی پہلی رکعت میں دو رکوع، دو سجدہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (جتنے طویل رکوع وسجدے میں نے اس دن کیے) اس سے زیادہ طویل میں نے کبھی نہ رکوع کیا اور نہ سجدہ کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel :New Madarsa

(ب): صلاۃ الخسوف کے اندر رکوع کی تعداد میں ائمہ کے مذاہب:

مذکورہ مسئلہ کے بارے میں مختلف احادیث آئی ہیں، بعض روایت میں ایک رکوع کا ذکر ہے اور بعض میں دو اور بعض میں تین اور بعض میں چار اور بعض میں پانچ حتیٰ کہ ایک روایت میں ہے کہ دو دو رکعت کر کے پڑھتے رہے یہاں تک کہ آفتاب صاف ہو گیا۔ ان روایت کے پیش نظر ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے تو (۱) ائمہ ثلاثہؒ نے دو رکوع والی روایت پر عمل کیا اور کہا کہ صلاۃ الکسوف کی ہر ایک رکعت میں دو رکوع ہیں۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عام نمازوں کی طرح اس میں بھی ہر رکعت میں ایک رکوع ہے۔ (درسِ مشکوٰۃ: ۱۴۸/۲)

مذکورہ حدیث کس امام کا مستدل ہے اور اس کا جواب؟

مذکورہ حدیث شریف ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مستدل ہے۔

اور اس حدیث شریف کا جواب یہ ہے کہ: ۱) علامہ حافظ جمال الدین نے یہ جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی تھی اور آپ نے بہت لمبا رکوع کیا تھا پھر اتفاق سے گرمی بھی سخت تھی ادھر حضرت ابراہیم کے انتقال کا اثر بھی تھا، تو بعض نے سمجھا کہ شاید آپ نے سر اُٹھا لیا؛ اس لیے انہوں نے سر اُٹھا لیا مگر دیکھا کہ آپ رکوع میں ہیں تو پھر رکوع میں چلے گئے ایسا ہی بار بار ہوتا رہا، اور ان کو دیکھ کر پیچھے جو لوگ تھے انہوں نے بھی بار بار رکوع کیا، اور یہ گمان کیا کہ یہ تعداد رکوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، بنابریں مختلف رکوعات کا ذکر ہے اور در حقیقت آپ علیہ السلام نے ایک ہی رکوع کیا۔

(۲) لیکن سب سے بہتر جواب یہ ہے جس کو حضرت شیخ الہندؒ نے دیا ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد رکوعات کیے تھے؛ اس لیے کہ آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے جنت ودوزخ کے بارے میں بہت نشانیاں دیکھیں جو جانب قبلہ میں ظاہر ہوئے تھے اس بنیاد پر آپ نے جب بھی اس آیات کو دیکھتے تھے آپ سر کو اٹھا کر پھر جھک جاتے تھے تو یہ رکوعات آیات تھے اور نماز کا رکوع ایک ہی تھا اور یہ کیفیت ہر ایک کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اور رکوعاتِ آیات کے لیے احادیث میں بہت نظائر موجود ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک بعض ازواجِ مطہرات کے انتقال کی خبر پہنچی تو انہوں نے سجدہ میں گر گئے۔

(۳) خود راوی حدیث حضرت عائشہؓ کا مذہب اس کے خلاف ہے اور جب راوی کا مذہب اپنی روایت کے خلاف ہو تو روایت قابلِ استدلال نہیں ہوتی۔

(فتح القدیر: ۱/۴۳۴)

(ج): سورج گہن عہدِ رسالت میں کب واقع ہوا؟

اس سلسلے میں دو روایات ہیں:

پہلی روایت جس کی تصحیح ابن حبان نے کی ہے اس میں منقول ہے کہ کسوفِ شمس جمادی الآخر ۵ھ میں واقع ہوا۔ (مرقات: ۳/۵۸۳)

دوسری روایت حضرت جابرؓ کی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سورج گہن حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ۱۰ھ مہینے کی دسویں تاریخ کو پیش آیا۔ (مرقات: ۳/۵۹۱)

آپؐ نے اس وقت جو تقریر فرمائی:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوفِ شمس کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ شمس وقمر یہ دونوں نشانیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں اور کسوفِ شمس نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ کسی کی پیدائش کی وجہ سے بلکہ اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعالیٰ اس طرح کی نشانیوں سے اپنے بندوں کو ڈراتے رہتے ہیں، پس اگر تم اس طرح کی نشانیوں کو دیکھو تو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اس کی یاد اور دعاء و استغفار میں مشغول ہو جاؤ۔ (مرقات:۳/۵۹۰-۵۹۱)

۸۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۴۶

عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا اُشِيْرَ لَهٗ إِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا. (رواه البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): شہید پر نمازِ جنازہ کے بارے میں ائمہ کرام کا مذہب اور ان کی دلیل بیان کریں۔

(ج): مذہبِ احناف کی وجوہِ ترجیح بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد میں سے دو شخصوں کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے تھے پھر دریافت فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے، پس جب اشارہ سے آپ کو ایک کے بارے میں بتا دیا جاتا تو اس کو قبر میں آگے کر دیتے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرماتے کہ میں گواہی دوں گا ان پر قیامت کے دن (کہ یا اللہ! تیرے راستے میں مارے گئے) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم فرمایا اور ان پر نہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور نہ ان کو غسل دیا گیا۔

(ب): شہید پر نمازِ جنازہ کے بارے میں ائمہ کرام کا مذہب اور ان کی دلیل:

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شہداء پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے گی نہ وجوباً نہ استحباباً۔

(۲) ائمہ احناف اور امام ثوریؒ کے نزدیک شہداء پر نمازِ جنازہ وجوباً پڑھی جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

(۱) ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث الباب ہے؛ کیونکہ وہاں تصریح ہے کہ شہداءِ اُحد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

(۲) انہوں نے قیاس سے بھی استدلال پیش کرتے ہیں کہ نمازِ جنازہ شفاعت اور مغفرت کے لیے ہوتی ہے اور شہداء کو اس کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ حدیث میں ہے: "السیف مَحّاءٌ للذنوب" لہٰذا جب کہ وہ غسل سے مستغنی ہیں اسی طرح نماز سے بھی مستغنی ہے۔

(۳) نیز قرآن کریم میں ان کو احیاء کہا گیا، اور نمازِ جنازہ مردوں پر ہوتی ہے نہ زندوں پر۔

احناف کی دلیل:

(۱) احناف کی دلیل ابن عباسؓ کی حدیث ہے: عن ابن عباسؓ قال اتی بقتلی احد النبی ﷺ یوم أحد فجعل یصلی علی عشرة عشرة وحمزة هو کما هو یرفعون وهو کماهو موضوع. (ابن ماجہ:۱۰۹)

(۲) حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث "ان النبی ﷺ خرج یومًا فصلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علی أهل أحد صلوته علی المیت". (البخاری)

(۳) واقدی نے فتوحِ شام کے بارے میں روایت کی کہ اس میں ایک سوتیں ۱۳۰ر مسلمان شہید ہوگئے تو حضرت عمرو بن العاص نے تمام ساتھیوں کو لے کر نماز پڑھی اور ان کے ساتھ تقریباً نو ہزار صحابی وتابعین تھے۔

(۴) شداد ابن الہاد کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی آکر مسلمان ہوا اور جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوگیا، تو آپ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ (رواہ النسائی)

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے پیش کردہ حدیث الباب کا جواب:

حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ حدیث الباب میں "لم یصلّ علیهم" کا مطلب یہ ہے کہ: "لم یصلّ علیهم کصلوته علی حمزة حیث صلّی علیه مراراً" یعنی کہ جس طرح آپ نے حضرت حمزہؓ کی نمازِ جنازہ پڑھی اسی طرح کسی اور شہید صحابی کی نماز نہیں پڑھی؛ کیونکہ ان پر کئی بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

(ج): مذہبِ احناف کی وجوہِ ترجیح:

(۱) احناف کی احادیث مثبت ہیں اور ائمہ ثلاثہ کی احادیث منفی ہیں الترجیح للمثبت.

(۲) احادیث کے مابین تعارض ہے تو إذا تعارضا تساقطا، کی بناء پر اصل یعنی نماز پڑھنے کی طرف رجوع کریں۔

۸۶- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۸۱

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَانِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (متفق علیه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نوحہ کی حقیقت اور اس کا حکم بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص پر نوحہ خوانی کی گئی اس کو قیامت کے دن نوحہ خوانی کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

(ب): نوحہ کی حقیقت اور اس کا حکم:

النوحة أي البكاء على الميت مع الجزع و الصوت یعنی عورت کا میت پر چلا چلا کر اور اپنے سینہ پر مار مار کر رونا۔

نوحہ کا حکم: اپنے خویش و اقارب یا کسی متعلق کی موت کے بعد غمگین ہونا اور آنکھ سے آنسو بہانا جائز؛ بلکہ سنت ہے؛ کیونکہ یہ محبت و رحمت کی دلیل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا ہے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے آنسو بہا یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "وأنت یا رسول اللّٰہ" جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن عوف أنها رحمة" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم کو خطاب کر کے فرمایا "انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" لہٰذا یہ تو سنت ہوگا؛ لیکن جب نوحہ اس طرح ہوگا کہ زبان سے پکار پکار اور ہاتھ سے سینہ پیٹ کر روئے تو یہ نوحہ جائز نہیں ہے اور اس کی ممانعت حدیث میں آئی اور اس کو شیطان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی طرف سے کہا گیا جیسا کہ حدیث میں ہے:"ان اللہ لایعذب بدمع العین ولابحزن القلب ولکن یعذب بھٰذا واشار الٰی لسانہ"۔ (متفق علیہ)

دفع تعارض حدیث مذکوراور ولاتزر وازرۃ وزر اخریٰ:

(۱) امام بخاریؒ مذکورہ حدیث کی یہ شرح کی ہے کہ میت کو اس صورت میں عذاب ہوتا ہے جبکہ میت نوحہ کی وصیت کر کے جائے، یا اپنی زندگی میں نوحہ سے راضی ہو، یا زندگی میں وہ جانتا تھا کہ مرنے کے بعد مجھ پر نوحہ کیا جائے گا؛ لیکن مرتے وقت اس نے منع نہیں کیا؛ اس لیے یہاں جو گناہ ہو رہا ہے، لہٰذا مذکورہ حدیث لاتزر وازرۃ الخ کا خلاف نہیں اور اگر مرت وقت منع کیا تھا تو اس کو عذاب نہیں ہوگا۔

(۲) علامہ ابن حزمؒ نے مذکورہ حدیث کی یہ تشریح کی ہے کہ مرنے کے بعد میت کے ان بُرے اوصاف وافعال کو یاد کر کے روتے ہیں، جن کی وجہ سے مردہ کو عذاب دیا جارہا ہے اور فرشتے کہتے رہتے ہیں تو ایسا ظالم اور ڈاکو تھا جو یہ لوگ رو رہے ہیں۔

(۳) بعض نے کہا کہ یہاں عذاب سے توبیخ الملائک مراد ہے۔

(۴) بعض نے کہا کہ یہاں میت سے قریب الموت مراد ہے کہ اس کے پاس رونے سے اس کو عذاب وتکلیف ہوتی ہے؛ لیکن سب سے اچھی شرح وہی ہے جس کو امام بخاریؒ نے بیان کی۔ (درسِ مشکوٰۃ:۲/۱۶۱)

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب الزکوٰۃ

۸۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۵

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَیْهِ یَعْنِیْ بِشِدْقَیْهِ یَقُوْلُ أَنَا مَالُکَ أَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآیَةَ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. (رواہ البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کر کے ان کے مصداق کی وضاحت کریں۔

(د): "من آتاه اللّٰه مالا" کی مراد اور "یطوقه" کی شکل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کو اللہ رب العزت نے مال دیا اور اس نے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا یہ مال گنجا سانپ بنادیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے پھر یہ سانپ اس شخص کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور یہ اس شخص کی دونوں باچھوں کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ" آخر تک تلاوت فرمائی۔

(ب): مطلب:

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے متعلق سخت وعید ارشاد فرمائی ہے۔ حاصل وعید یہ ہے کہ جو لوگ صاحبِ مال اور صاحبِ نصاب ہو کر بھی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں قیامت میں ان کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل میں ڈھال دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور پھر اس سانپ کو اس زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے صاحبِ مال کے گلے میں لٹکا دیا جائے گا اور یہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق اور ان کے مصداق کی وضاحت:

مُثِّل: یہ باب تفعیل سے واحد مجہول کا صیغہ ہے، بمعنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز کے مشابہ کرنا، یہاں اس سے مراد زکاۃ ادا نہ کرنے والے مال کو سانپ بنانا ہے۔

شجاعًا: اس کی جمع "شجعاع" اور "شجعان" آتی ہے بمعنیٰ ایک خاص قسم کا مذکر سانپ۔

اقرع: بمعنیٰ گنجا ہونا، وہ گنجا سانپ جس کے سر سے زہر کی شدت یا عمر کے طویل ہونے کی وجہ سے بال اُڑ جاتے ہیں۔

زبیبتان: یہ "زبیب" کا تثنیہ ہے، زبیب سانپ یا کتے کی آنکھ کے اوپر موجود دو کالے نقطوں کو کہتے ہیں، واضح رہے کہ یہاں اس سانپ کو زبیب اس لیے کہا گیا ہے کہ جس سانپ کی آنکھوں پر دو کالے نقطے ہوتے ہیں وہ نہایت خطرناک ہوتا ہے اور یہ بھی انتہائی خطرناک ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یطوقه: یہ باب نصر سے مضارع واحد کا صیغہ ہے بمعنیٰ کسی چیز پر قادر ہونا، کسی چیز کو گلے میں بطور طوق ڈالنا، یہاں اس سے مراد سانپ کا گلے میں لٹکانا ہے۔

بلهزمتيه: یہ "لهزمة" کا تثنیہ ہے بمعنیٰ باچھیں، یہاں اس سے مراد زکوۃ ادا نہ کرنے والے کی دونوں باچھیں ہیں۔

(د): "من آتاه اللّٰهُ مالا" کی مراد اور "یطوقه" کی شکل:

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ میں "من آتاه اللّٰه مالا" سے مراد آدمی کے پاس اتنے مال کا ہونا ہے جس پر زکاۃ عائد ہو جاتی ہے اور "یطوقه" کی شکل یہ ہوگی کہ وہ سانپ زکاۃ ادا نہ کرنے والے اس شخص کے گلے میں لپیٹ دیا جائے گا اور جس طرح طوق گلے میں ہوتا ہے اس طرح یہ سانپ اس کے گلے میں ہوگا۔

۸۸- مشکوۃ شریف: ص/۱۵۵

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ الآية. (رواه البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پس اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، پس اس کے لیے اس کا مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا، اس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے دن وہ سانپ بطورِ طوق کے اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا، پھر اس کے منہ کی دونوں طرفوں کو (یعنی اس کی دونوں باچھوں کو) پکڑے گا، پھر کہے گا، میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ﴾ الآية یعنی وہ لوگ گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں۔

(ب): مطلب:

اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دن اس کا مال اس کے لیے گنجا سانپ بن کر سامنے آئے گا، گنجا سانپ وہ ہے جس کے سر پر بال نہ ہوں یہ اس کے بہت زیادہ زہریلے ہونے کی علامت ہوتی ہے اور اس کی لمبی عمر کی علامت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ دلیل کے یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ سنو! اللہ تعالیٰ بھی اس طرح ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۸۰)

یعنی اور وہ لوگ گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے کچھ دے رکھا ہے، وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں؛ بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی ہوئی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح:

مُثِّلَ: یہ فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب تفعیل مَثَّلَ یُمَثِّلُ تَمْثِیْلًا بمعنیٰ ہو بہو تصویر بنانا۔ مثل بالتشدید علی صیغة المجهول ای صوّر وجعل. (مرقات: ۱۲۴/۴)

شُجَاعًا: بضم الشين ويكسر اى على صورة شجاع اى الحية الذكر، شَجُعَ يَشْجُعُ شَجَاعَةً از باب کرم بمعنیٰ دلیر و بہادر ہونا الشُّجَاعُ وَالشِّجَاعُ، ایک قسم کا سانپ۔ جمع شُجْعَاعٌ، شِجْعَانٌ وَاَشْجِعَةٌ.

اَقْرَعُ: یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے از باب سمع قَرِعَ، یَقْرَعُ، قَرَعًا وَقَرْعًا، من الحيات زہریلا سانپ کہ زہر کی وجہ سے اس کے سر کے بال گر گئے ہوں مؤنث قَرْعَاءُ، جمع قُرْعٌ، قُرْعَانٌ.

زَبِيْبَتَانِ: اى نقطتان سود او ان فوق العينين، زَبِيْبَةٌ زَبِيْبٌ کا واحد، ایک قسم کا زخم جو ہاتھ میں ہوتا ہے منہ کے جھاگ اور زَبِيْبَتَانِ، زَبِيْبَةٌ کا تثنیہ، الزَّبِيْبَتَانِ، سانپ یا کتے کیا آنکھ کے اوپر دو سیاہ نقطے اسی وجہ سے سانپ کو ذات الزَّبِيْبَتَيْنِ کہتے ہیں۔

لِهْزِمَتَيْهِ: بكسر اللام وسكون الهاء یعنی شِدْقَيْهِ، اللِّهْزِمَةُ، کان کے نیچے جبڑے کی ابھری ہوئی ہڈی جمع لَهَازِمُ. (مرقات: ۱۲۵/۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۸۹-مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۶

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَی الصَّدَقَةِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَایَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّااَنَّهٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّاخَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِاحْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ وَاَعْتُدَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِیَ عَلَیَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ یَاعُمَرُ اَمَاشَعَرْتَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْهِ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "فَهِیَ عَلَیَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا" آپؐ نے کیوں ارشاد فرمایا؟

(ج): حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ پر ظلم کی کیا توجیہ ہوگی؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا پس کسی نے آ کر خبر دی کہ ابن جمیل اور خالد بن الولید اور عباس نیز کوٰۃ ادا نہیں کی یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے سے تو اس لیے انکار کیا کہ وہ پہلے مفلس وقلاش تھا پس اللہ ورسول نے اس کو دولت مند بنا دیا ہے اور رہی خالد بن الولید کی بات تو تم لوگ ان پر ظلم کر رہے ہو (ان پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درحقیقت زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے) تحقیق کہ انہوں نے اپنی زرہیں اور دیگر آلاتِ خیر کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے وقف کر رکھا ہے، اور مسئلہ حضرت عباس کا تو ان کی زکوٰۃ میرے ذمّے میں ہے اور (صرف اسی سال کی نہیں بلکہ) اس کے مثل بھی (آئندہ کی) اسی (سال رواں کی زکوٰۃ) کے ساتھ پھر ارشاد فرمایا کہ اے عمر! کیا تم کو معلوم نہیں کہ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کے مانند ہوتا ہے، (لہٰذا تم لوگ عباس کو میرے باپ کی جگہ سمجھو اور ان کی تعظیم وتوقیر کرو)۔

حدیث پاک کی تشریح:

ماینقم ابن جمیل الخ کا مطلب یہ ہے کہ ابن جمیل جو زکوٰۃ دینے کو ناپسند کرتا ہے اور طالب صدقہ پر غصہ دکھلاتا ہے اس کی صرف اور صرف ایک وجہ ہے کہ پہلے وہ نادار، مفلس، فقیر اور قلاش تھا؛ لیکن وہ بظاہر اسلام میں داخل ہوگیا، جس کی وجہ سے اللہ نے اس کو مال دولت سے بہرہ ور کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمادیا پس وہ کافی مالدار ہوگیا اب وہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کررہا ہے۔

فاغناہ اللّٰہ ورسولہ: کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ابن جمیل کو دولت مند بنادیا ہے یہاں دولت مند بنانے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس اعتبار سے فرمائی کہ آپ نے اس مقصد کے لیے دربارِ الٰہی میں دعا فرمائی تھی، آپ ہی کی دعا مستجاب ہے کہ ابن جمیل دولت مند بنے؛ لیکن اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا۔

اماخالدًا الخ: کا مطلب یہ ہے کہ: (۱) اور جو تم لوگوں نے خالد بن الولید کے زکوٰۃ نہ دینے کی اطلاع دی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس بہت گھوڑے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آلاتِ حرب موجود تھے ساعی نے سمجھا کہ یہ سب برائے تجارت ہے اس لیے مال طلب کی، حالانکہ انہوں نے ان سب مال کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا اور مال موقوفہ پر تو زکوۃ نہیں ہے؛ اس لیے نہیں دی تو ساعی کے اس مطالبہ کو ظلم سے تعبیر کیا گیا۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس نے تمام مال کو فی سبیل اللہ نفلاً دے دیا وہ فرض زکوۃ دینے سے کیسے منع کر سکتا ہے، ضرور تم لوگ اس پر ظلم کر رہے ہو۔

(۳) تیسرا مطلب یہ ہے کہ خالد شجاعت کے معنیٰ کو متضمن ہے؛ لہٰذا مطلب یہ ہے کہ تمہارا خالد پر منعِ زکوۃ کے متعلق اتہام کرنا بمنزلہ ظلم ہے؛ کیونکہ شجاعت اور بخل ایسی ذات پاک میں جمع نہیں ہو سکتے۔

اما العباس الخ: کا مطلب یہ ہے کہ اور جہاں تک حضرت عباسؓ کی زکوۃ کا مسئلہ ہے تو اس کا کفیل و ذمہ دار میں ہوں۔

(۱) آپ نے دو سال کی زکوۃ ایک ساتھ لے لی تھی ساعی کی طلب پر آپ نے فرمایا کہ اس کی زکوۃ مجھے پہنچ گئی۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ عباسؓ کو اس وقت تنگی تھی آپ سے دو سال کی زکوۃ مؤخر کرنے کا التماس کیا تو آپ نے منظور کر لیا اور اس کے ذمہ دار ہو گئے اور امام کو کسی مصلحت کی خاطر یہ جائز ہے۔ (درسِ مشکوۃ: ۲/۱۶۶)

(۱) اما شعر الخ: کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم کچھ جانتے بھی ہو کہ حضرت عباسؓ میرے باپ اور چچا دونوں ہیں؛ لہٰذا تم ان پر ایک محال بات (عدمِ ادائیگی زکوۃ) کی تہمت کیسے لگا رہے ہو، ممکن ہے ان کے پاس کوئی عذر ہو اور تم ان پر ملامت کر رہے ہو، پس ان کی تعظیم و توقیر کرو۔

(۲) یا یہ کہ اے عمر! وہ میرے چچا ہیں میری وجہ سے ان کا خیال رکھو اور ان کو کوئی رنج نہ پہنچنے پائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): "فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا" آپؐ نے کیوں ارشاد فرمایا؟

اس کے دو جواب منقول ہیں: (۱) لحاجة بالعباس۔ کہ حضرت عباسؓ کو اس وقت کسی چیز کی وجہ سے کوئی حاجت لاحق ہوگئی تھی اسی لیے آپ نے فرمایا: فهي علي ومثلها معها۔
(۲) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی وصول فرمالی تھی، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ کی وصولیابی ہو چکی ہے؛ البتہ اب میرے ذمہ میں ہے۔ (مرقات: ۴/۲۷۲)

(ج): حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ پر ظلم کی کیا توجیہ ہوگی؟

خالد بن ولید پر ظلم کی توجیہ: حضرت خالدؓ پر ظلم کی متعدد توجیہات منقول ہیں:
(۱) اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے وقف کر دیا تھا پھر بھی ان کے اموال کو مالِ تجارت سمجھ کر ان سے زکوٰۃ کا مطالبہ کرنا یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟
(۲) تم ان پر زکوٰۃ نہ دینے کا الزام لگاتے ہو حالانکہ انہوں نے اپنے تمام اسلحوں وغیرہ کو اپنے پاس اس لیے روک رکھا ہے تاکہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں تو پھر ان پر زکوٰۃ کیسی؟ لہٰذا ان سے زکوٰۃ کا طلب کرنا ظلم ہے۔
(۳) تم ان کو مالدار سمجھتے ہو جبکہ انہوں نے سارا اثاثہ اللہ کی راہ میں دے دیا ہے تو پھر مالدار کیسے؟ (مرقات: ۴/۲۷۲)

۹۰۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۷

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَاخَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ إِلَّا أَهْلَكَتْهُ. (رواه الشافعي)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): زکوٰۃ کا تعلق عینِ مال سے ہے یا ذمہ سے؟ ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زکوٰۃ جس مال کے ساتھ مل جاتی ہے اس کو ہلاک و ضائع کر دیتی ہے۔

(ب): زکوٰۃ کا تعلق عینِ مال سے ہے یا ذمہ سے؟ ائمہ کرام کے مذاہب:

(۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق عین مال سے ہے، لہٰذا مال ہی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرنا ضروری ہے، اس کی قیمت ادا کرنا جائز نہیں۔

(۲) احناف کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق غنی کے ذمہ سے ہے عین مال سے نہیں ہے، لہٰذا واجب چیز کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

ئمہ ثلاثہ کی دلیل:

(۱) ان حضرات کی دلیل حدیث باب ہے؛ چنانچہ اس کی وضاحت میں امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کا مال دوسرے مال کے ساتھ مل جانے سے دوسرا مال حرام ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عینِ مال سے ہوگا نہ کہ ذمہ مال سے۔

(۲) زکوٰۃ ایسی قربت ہے جو متعلق بالمحل ہے، لہٰذا اس کے غیر سے ادا نہ ہونا ایسے جیسے ہدی اور قربانیوں میں بالاتفاق خون بہانے کے سوا قیمت دینا جائز نہیں، پس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسی طرح زکوۃ میں بھی قیمت دینا جائز نہ ہوگا۔

احناف کی دلیل: قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّاعَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾۔ (سورۂ ہود، آیت:۶) طریقۂ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے جس میں مستحق زکوۃ بھی شامل ہیں اور رزق سے مراد ایسی چیز ہے جو حوائج کے اندر کافیت کر سکے اور حوائج مختلف ہو سکتی ہیں کبھی تو عین مال کی ضرورت ہوگی اور کبھی قیمت کی ضرورت ہوگی، لہٰذا وہ رزق جس کو اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین تک بذریعۂ زکوۃ پہونچاتے ہیں اس میں بھی تعمیم ہوگی تخصیص کی قطعاً ضرورت نہیں۔

(التعلیق الصبیح:۲/۱۲۹، اشعۃ اللمعات:۲/۱۴)

حدیث باب کا جواب:

اِس حدیث کا جواب یہ ہے کہ: (۱) ماخالطت الزکوۃ الخ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجودہ زکوۃ کا مال لیوے یا اپنے مال سے باوجود وجوب کے زکوۃ ادا نہ کرے، تو گویا کہ اس کے پاک صاف مال کو زکوۃ (جس کو اوساخ الناس کہا گیا ہے) کے ساتھ ملا کر خود ہی ہلاک و ضائع کر دیا، اور دیگر ائمہ کرام نے جو مطلب سمجھا ہے وہ ظاہر کے بالکل خلاف ہے۔

(۲) اہلاک کے معنی بے برکتی ہو جانا۔

(۳) یا اس کے معنی بالکل برباد ہو جانا یعنی جس نے زکوۃ نہیں ادا کی اس کے مال میں برکت نہیں ہوگی، بلکہ بعض وقت مال ہلاک ہو جانے کا اندیشہ بھی ہے، اس سے عین مال کے ساتھ زکوۃ کا تعلق ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ ذمہ کے ساتھ تعلق رکھنے کی صورت میں یہ بھی حالت ہو سکتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۹۱-مشکوۃ شریف: ص/۱۵۷

عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاجَلَبَ وَلَاجَنَبَ وَلَاتُؤْخَذُ صَدَقَاتُهِمْ إِلَّافِي دُوْرِهِمْ.

(رواہ أبو داؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کے تینوں جملوں کا الگ الگ مطلب تحریر کریں۔

(ج): سند میں "عن أبيه عن جده" کی ضمیروں کا مرجع اور "جده" کا مصداق متعین کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ سند عندالمحد ثین مرسل شمار ہوتی ہے یا متصل، جواب سوچ کر تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ زکوۃ وصول کرنے والے مویشیوں کو اپنے پاس نہ کھچوائے اور نہ زکوۃ ادا کرنے والا مویشیوں کو لے کر دُور چلا جائے؛ بلکہ مویشیوں کی زکوۃ ان کے مکان پر لی جائے۔

(ب): حدیث شریف کے تینوں جملوں کا الگ الگ مطلب:

اس روایت میں نبی علیہ السلام نے مویشیوں کی زکوۃ ادا کرنے والے اور اس کو وصول کرنے والے کو تین ہدایات دی ہیں:

(۱) پہلی ہدایت یہ دی ہے کہ مویشیوں کی زکوۃ وصول کرنے والا جب زکوۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وصول کرنے جائے تو دُور کسی ایک مقام جا کر نہ بیٹھے اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو مویشی اپنے پاس لانے پر مجبور نہ کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو مشقت ہے اور اس بات کا بھی اندیشہ ہے زکوٰۃ ادا کرنے والے اپنے تمام مویشی نہ لے جائیں؛ بلکہ کچھ گھر ہی میں چھوڑ جائیں اس لیے عامل (یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے) کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(۲) دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ جب زکوٰۃ وصول کرنے الا زکوٰۃ لینے جائے تو ادا کرنے والے زکوٰۃ دینے سے بچنے کے لیے اپنے مویشی لے کر دُور نہ جائیں؛ اس لیے کہ زکوٰۃ تو بہر حال ادا کرنا ہی ہوگی؛ لیکن ان کے اس عمل سے عامل کو تکلیف ہوگی، پس بایں وجہ ان کے لیے ایسا کرنا منع ہے۔

(۳) تیسری ہدایت یہ دی ہے کہ مویشیوں کی زکوٰۃ ان کے گھر ہی میں یعنی جہاں وہ مستقل رہتے ہوں وہاں وصول کی جائے، اور اس وجہ یہ ہے کہ وہاں عامل کے سامنے تمام مویشی ہوں گے اور وہ شریعت کے اعتبار سے ان کی زکوٰۃ صحیح طریقہ سے وصول کرلے گا۔ (توضیحات: ۴۳۶/۳)

(ج): سند میں "عن أبيه عن جده" کی ضمیروں کا مرجع اور "جده" کا مصداق کی تعیین:

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ کی سند میں "عن أبيه عن جده" کی ضمائر کے مراجع مختلف ہیں، ان کو کماحقہ سمجھنے کے لیے اولاً حضرت عمرو بن شعیب کے نسب نامہ کو جاننا ضروری ہے، حضرت عمرو بن شعیب کا نسب نامہ یہ ہے: عمرو بن شعیب بن محمد ب عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ۔

اب سمجھئے اس سند میں "أبيـــه" کی ضمیر کا مرجع عمرو ہیں اور اس سے مراد ابی عمر یعنی شعیب ہیں اور "جده" کی ضمیر کا مرجع شعیب ہیں اور جد شعیب سے مراد شعیب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیثِ مذکورہ کی یہ سند مرسل ہے یا متصل؟

واضح رہے کہ محدثین کے نزدیک "عن عمرو بن شعیب ع ابیه عن جده" کی یہ سند متصل شمار ہوتی ہے اگرچہ بعض حضرات اس کو مرسل بھی قرار دیتے ہیں؛ لیکن اصح قول کے مطابق یہ سند متصل ہی ہے اور اتصال کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرو اپنے والد کے جس صحیفہ سے احادیث روایت کرتے تھے اس میں ان کے والد شعیب نے تمام احادیث اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کر رکھی تھیں اور حضرت شعیب کی اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے، پس بایں وجہ یہ سند عند المحدثین متصل ہے۔

۹۲- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَازَكَاةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مالِ مستفاد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تحریر کریں۔

(ج): مالِ مستفاد کی اقسام اور ان کے احکام نیز کس قسم میں ائمہ کا اختلاف ہے مع مذاہب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کو مال حاصل ہو جائے تو اس مال میں سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مالِ مستفاد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

واضح رہے کہ لغت میں مالِ مستفاد اس مال کو کہتے ہیں جو کسی انسان کو بغیر محنت کے ابتداءً حاصل ہوتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں درمیانِ سال ہبہ، میراث یا کسی اور طریقہ سے حاصل ہونے والے مال کو مال مستفاد کہا جاتا ہے۔

(ج): مالِ مستفاد کی اقسام اور ان کے احکام:

واضح رہے کہ مالِ مستفاد کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ مال جو سال کے درمیان میں کسی کے پاس آجائے اور پہلے سے موجود مال کی جنس سے نہ ہو، مثلاً کسی کے پاس پہلے سے نصابِ زکوۃ کے بقدر اونٹ موجود تھے اور اس کو سال کے درمیان بکریاں حاصل ہوگئیں۔ (۲) وہ مال جو پہلے سے موجود مال کی جنس اور اس کے انتاج اور ارباح میں سے ہو، مثلاً کسی کے پاس پہلے سے نصابِ زکوۃ کے بقدر اونٹ موجود تھے؛ سال کے درمیان میں ان کے بچہ پیدا ہوگئے۔ (۳) وہ مال جو پہلے سے موجود مال کی جنس سے تو ہو؛ لیکن اس کے انتاج اور ارباح میں سے نہ ہو، مثلاً کسی کے پاس پہلے سے نصاب زکوۃ کے بقدر اونٹ موجود تھے؛ لیکن سال کے درمیان میں اس نے اور اونٹوں کو خرید لیا یا اس کو مزید اونٹ ہبہ یا میراث کے ذریعہ حاصل ہوگئے، پس مال مستفاد کی ان تینوں اقسام میں سے پہلی قسم کا حکم باتفاق فقہاء یہ ہے کہ اس مال مستفاد کو زکوۃ ادا کرتے ہوئے پہلے سے موجود کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا بلکہ اس مال مستفاد کی زکوۃ سال گزرنے پر الگ سے ادا ہوگی، اور دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اس مال مستفاد کو پہلے سے موجود مال کے ساتھ ملایا جائے گا اور سب کی ایک ساتھ زکوۃ ادا کی جائے گی، اور تیسری قسم کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مالِ مستفاد کی تیسری قسم کا حکم اور ائمہ کے مذاہب اور دلائل:

وہ مال مستفاد جو پہلے سے موجود مال کی جنس سے تو ہو؛ لیکن اس کے انتاج اور ارباح میں سے نہ تو زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے اس مال کو پہلے سے موجود مال کے ساتھ ملایا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس مسئلہ میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اس مال مستفاد کو جو پہلے سے موجود مال کی جنس سے تو ہو؛ لیکن اس کے انتاج اور ارباح میں سے نہ ہو زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے پہلے سے موجود مال کے ساتھ ملایا جائے گا اور اسی کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اس مال کو پہلے سے موجود مال کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا؛ بلکہ اس پر زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے الگ سے سال کا گزرنا ضروری ہے۔ (توضیحات:۳/۳۴۷)

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہب اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عثمانؓ کے ان آثار سے استدلال کیا ہے جن میں مال مستفاد کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے سال گزرنے کی شرط موجود نہیں ہے، یہ آثار علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایہ میں مذکور ہیں اختصار کے پیش نظر یہاں ان کی تفصیل سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حدیث مذکور فی السوال سے استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال واضح ہے کہ اس حدیث میں مالِ مستفاد پر زکوٰۃ لازم ہونے کے لیے سال کا گزرنا شرط قرار دیا گیا ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مالِ مستفاد پر زکوٰۃ لازم ہونے کے لیے سال کا گزرنا ضروری ہے۔

مذہبِ دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب:

واضح رہے کہ مذہبِ اوّل کے قائلین کی جانب سے مذہبِ دو کی دلیل حدیث مذکورہ فی السوال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور محدثین نے اس حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا اس ضعیف روایت کو لے کر کسی مسلک پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۹۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۲۴

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَۃِ اَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَۃٌ وَلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَۃٌ وَلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَۃٌ۔ (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): وجوبِ عشر کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: کھجوروں میں پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

(ب): وجوبِ عشر کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف:

(۱) ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک زمین کی پیداوار کے اندر پانچ وسق سے کم میں عشر نہیں ہے؛ البتہ پانچ وسق کو پہونچ جائے تو عشر واجب ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ، نخعیؒ اور مجاہد کے نزدیک زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب نہیں قلیل ہو یا کثیر مطلقاً عشر واجب ہے اور اکثر سنہ باقی رہنے کی شرط بھی نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل: ان حضرات کی دلیل یہی حدیث باب ہے جس میں پانچ وسق سے کم میں وجوبِ صدقہ یعنی عشر کی نفی ہے۔ (۲) عن علی أنه علیه السلام قال لیس فی الخضروات صدقة.

امام ابوحنیفہ نخعی اور مجاہدؒ کی دلیل: (۱) قوله تعالیٰ: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ (بقرہ، آیت: ۲۶۷) اس آیت میں کلمہ "ما" عام ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو یہ قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے اور باقی رہنے نہ رہنے کی کوئی قید نہیں ہے۔

(۲) باری تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ (انعام، آیت: ۱۴۱) یہاں بلا قید حق الارض ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیثِ باب کا جواب:

(۱) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ علامہ عینی اور صاحبِ ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ میں صدقۃ سے زکوٰۃ مراد ہے عشر مراد نہیں ہے اور اس حدیث میں مالِ تجارت کے زکوٰۃ کا بیان ہے اور اس زمانے میں پانچ وسق دوسو درہم کے بقدر ہوتا تھا تو حدیث شریف کا مطلب ہوا کہ دوسو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

(حاشیہ ترمذی:۱۳۹/۱، ہدایہ:۲۰۱/۱)

(۲) آیاتِ قرآنی کی عمومیت اور قطعیت کو اخبارِ آحاد کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا ہے کما اثبت فی الاصول۔

(۳) شاہ صاحب نے فرمایا: حدیث الباب میں عرایا کا بیان ہے یعنی جن درختوں کو مالک نے فقراء کو دے دیا تھا، پھر اپنی طرف سے پھل دے کر خرید لیا، اس میں عشر نہیں؛ کیونکہ وہ زمین کی پیداوار نہیں رہا؛ بلکہ خریدا ہوا مال ہو گیا اور پانچ وسق کی قید اتفاقی ہے؛ کیونکہ دورِ نبوی میں اس مقدار میں درختوں کو بطورِ عرایا (عطیہ) دیا جاتا تھا۔

۹۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِیْ عَبْدِهٖ وَلَا فِیْ فَرَسِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لَیْسَ فِیْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةَ الْفِطْرِ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ ائمہ کرام کا مذہب مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے غلام پر زکوۃ فرض نہیں اور نہ اس کے گھوڑے میں زکوۃ فرض ہے، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے غلام میں زکوۃ نہیں ہے مگر صدقۂ فطر۔

(ب): غلام اور گھوڑے میں زکوۃ ہے یا نہیں؟ ائمہ کرام کا مذہب:

علّامہ کسائیؒ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں کہ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں ان پر بالاجماع زکوۃ واجب ہے اور ذاتی ضروریات مثلاً سواری، دودھ وغیرہ کے لیے اور پالتو گھوڑوں میں بالاتفاق زکوۃ واجب نہیں، ہاں! اختلاف اس گھوڑے میں ہے جو سائمہ نر و مادہ ملے ہوئے اور نسل بڑھانے کے لیے ہوں۔

(۱) ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک ان میں بھی زکوۃ واجب نہیں۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ اور امام نخعیؒ کے نزدیک واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل: حدیث الباب ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام نخعیؒ کی دلیل: حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے:

ثم لم یَنْسَ حق اللّٰہ في ظھورھا لا رقابھا. (مشکوۃ:۱۵۵) جو گھوڑے کی گردن اور پیٹھ پر اللہ تعالیٰ کا حق نہیں بھولا، حقِ ظہور تو یہ ہے کہ کسی تھکے ماندے کو سوار کر دے اور حقِ رقاب وہ زکوۃ ہی ہے؛ چنانچہ اس حدیث میں حق سے زکوۃ مراد ہے پس معلوم ہوا کہ گھوڑے میں بھی زکوۃ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث باب کا جواب:

تمام ائمہ کرام یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ حدیثِ باب میں عبد سے عبد خدمت مراد ہے تو اسی طرح فرس سے بھی فرسِ خدمت یعنی فرسِ رکوب وحمل مراد ہوگا یا فرسِ غازی مراد ہوگا تمام فرس مراد نہیں ہیں۔

۹۵۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۸

وَلَاتُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَاذَاتُ عُوَارٍ وَلَاتَيْسٌ إِلَّامَاشَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَايُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَايُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَاكَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَّةِ رُبُعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّاتِسْعِيْنَ وَمِأَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلَّاأَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا. (رواہ البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق پیش کریں اور جمع بین متفرق اور فرق بین مجتمع کی مثال بھی پیش کریں۔

(ج): وماكان من خليطين فإنهما يتراجعان بالسوية کی تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: اور زکوٰۃ میں نہ دے بڑھیا، اور نہ ہی عیب والی (خواہ اونٹنی ہو یا بکری وغیرہ) نیز (بکریوں کی زکوٰۃ میں) بوک یعنی غیر خصی بکرا نہ نکالا جائے، ہاں! اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا لینا چاہے تو لے سکتا ہے، اور نہ متفرق جانوروں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو جمع کیا جائے، اور نہ زکوۃ کے (کم ہو جانے کے) خوف سے اکٹھے جانوروں کو جدا کیا جائے، اور جب نصاب میں دو آدمی شریک ہوں تو دونوں کو چاہیے کہ آپس میں برابر برابر رجوع کرلیں، اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا فرض ہے، اور اگر اس کے پاس ایک سو نوے درہم کے علاوہ نہیں ہیں تو ان میں زکوۃ نہیں ہوگی، مگر اس کا مالک بطورِ نفل کے دے۔

(ب): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق:

هَرِمَةٌ: واحد، جمع هَرِمَاتٌ وَهَرْمٰی، اس کا مذکر هَرِمٌ جمع هَرِمُوْنَ از بابِ سمع، هَرِمَ يَهْرَمُ هَرَمًا، مَهْرَمًا وَمَهْرَمَةً بمعنیٰ بڑھاپے کی آخری منزل کو پہنچنا، کمزور و بوڑھا ہونا۔

عُوَارٌ: اَلْعُوَارُ: بمعنیٰ عیب (کپڑے کی) پھٹن، باب سمع سے آتا ہے عَارَ يَعِيْرُ عَوْرًا بمعنیٰ کانا بنا دینا الشیئ ضائع کر دینا۔

تَيْسٌ: اَلتَّيْسُ: واحد، جمع تُيُوْسٌ بمعنیٰ بکری یا ہرن کا ایک سالہ بچہ، بے عقل آدمی از باب سمع تَاسَ، يَتِيْسُ، تَيْسًا بمعنیٰ بکری کے بچہ کا بکرا بن جانا۔

حدیث شریف کا مطلب:

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ ادا کرنے والا ناقص وعیب دار جانوروں کو نہ دے؛ بلکہ عامل کو اختیار ہے کہ صحیح وسالم اور کامل الاعضاء جانوروں کو لے لے، جس سے مستحقین زکوۃ کو زیادہ سے زیادہ نفع اور فائدہ پہونچ سکے، اور عامل یا مالک کو چاہیے کہ زکوۃ کی کمی یا زیادتی کے خوف سے دو متفرق نصابوں کو جمع نہ کرے اور نہ دو مجتمع نصابوں کو الگ الگ کرے۔

اور اگر دو شریکوں میں سے کسی کے مال سے عامل نے زکوۃ وصول کرلی ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دونوں کے درمیان علی التفاوت شرکت ہے (مثلاً ایک شخص دوثلث جانوروں کا مالک ہے اور دوسرا ایک ہی ثلث کا تو دونوں پر زکوٰۃ ان کے حصے کے بقدر ہے) تو یہ شخص جس کے مال سے اس کے حصے سے زائد زکوٰۃ لی گئی ہے اپنے دوسرے شریک سے (کہ جس کا حصہ دوثلث یا زائد ہے اور اس پر اُسی کے بقدر زکوٰۃ بھی ہے) اس زائد مقدار کو وصول کرلے، یہی مطلب ہے "فإنهما يترا اجعان بالسوية" کا، اور چاندی کے نصاب دوسو درہم میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دینا فرض ہے، اور جس کے پاس ایک سو نوے ہی درہم ہوں یعنی درہم نصاب سے ذرا بھی کم ہوں تو ان پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اِلّا یہ کہ مالک از خود دینا چاہے، تو نفلی صدقہ کے طور پر کچھ دیدے، یہی مطلب ہے "وفي الرقة ربع العشر الخ".

جمع بین متفرق اور فرق بین مجتمع کی مثال:

جمع بین متفرق کی مثال: اس کو یوں سمجھئے کہ دوآدمی مل کر چالیس بکریوں کے (بیس بیس کرکے) مالک ہیں تو ان دونوں پر (مقدارِ نصاب مکمل نہ ہونے کی وجہ سے علاحدہ علاحدہ) زکوٰۃ واجب نہیں ہے، ہاں! اگر دونوں مقداروں (بیس بیس) کو ملادیا جائے (ملاکر چالیس کردیا جائے) تو اب ایک بکری لازم ہوگئی، پس اسی کو حدیث میں منع کیا گیا ہے کہ عامل کو زکوٰۃ لینے کے واسطے دو الگ الگ مقداروں کو ملاکر زکوٰۃ واجب کرنے کا بالکل حق نہیں ہے۔

فرق بین مجتمع کی مثال: اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص ایک سوبیس بکریوں کا مالک ہے اس صورت میں اس پر فقط ایک بکری واجب ہے۔ اور اگر اسی (ایک سوبیس) کو چالیس چالیس کرکے تین حصوں میں تقسیم کردیا جائے تو اس صورت میں تین بکریاں واجب ہوگئیں۔ پس حدیث شریف کے اندر اسی قسم کی تفریق سے منع کیا گیا ہے، یعنی عامل کو حق نہیں ہے کہ زیادہ زکوٰۃ لینے کے واسطے مجتمع نصابوں (جن میں بحالتِ اجتماع کم زکوٰۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے) کو متفرق (الگ الگ نصاب قرار دے) کرے تاکہ علیحدہ علیحدہ مقدار نصاب ہوجائے اور ہر نصاب سے الگ الگ بکری ملے اور مقدار زکوۃ بڑھ جائے۔

(ج): وما كان من خليطين فإنهما يتراجعان بالسوية کی تشریح:

اس کی تشریح یہ ہے کہ مال کی کوئی مقدار دو شخصوں کے درمیان علی التفاوت مشترک ہو اور عامل نے دونوں کے حصوں کو الگ کیے بغیر ایک ساتھ ملا کر زکوۃ وصول کرلیا تو کم حصے والے کے مال سے جو زائد مقدار لی گئی ہے اسی کے بقدر زیادہ حصے والے سے رجوع کرلے گا؛ کیونکہ حصوں کی کمی وزیادتی کی وجہ سے ایک کے مال میں زیادہ اور دوسرے شریک کے مال میں کم زکوۃ واجب ہوئی ہے۔

مثلاً ایک سوبیس بکریوں میں دو آدمی اس طرح شریک ہوں کہ ایک اسی (دوثلث ایک سوبیس میں سے) بکریوں کا تو دوسرا چالیس (ایک ثلث ایک سوبیس میں سے) بکریوں کا مالک ہے اور چونکہ مصدق کو حق ہے کہ بکریوں کی تقسیم کیے بغیر زکوۃ وصول کرلے، لہٰذا اس نے دو بکریاں لے لیں (کیونکہ مالک دو ہیں) اب دونوں شریک آپس میں برابر برابر رجوع کرلیں گے، اسی طرح کہ دونوں بکریوں کے چھ حصے ہوگئے اور چھ کو تین تین حصوں میں تقسیم کریں گے؛ کیونکہ (ایک سوبیس میں بھی دونوں شریک تھے تین ثلث کرکے ایک دوثلث کا اور دوسرا ایک ثلث کا مالک تھا) اب دونوں بکریوں کے چھ حصے ہوگئے اور چھ کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے تو ایک حصہ (ایک ثلث) دو دو کا ہوگا، لہٰذا جس کی دوثلث بکریاں تھیں (اسّی) اس پر دوثلث (چھ میں سے چار حصے) کی زکوۃ اور جس کی ایک ہی ثلث بکریاں تھیں (چالیس) اس پر ایک ثلث (چھ میں سے دو حصے) کی زکوۃ واجب ہوگی، تو دوثلث والے کے حق میں ایک کامل بکری اور دوسری بکری کا ایک حصہ، اور ایک ثلث والے کے حق میں دوسری بکری کے مابقیہ دو حصے کی زکوۃ واجب ہوئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن عامل نے چونکہ دونوں شریکوں سے ایک ایک بکری لے لی ہے، حالانکہ ایک ثلث والے پر کامل بکری نہیں تھی، لہٰذا ایک ثلث والا دو ثلث والے سے ایک بکری تین حصوں میں سے ایک حصے کی قیمت لے لے گا، اب دونوں کے درمیان تراجع بالسویۃ کی صورت ہوگئی، حدیث میں اسی دقیق مسئلے کی طرف فإنهما يتراجعان بالسوية سے اشارہ کیا گیا۔

۹۶۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۹

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیثِ باب کی وضاحت کریں۔

(ج): رکاز کے معنیٰ میں اختلافِ ائمہ مع دلائل بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اگر) جانور زخمی کردے تو معاف ہے اور اگر کنواں کھودنے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور اگر کان کھودوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔

(ب): حدیثِ باب کی وضاحت:

العجماء جرحها جبار: العجماء کے معنیٰ چوپایا، جانور کیونکہ یہ تکلم پر قادر نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور جرح کے معنی زخمی کرنا یہاں مراد نقصان پہونچانا خواہ جان کا ہو یا مال کا اور جبار کے معنی ہدر یعنی تاوان وضمان نہیں، اب اس جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ جانور کسی کا جانی یا مالی نقصان کردے تو یہ ہدر ہے اس کے مالک پر کوئی ضمان وتاوان نہیں، اب اس میں تفصیل ہے۔

پہلی صورت: جانور کے ساتھ مالک یا راعی نہیں ہے اور دن کا واقعہ ہے تو اس صورت میں جبار (معاف) ہے اب اگر جانور کچھ نقصان کردے تو اس کے مالک پر ضمان نہیں ہے۔

دوسری صورت: جانور کے ساتھ مالک یا راعی تو نہیں ہے؛ لیکن رات کا واقعہ ہے اس صورت میں جانور کے کچھ نقصان کردینے یا کسی کو ہلاک کردینے کی وجہ سے مالک پ تاوان لازم ہے؛ کیونکہ اس میں مالک یا راعی کی کوتاہی ہے کہ اس نے جانور کو مضبوطی کے ساتھ کیوں نہیں باندھا، یا اس کی نگہبانی کیوں نہیں کی۔

تیسری صورت: جانور کے ساتھ مالک یا راعی ہے تو اب چاہے دن کا واقعہ یا رات کا تاوان لازم ہے؛ کیونکہ اس صورت میں بھی مالک یا راعی ہی کی جانب سے کوتاہی ہے۔

البئر جبار: حفر بئر کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودوائے اور اس میں کوئی شخص یا خود کھودنے والا گر کر مرجائے تو حافر (کھودوانے والے) پر کوئی ضمان نہیں ہے؛ بلکہ معاف ہے۔

دوسری صورت: اور اگر غیر مملوکہ زمین میں کھودوائے، مالک کی اجازت کے بغیر کھودوانے والے کے عاقلہ پر ضمان واجب ہے۔

تیسری صورت: ایسی زمین میں کھودوائے جو اگرچہ کسی کی ملکیت میں نہ ہو؛ لیکن وہ لوگوں کی آمد ورفت کا راستہ ہو، پس اس صورت میں بھی اگر کوئی شخص یا جانور گر کر مرجائے یا خود کھودنے والا ہلاک ہوجائے تو حافر کے عاقلہ پر ضمان واجب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والمعدن جبار: اور کنواں کھودوانے والے ہی کے حکم میں تمام صورتوں کے ساتھ معدن (کان) کھودوانے والا بھی ہے۔

(ج): رکاز کے معنیٰ میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

سب سے پہلے کنز ومعدن اور رکاز کے معنیٰ ومفہوم سمجھیں:

زمین سے جو مال نکالا جاتا ہے وہ تین قسم پر ہے: (۱) کنز (۲) معدن (۳) رکاز۔

(۱) کنز: وہ مال ہے جس کو کسی زمانہ میں کسی نے دفن کیا تھا، بعد میں دوسرے کسی کو مل گیا جس کو دفینِ جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) معدن: وہ مال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ارض کے دن اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا ہے ان دونوں کی تعریف میں سب کا اتفاق ہے رکاز کی تعریف میں اختلاف ہو گیا۔

سو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکاز کنز کا مترادف ہے یعنی دفینِ جاہلیت کو رکاز بھی کہا جاتا ہے کنز بھی معدن اس میں شامل نہیں ہے، لہٰذا اس پر خمس نہیں۔

احناف کے نزدیک رکاز عام ہے کنز ومعدن کو، کنز میں بالاتفاق خمس واجب ہے اور معدن رکاز میں شامل ہونے نہ ہونے میں اختلاف کی بنا پر یہ اختلاف ہو گیا کہ معدن میں خمس ہے یا نہیں تو احناف کے نزدیک چونکہ شامل ہے اور رکاز میں خمس کہا گیا، لہٰذا معدن میں بھی خمس ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ شامل نہیں ہے، لہٰذا معدن میں خمس نہیں ہے؛ بلکہ زکوٰۃ آئے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

ان حضرات کی دلیل حدیث الباب ہے اور طریقہ استدلال یہ ہے کہ رکاز کا عطف معدن پر کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت ہوتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ معدن اور چیز ہے اور رکاز دوسری چیز ہے تو رکاز میں خمس ہونے سے معدن میں بھی خمس ہونا لازم نہیں آتا اگر اس میں خمس آتا تو عبارت یوں ہوتی: وفیہ الخمس، لفظ رکاز کے اعادہ کی ضرورت نہ ہوتی۔

احناف کی دلیل:

دلیلِ لغوی: قال ابن الاعرابی الرکاز ماأخرج المعدن۔

(لسان العرب: ۲۲۳/۷)

قال ابن الأثير المعدن والركاز واحد. (عینی: ۱۰۰/۹) لہٰذا ائمہ لغات کے اقوال سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رکاز کا مصداق اوّل معدنیات ہی ہیں۔

دلیل نقلی: عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي الركاز الخمس قيل وما الركاز يارسول الله قال الذي خلقه الله في الأرض يوم خلقت. (رواہ البیہقی فی السنن) یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ رکاز معدن ہے۔

۹۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۵۹

عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ إِذَاخَرَصْتُمُ النَّحْلَ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَإِنْ لَمْ تَدْعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ. (رواہ الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خرص کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔

(ج): مالِ زکوٰۃ میں سے عامل کو کچھ معاف کرنے اور چھوڑنے کا حق ہے یا نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت سہل ب ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاملوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تم پھلوں کا اندازہ کر چکو پھر زکوۃ مکمل لے لو پس مال زکوۃ سے ثلث چھوڑ دیا کرو، اور اگر ثلث نہ چھوڑ تو ربع (چوتھائی) چھوڑ دیا کرو۔

خرص کے معنی لغوی واصطلاحی:

خرص کے لغوی معنیٰ اندازہ لگانے کے ہیں، اور اصطلاح میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب باغ میں کھجور وغیرہ پکنا شروع ہوتی ہیں تو بیت المال کی طرف سے چند لوگوں کو بھیجا جائے تاکہ وہ اندازہ لگالیں کہ اس باغ میں جو تازہ کھجور ہیں وہ خشک ہونے کے بعد کتنی ہوں گی تاکہ اس قدر سے زکوۃ لی جائے نیز رب المال خیانت نہ کر سکے۔

خرص واندازہ کا اعتبار ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ مدلل:

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جب بدوِ صلاح ہو جائے تو نخیل وعناب وزیتون کے اندر خرص واندازہ جائز ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک خرص واندازہ باطل ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: انہوں کی دلیل حدیثِ باب ہے؛ کیونکہ اگر خرص واندازہ کا جواز نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وإذا خرصتم کیوں فرماتے۔

احناف کی دلیل: عن جار بن سمرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع كل ثمرة بخرص. (عینی: ۲/۴۱۷)

ممانعت بیع مزابنہ کی احادیث، درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عوض میں اندازہ کر کے فروخت کرنے کو مزابنہ کہا جاتا ہے۔

حدیثِ باب کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اہلِ خیبر کے ساتھ خاص ہے؛ کیونکہ یہود کھجریں پک جانے کے بعد توڑ کر کچھ حصہ چھپا دیا کرتے تھے، اسی لیے آپ نے بطورِ خاص ان کے اموال میں خرص کرنے کی اجازت دی اور ثلث و ربع کو نخل سے معاف کر دینا یہ بھی فقط ان ہی کے حق میں تھا۔ (مرقات:۴/۳۱۷)

اورعتاب بن اُسید کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ: یہ حدیث منقطع ہے؛ اس لیے کہ عتاب بن اسید سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ دونوں کا لقاء ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ عتاب بن اسید کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی ہے، جبکہ سعید بن المسیب کی ولادت ۱۵ھ یا ۲۰ھ میں ہوئی۔ (عینی:۴/۴۱۷، بذل:۳/۳۱)

حدیثِ عتاب حرمتِ ربوا سے قبل کی ہے اور منسوخ ہے؛ کیونکہ ربا کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی ہے۔

(ج): مالِ زکوۃ میں سے عامل کو کچھ معاف کرنے اور چھوڑنے کا حق ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مال زکوۃ میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتا ہے۔

امام احمدؒ کے نزدیک ثلث یا ربع معاف کرسکتا ہے۔ (عینی:۴/۴۱۸، التعلیق الصبیح:۲/۲۰۶)

۹۸- مشکوۃ شریف: ص/۱۵۹

عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشَرَةِ اَزْقٍ زِقٌّ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): شہد کے اندر عشر ہے یا نہیں؟ علماء کرام کے مذاہب مدلل تحریر کریں۔

(ج): شہد کے عشر میں کیا نصاب ہے؟ مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عسل وشہد کے بارے میں کہ ہر دس مشک شہد میں بطورِ زکوٰۃ ایک مشک شہد ہے۔

(ب): شہد کے اندر عشر ہے یا نہیں؟ علماء کرام کے مذاہب:

عشری زمین میں اگر شہد مل جائے تو اس پر عشر واجب ہونے کے بارے میں اختلاف ہے؛ چنانچہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں عشر واجب نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، احمدؒ، اسحاقؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک عشر واجب ہے۔

دلیل امام مالک وشافعیؒ: عن معاذ أنهٗ سئل عن العسل في اليمن فقال لم اومر فيه بشيء.

شہد دودھ کے مثل ہے جو حیوان سے نکلتا ہے، اس میں جس طرح زکوٰۃ نہیں، اسی طرح شہد میں بھی نہ ہونی چاہیے۔

شہد زمین کی پیداوار میں سے بھی نہیں اور سوائم ونقود میں سے نہیں، لہٰذا وہ ریشم کے مانند ہے جو ایک قسم کے کیڑے کے لعاب سے بنتا ہے اس میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں، اسی طرح شہد میں بھی واجب نہ ہونی چاہیے۔

دلیل امام ابوحنیفہؒ واحمدؒ: حدیث الباب۔ اور ابن ماجہ میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے: أنه عليه السلام اخذ من العسل العسر.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

(ج): شہد کے عشر میں کیا نصاب ہے؟ مع اختلافِ ائمہ:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشر عسل میں کوئی نصاب متعین نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عشر عسل کا نصاب پانچ وسق ہے اور ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے پانچ مَن کی بھی ہے۔

اور امام محمدؒ سے عسل کا نصاب پانچ فَرَق منقول ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۰۲)

زِقّ کے معنیٰ: زِقٌّ واحد، جمع اَزُقٌّ بفتح الهمزة وضم الزاء بمعنیٰ چمڑا کا ظرف زق مشک کی طرح کا ایک برتن ہے جو چمڑے سے بنایا جاتا ہے اور اس میں شہد گھی وغیرہ رکھتے ہیں۔

۹۹۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۶۰

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَابَلَغَ اَنْ تُؤَدِّيَ زَكَاتَهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ. (رواه مالك وابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عورتوں کے استعمال کے زیورات پر زکوٰۃ کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سونے کا وضح و

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کڑا پہنتی تھی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اس کا شمار بھی کنز (یعنی وہ سونے چاندی جن کے جمع کرنے پر قرآن میں وعید نازل ہوئی ہے) میں ہوتا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں اتنی مقدار میں ہوں کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی جائے (یعنی نصاب تک پہونچ جائیں) پس اس کی زکوٰۃ ادا کردی گئی تو وہ کنز میں شامل نہیں ہوں گی۔

(ب): عورتوں کے استعمال کے زیورات پر زکوٰۃ کے سلسلے میں....:

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک عورتوں کے زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

احناف وجمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک سونے چاندی کے زیورات اور برتن وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ استعمال ہی کے لیے کیوں نہ ہو، بشرطیکہ حدِّ نصاب کو پہنچے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: قال احمدؒ خمسة من أصحاب رسول الله ﷺ يقولون ليس في الحلى زكوة. پانچ صحابہ یعنی ابن عمرؓ، جابرؓ، انسؓ، عائشہؓ اور اسماءؓ کہتے تھے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (دارقطنی)

عن جابر عن النبي ﷺ قال ليس في الحلى زكوة.

زیورات، ثیابِ بذلہ یعنی استعمالی کپڑے کے مثل ہیں جس طرح ان میں زکوٰۃ نہیں اسی طرح ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہ ہونی چاہیے۔

احناف کی دلیل: احناف کی دلیل یہی حدیث باب ہے۔

قوله تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۳۴) یہ آیت مطلق اور عام ہے کہ سونے چاندی کے سکہ کی شکل میں ہو یا زیور وغیرہ کی شکل میں، بہر صورت اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیونکہ ایسی وعید ترکِ واجب پر آتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ائمہ ثلاثہؒ کی طرف سے حدیثِ باب کا جواب:

یہ حدیث اور اس کے علاوہ جن احادیث سے زیورات کے اندر زکوۃ کیوجوب کا ثبوت ہوتا ہے ان کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد غیر مباح زیورات ہیں اور مباح زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔ قال أحمد لا زکوۃ في الحلی المباح. (مرقات: ۳۱۹/۴)

۱۰۰۔ مشکوۃ شریف: ص/۱۶۰

عَنْ رَبِیْعَةَ ابْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِبَلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِیَّةِ وَهِیَ مِنْ نَاحِیَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَاتُؤْخَذُ مِنْهَا اِلَّا الزَّكَاةُ اِلَی الْیَوْمِ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): معادن اور کانوں میں زکوۃ واجب ہے یا خمس؟ ائمہ کرام کا مسلک مدلل تحریر کریں۔

(ج): اقطاع کی تعریف بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن ابوعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنی کو مقامِ فرع کے اطراف میں قبلی (مشہور گاؤں کا نام ہے) کی کانیں بطور جاگیر عطا فرمادی تھیں، چنانچہ ان کانوں سے آج تک زکوۃ ہی لی جاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): معادن اور کانوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا خمس؟ ائمہ کرام کا مسلک:

حضرات ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک کانوں میں بھی نَقْدَیْن کے مثل چالیسواں حصہ واجب ہے خمس نہیں ہے۔

احنافؒ کے نزدیک معدن میں خمس واجب ہے۔ (ہدایہ:۱/۱۹۹، مرقات:۴/۳۲۳)

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: ان حضرات کی دلیل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے: لاتؤخذ منها إلاّ الزکوٰۃ الی الیوم.

احناف کی دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وفي الرکاز الخمس اور معدن ورکاز دونوں مترادف ہیں۔

(ج): اقطاع کی تعریف:

زمین کے ایک حصے کو امام کا کسی فوجی کو تملیکاً یا بغیر تملیک کے عطا کر دینا تا کہ وہ اپنی زندگی کا گزر بسر کر سکے۔ (مرقاۃ:۴/۳۲۲، حاشیۃ المشکاۃ:۳/۱۶۰)

حدیثِ باب کا جواب:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ منقطع ہے اور ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اوّلاً تو یہ حدیث منقطع ہے ثانیاً لاتؤخذ منها، یہ ٹکڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ بعض والیوں کا اجتہاد ہے۔ (مرقات:۴/۳۲۳)

۱۰۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۶۰

عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا) قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ الْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَبِهَا اَنْ تُوَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): صدقۂ فطر کے لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں۔

(ج): صدقۂ فطر کے نصاب کی مقدار کیا ہے؟ مع اختلافِ ائمہ بیان کریں۔

(د): صدقۂ فطر کن کن لوگوں کی طرف سے دینا واجب ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ کھجور کے ایک صاع سے فرض کی یا جو کے ایک صاع سے، غلام پر اور آزاد مرد وعورت پر اور چھوٹے اور بڑے پر اس حال میں کہ وہ مسلمان ہوں اور عید الفطر کے صدقہ کا حکم فرمایا کہ لوگوں کے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے دیا جائے۔

(ب): صدقۂ فطر کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

صدقہ کے معنیٰ عطیہ کے ہیں؛ لیکن مراد وہ عطیہ ہے جو تقربِ الٰہی کی اُمید پر دیا جائے، اور الفطر، فطرۃ سے ماخوذ ہے بمعنیٰ نفس اور خلقت؛ کیونکہ یہ صدقہ ہر نفس کی طرف سے دیا جاتا ہے حتیٰ کہ عید کی چاندرات میں صبح صادق سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے بچہ کی طرف سے بھی دیا جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کے معنیٰ شرعی: صدقۂ فطر وہ صدقہ مقدرہ ہے جو بطورِ عبادت اور صلہ کے ازراہِ ترحم دیا جاتا ہے۔ (ایضاح المشکاۃ:۱/۵۹۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صدقۂ فطر فرض ہے، واجب یا سنت؟ اختلافِ ائمہ:

جمہور شافعیہ، جمہور مالکیہ اور حنابلہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر فرض ہے۔

بعض شوافعؒ اور بعض مالکیہؒ اور داؤد ظاہری کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

احناف کے نزدیک صدقۃ الفطر واجب ہے یعنی کہ عملاً فرض اور اعتقاداً واجب ہے۔ (مرقات: ۳۲۵/۴)

جمہور شافعیہ و مالکیہ اور حنابلہ کی دلیل: عن ابن عمر قال فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر الخ یہاں فرض فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

بعض شوافع و مالکیہ کی دلیل: ان کی دلیل حدیثِ مذکور ہے؛ کیونکہ انہوں نے فرض کو قدر کے معنٰی میں لے کر سنیت ثابت کی ہے۔

احناف کی دلیل: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث مناديا في فجاج مكة الا ان صدقة الفطر حق واجب على كل مسلم. اس حدیث سے واضح طور پر وجوب ثابت ہو رہا ہے۔

(ج): صدقۂ فطر کے نصاب کی مقدار کیا ہے؟ مع اختلافِ ائمہ:

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں؛ بلکہ جس کے پاس اپنے اور اپنے اہل و عیال کے ایک دن ایک رات کے نفقہ سے زائد مال ہو اس پر واجب ہے۔ (مرقات: ۳۲۶/۴، ہدایہ: ۲۰۸/۱)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر کا نصاب وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے؛ اگرچہ مال کا نامی ہونا شرط نہیں اور نہ ہی حولانِ حول کی شرط ہے۔ (مرقات: ۳۲۶/۴، ہدایہ: ۲۰۸/۱)

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: عن عبد اللّٰه بن ثعلبة اما غنيكم فيزكيه الله وأما فقيركم فيرد عليه أكثر مما اعطاه. (مشکوٰۃ: ۱۶۱/۱) یعنی غنی کی بات یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ تعالیٰ (صدقۃ الفطر دینے کی وجہ سے) اسے پاکیزہ بنادیتا ہے اور فقیر کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے زیادہ دیتا ہے اس نے جو (صدقۃ الفطر کے طور پر) دیا، اس سے معلوم ہوا کہ فقیر پر بھی صدقۃ الفطر دینا واجب ہے۔

پورے ذخیرۂ حدیث میں کہیں بھی صدقۃ الفطر کا کوئی نصاب بیان نہیں کیا گیا، لہٰذا قوت یوم ولیلۃ سے زیادہ مالک بھی اس حکم میں شامل ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: عن أبي هريرة مرفوعًا لاصدقة الا عن ظهر غنى. یہاں لفظ ظہر زائد ہے، اب ترجمہ یہ ہوگا کہ صدقۃ الفطر واجب نہیں، مگر مالدار سے اور شریعت میں مالدار اس کو کہا جاتا ہے جو مقدارِ نصاب کا مالک ہو۔

باری تعالیٰ کا قول: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ (سورۂ اعلیٰ، آیت: ۱۴-۱۵) ابن عمر ابوسعید خدری اور عمرو بن عوف وغیرہم نے فرمایا یہاں صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃِ عید اور تزکی سے مراد صدقۃ الفطر کی ادائیگی ہے۔

صدقۂ فطر کا مقدارِ وجوب:

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک گیہوں اور اس کے آٹے اور ستو، اسی طرح کھجور اور جو، ان تمام کے اندر ایک صاع واجب ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گیہوں اور اس کے آٹے اور ستو اور کشمش میں نصف صاع (یعنی ایک کلو اور ۶۳۳ گرام یا پونے دو سیر آدھی چھٹانک) اور کھجور اور جو کے اندر ایک صاع واجب ہے۔ (ہدایہ: ۲۱۰/۱)

(د): صدقۂ فطر کن کن لوگوں کی طرف سے دینا واجب ہے؟

اپنے اور اپنی نابالغ اولاد اور مسلمان غلام کی طرف سے دینا بالاتفاق واجب ہے؛ لیکن کافر مملوک اور اپنی بیوی کی طرف سے ادا کرنے کے وجوب کے بارے میں اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک کافر مملوک کی طرف سے دینا واجب نہیں، ہاں! اپنی بیوی کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔

احناف اور امام ثوریؒ کے نزدیک مالک پر اس کے کافر مملوک کا صدقۃ الفطر دینا واجب ہے اور بیوی کا صدقۂ فطر خود اس پر واجب ہے نہ کہ خاوند پر۔

دلیل ائمہ ثلاثہ: اِس باب کی پہلی حدیث: عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوۃ الفطر... علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین؛ کیونکہ اس میں من المسلمین کی قید کا تعلق عبد کے ساتھ ہے اور بیوی کا صدقۃ الفطر شوہر پر واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم ادوا عمن تمونون، چونکہ شوہر بیوی کی مؤنت برداشت کرتا ہے، لہٰذا بیوی کا صدقۃ الفطر شوہر پر واجب ہے۔

احناف کی دلیل: ابن عمر کی حدیث جو دلائل ائمہ ثلاثہ کے تحت ذکر کی گئی وہاں عن الذکر والانثی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مرد و عورت پر صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہے، لہٰذا عورت کی طرف سے خاوند پر صدقۃ الفطر واجب نہ ہونا چاہیے۔

بیوی پر شوہر کی ولایت تو ناقص ہے اور مؤنت بھی ناقص ہے، جب ولایت و مؤنت دونوں ناقص ہیں، تو شوہر پر بیوی کا صدقہ بھی واجب نہ ہوگا۔

۱۰۲- مشکوۃ شریف: ص/۱۶۰

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ، قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْعَبِيْدُ، رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج): پانچوں جملوں کی الگ الگ تشریح تحریر کریں۔

(د): جس جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس کو واضح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سبزیوں میں، عاریت کے درختوں میں، پانچ وسق سے کم میں، کام کاج کے جانوروں میں اور جبہہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے حضرت صقرؒ فرماتے ہیں جبہہ سے گھوڑا، خچر اور غلام مراد ہیں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:

الخضروات: یہ "خضرو" کی جمع ہے، خضر لغت میں سبزیوں کو کہتے ہیں۔

العریا: یہ "عریة" کی جمع ہے، اس کے لغوی معنیٰ عطیہ کی ہوئی چیز کے آتے ہیں۔

اوسق: یہ ایک پیمانے کا نام ہے جو اس زمانے میں رائج تھا۔

الجبهة: اس کے لغوی معنیٰ محاذ جنگ کے آتے ہیں؛ لیکن یہاں اس سے گھوڑے، خچر اور غلام مراد ہیں۔

(ج): پانچوں جملوں کی الگ الگ تشریح:

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے پانچ حکم ارشاد فرماتے ہیں: پہلا حکم یہ ارشاد فرمایا ہے کہ سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان میں عشر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بھی واجب نہیں؟ تو اس کی بحث ان شاء اللہ مع اختلاف ائمہ آگے آرہی ہے۔

دوسرا حکم آپ علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ عاریت پر دی ہوئی چیز میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، واضح رہے کہ یہاں عرایا سے خاص طور پر کھجور کے وہ پیڑ مراد ہیں جنہیں اس زمانے میں مالک بطورِ عاریت ضرورت مندوں کو دے دیا کرتے تھے اور تمام سال کے لیے ان کی کھجوریں ان ضرورت مندوں کی ملکیت میں کردیتے تھے، ان درختوں میں زکاۃ کے واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زکاۃ کا وجوب حولانِ حول کے بعد ہوتا ہے اور یہ پیڑ حولانِ حول سے پہلے ہی مالک کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں۔

تیسرا حکم آپ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ پانچ وسق سے کم کسی چیز میں زکاۃ واجب نہیں ہے، واضح رہے کہ وسق اس زمانے میں رائج ایک پیمانے کا نام ہے، واضح رہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف اور اس کی تفصیل مطولات میں ہے۔

چوتھا حکم آپ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کام کاج کی چیزوں میں زکاۃ واجب نہیں ہے، کام کاج کی چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جو روزمرّہ انسان کے کام میں استعمال ہوتی ہیں۔

پانچواں حکم آپ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جبہہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جبہہ لغت میں محاذ جنگ کو کہتے ہیں کما مر آنفاً لیکن یہاں اس سے گھوڑے خچر اور غلام مراد ہیں، واضح رہے کہ گھوڑے خچر اور غلام اگر ذاتی ضرورت کے لیے ہیں تو ائمہ اربعہ کے نزدیک ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے اور اگر یہ تجارت کے لیے ہیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے، مزید تفصیل آگے مذکور ہے۔

(د): جس جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے:

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ کے دو مسئلوں میں فقہاء کا اختلاف ہے: (ا) اس مسئلہ کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سبزیوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ (۲) اس مسئلہ میں کہ گھوڑے میں زکوٰۃ آتی ہے یا نہیں؟
واضح رہے کہ جمہور فقہاء کرام اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں میں اور ان گھوڑوں میں جو توالد و تناسل کے لیے ہوتے ہیں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان سب میں زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر غلام اور گھوڑے تجارت کے لیے ہیں تو پھر سب کے نزدیک ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔

۱۰۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۶۰

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ: أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "فجاج" اور "قمح" کے معنیٰ نیز "جدہ" اور "سواہ" کے ضمائر کی تعیین کریں۔

(ج): صدقۃ الفطر کے فرض اور واجب ہونے میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں اور فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب بھی قلم بند کریں۔

(د): صدقۃ الفطر کی مقدار میں ائمہ کے کیا مذاہب ہیں دلائل کے ساتھ قلم بند کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ کی سند سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وسلم نے مکہ مکرمہ کے گلی کوچوں میں یہ اعلان کرایا کہ سن لو! صدقہ (فطر) ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا واجب ہے (اور اس کی مقدار) گیہوں یا اس کی ہم مثل چیز میں سے دو مد ہے اور اس کے علاوہ (غلوں میں) ایک صاع ہے۔

(ب): "فجاج" اور "قمح" کے معنیٰ نیز "جده" اور "سواه" کے ضمائر:

واضح رہے کہ "فجاج" عربی میں گلی کو کہتے ہیں اور "قمح" گیہوں کو کہا جاتا ہے۔ اور مذکورہ حدیث کی سند میں مذکور "جده" کی ضمیر کا مرجع جد شعیب یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں، اور "سواه" کی ضمیر کا مرجع "قمح" یعنی گیہوں ہیں۔

(ج): صدقۃ الفطر کے فرض اور واجب ہونے میں ائمہ کے مذاہب:

واضح رہے کہ صدقۃ الفطر کا ادا کرنا فرض ہے یا واجب؟ یا اس کا شمار سنتوں میں سے ہوتا ہے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے تین مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے متبعین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک صدقۃ الفطر کا ادا کرنا واجب ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالک، امام شافعیؒ اور آپؒ کے متبعین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک صدقۃ الفطر کا ادا کرنا واجب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک صدقۃ الفطر کا ادا کرنا فرض ہے؛ البتہ حضرت امام مالکؒ کی ایک روایت اس کے واجب ہونے کی بھی ہے؛ لیکن اکثر علماء نے آپؒ کو اس کے فرض ہونے ہی کا قائل قرار دیا ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حدیث مذکورہ فی السوال سے استدلال کیا ہے، وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں صدقۃ الفطر کو واجب قرار دیا ہے اور اس کے وجوب ہی کا اعلان مکہ مکرمہ کے گلی کوچوں میں کرایا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صدقۃ الفطر کا ادا کرنا واجب ہے اور اگر یہ فرض ہوتا تو حضور علیہ السلام اس کے فرض ہونے ہی کا اعلان کراتے؛ کیونکہ فرض اور واجب کے مراتب میں فرق ہوتا ہے؛ لیکن آپ علیہ السلام نے اس کے واجب ہونے کا اعلان کرایا ہے جو اس کے واجب ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہب دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے، بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت منقول ہے: "فرض سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر صاعا من تمر او صاعًا من شعیر... الخ" حضور علیہ السلام نے صدقۃ الفطر کھجور اور جو میں سے ایک صاع فرض کیا ہے، اس حدیث سے ان حضرات نے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے اس حدیث میں موجود لفظ "فرض" اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے صدقۃ الفطر فرض ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب:

واضح رہے کہ مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے مذہبِ اوّل کے قائلین کی جانب سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد سے کسی چیز کو فرض قرار نہیں دیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ واجب قرار دیا جاسکتا ہے، پس آپ کی متدل اس حدیث میں بھی لفظ "فرض" واجب ہی کے معنیٰ میں لیا جائے گا اور اس کے یہی معنیٰ مراد لینا اولیٰ ہیں۔

(د): صدقۃ الفطر کی مقدار میں ائمہ کے کیا مذاہب ہیں دلائل کے ساتھ:

صدقۃ الفطر میں کس چیز کی کتنی مقدار واجب ہے اس مسئلہ میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے مقلدین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک صدقۃ الفطر میں گیہوں، گیہوں کے آٹے، ستو، کشمش میں سے نصف صاع اور ان کے علاوہ کھجور، جو اور دیگر غلوں میں سے ایک صاع کی مقدار ادا کرنا واجب ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک کسی بھی چیز سے صدقۃ الفطر ادا کرنے کے لیے ایک ہی صاع کی مقدار ادا کرنا فرض ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حدیث مذکورہ فی السوال سے استدلال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں گیہوں اور اس کے ہم مثل چیزوں سے صدقۃ الفطر کی مقدار دو مد یعنی (نصف صاع) اور ان کے علاوہ دیگر غلوں سے ایک صاع قرار دی ہے، لہٰذا صدقۃ الفطر انہیں مقداروں کے ساتھ ادا کرنا واجب۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہب دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث استدلال کیا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت منقول ہے "فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر... الخ" حضور علیہ السلام نے صدقۃ الفطر کھجور اور جو میں سے ایک صاع فرض کیا ہے، اس حدیث سے ان حضرات نے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں صدقۃ الفطر کی مقدار ایک صاع قرار دی ہے، لہٰذا صدقۃ الفطر کسی بھی چیز سے ایک ہی صاع ادا کرنا فرض ہے۔

۱۰۴۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۱۶۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ، وَلَالِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ.

(رواہ الترمذی وأبوداؤد والدارمی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مصارفِ زکوٰۃ تحریر کریں۔

(ج): غنی کی تعریف تحریر کریں۔

(د): مطلب تحریر کرتے ہوئے اس حدیث شریف کا کوئی جزء منسوخ یا مؤول ہو تو اس کی وضاحت کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غنی اور تندرست آدمی کے لیے زکوٰۃ کا مال لینا جائز نہیں ہے۔

(ب): مصارفِ زکوٰۃ:

واضح رہے کہ قرآن کریم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں: (۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عاملین زکوٰۃ (۴) مؤلفۃ القلوب (۵) غلام (۶) مقروض یا تاوان ادا کرنے والا (۷) مجاہد یا طالبِ علم (۸) مسافر۔

پس ان آٹھ لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے؛ البتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اس بات کے قائل ہیں کہ ان آٹھ مصارف زکوٰۃ میں سے چوتھے نمبر کا مصرف یعنی مؤلفۃ القلوب اب باقی نہیں؛ اس لیے کہ یہ مصرف اس وقت تھا، جبکہ اسلام مضبوط نہیں تھا اور نومسلمین کو اسلام پر جمانے کے لیے زکوٰۃ دینے کی اجازت تھی اور اب اسلام مضبوط ہو چکا ہے، لہٰذا کسی کی تالیف قلب کے لیے اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

(ج): غنی کی تعریف:

واضح رہے غنی کی تعریف میں علماء کے مابین اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں غنی وہ شخص ہے جس کے پاس پچاس درہم موجود ہوتے ہیں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ غنی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس ایک دن اور ایک رات کی غذا موجود ہوتی ہے، حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں غنی وہ شخص کہلاتا ہے جو ایک اوقیہ یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چالیس درہم کا مالک ہوتا ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں غنی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس ایک دن کی غذا موجود ہوتی ہے۔

(د): مطلب:

اس حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے غنی اور تندرست انسان کے لیے زکوٰۃ لینے کی ممانعت ارشاد فرمائی ہے۔

واضح رہے کہ غنی تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱) وہ شخص جس کے پاس مال موجود ہوتا ہے اور اس پر خود زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوتا ہے، ایسا شخص نہ مستحق زکوٰۃ ہے اور نہ اس کے لیے زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز ہے۔ (۲) وہ آدمی جس کے اوپر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہے؛ لیکن صدقۃ الفطر واجب ہے، اس کے لیے بھی زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) وہ انسان جس کے پاس ایک دن کی ضرورت کے بقدر غذا موجود ہوتی ہے، اس کے لیے اگرچہ زکوٰۃ لے لینا جائز ہے؛ لیکن زکوٰۃ کا از خود سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح غنی کے لیے زکوٰۃ ممنوع ہے، اسی طرح اس شخص کے لیے بھی ج تندرست ہو اور محنت و مزدوری کرنے پر قادر ہو زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

کیا اس حدیث کا کوئی جزء منسوخ ہے یا مؤول ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ فی السوال حدیث غنی اور تندرست انسان کے لیے زکوٰۃ کا وصول کرنا ممنوع قرار دے رہی ہے؛ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو نصابِ زکوٰۃ کا یا ایک دن کی غذا کا مالک نہ ہو چاہے وہ تندرست ہی کیوں نہ ہو زکوٰۃ لینا جائز ہے، تو کیا اس حدیث کے مقابلہ میں یہ مسلک صحیح ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جناب! یہ حدیث اصلاً منسوخ ہے اور اس کے منسوخ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہمیشہ ایسے صحابہؓ کو زکوٰۃ کا مال دیا ہے جو صاحبِ نصاب نہیں تھے؛ لیکن تندرست اور توانا تھے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اگر یہ معمول بہا ہوتی تو نبی علیہ السلام کبھی تندرست صحابہؓ کو زکوٰۃ کا مال عطاء نہیں کرتے، یا پھر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث جس کو لے کر آپ نے امام اعظمؒ پر اعتراض کیا ہے مؤول ہے اور اس حدیث میں تندرست آدمی کے لیے زکوٰۃ لینے کی جو ممانعت ہے وہ اس لیے ہے کہ معاشرہ میں اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے پس اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول نہ کرے اور محنت کر کے غذا حاصل کرے، پس خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں تندرست آدمی کے لیے زکوٰۃ وصول نہ کرنے کا جو حکم بیان کیا گیا ہے یہ یا تو منسوخ ہے یا مؤول ہے، اس کو لے کر احناف پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۰۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۶۱

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَاحَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَالِقَوِيٍّ مكتسب.

(رواه ابوداوٗد والنسائی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): صدقہ کا مال کس کے لیے جائز ہے؟ اور غنی کس کو کہتے ہیں؟ تحریر کریں۔
(ج): صدقاتِ واجبہ کے مصارف تحریر کریں۔
(د): قوی مکتسب اگر غریب ہو تو اس کا کیا حکم ہے تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا ہے کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ حضور علیہ السلام لوگوں کو زکوٰۃ کا مال تقسیم فرمارہے تھے، آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ السلام سے کچھ مال لینے کی خواہش ظاہر فرمائی، آپ علیہ السلام نے ہم دونوں کو سر سے پیر تک دیکھا اور ہمیں تندرست دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر تم دونوں زکوٰۃ لینا چاہتے ہو تو میں تمہیں دے سکتا ہوں؛ لیکن زکوٰۃ میں غنی اور تندرست شخص کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(ب): صدقہ کا مال کس کے لیے جائز ہے؟

واضح رہے کہ صدقہ کا مال درج ذیل سات قسم کے لوگوں کے لیے استعمال کرنا جائز ہے: (۱) فقیر کے لیے (۲) مسکین کے لیے (۳) عامل زکوٰۃ کے لیے (۴) مکاتب غلام کے لیے (۵) مقروض کے لیے (۶) مجاہد کے لیے (۷) مسافر کے لیے۔

غنی کس کو کہتے ہیں؟

اس جزئیہ کا جواب سابقہ سوال کے تحت مذکور ہے، وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

(ج): صدقاتِ واجبہ کے مصارف:

واضح رہے کہ صدقاتِ واجبہ کے مصارف وہی ہیں جو ابھی ابھی عنوان "صدقہ کا مال کس کے لیے جائز ہے" کے تحت گزرے ہیں اور ان کی مزید تفصیل سابقہ سوال کے تحت مذکور ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): قوی مکتسب اگر غریب ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

واضح رہے کہ قوی مکتسب اگر غریب ہو تو اس کے لیے صدقات کا مال استعمال کرنا عند الاحناف جائز ہے، مزید تفصیل سابقہ سوال کے تحت مذکور ہے۔

۱۰۶- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۶۳

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَاتَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَالِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ كَانَ خُمُوْشًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

(ج): حرمتِ سوال کا نصاب متعین کر کے اس سلسلے میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

(د): حرمت سوال کے نصاب کی تعیین یا تعبیر میں روایات کا اختلاف ہو تو اس کی توجیہ کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ غنی کے لیے اور تندرست اور صحیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاعضاء شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! ایسے فقیر کے لیے جسے زمین پر ڈال دیا گیا ہو سوال کرنا جائز ہے اور اسی طرح اس قرض دار کے لیے بھی جائز ہے جو بھاری قرض میں دبا ہوا ہو اور جو شخص اپنے مال و زر میں زیادتی کے لیے لوگوں سے سوال کرے گا تو قیامت کے دن اس کا سوال کرنا اس کے منہ پر زخم کی مانند ہوگا نیز جہنم میں اس کو گرم پتھر اپنی خوراک بنائیں گے اب (اختیار ہے) جو چاہے کم سوال کرے اور جو چاہے زیادہ کرے۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق:

مِرّۃ: جمع "مرار" بمعنی توانا جسم ہونا، قوت وطاقت والا ہونا۔

سوی: یہ باب سمع سے استعمال ہوتا ہے، بمعنی صحیح کام کرنے والا ہونا، یہاں اس سے مراد وہ شخص ہے جو صحیح الاعضاء ہوتا ہے اور اس کا بدن بیماری وغیرہ سے پاک ہوتا ہے۔

مدقع: یہ "دقع" سے مشتق ہے مجرد میں باب سمع سے اور مزید میں باب افعال سے استعمال ہوتا ہے بمعنی انتہائی فقیر ہونا "المدقع" وہ فقر جو انسان کو زمین پر پٹک دیتا ہے۔

غرم: "الغریم" جمع "غرماء" بمعنی قرض خواہ ہونا۔

مفظع: بمعنی تباہ کن قرض۔

لیثری: "یثری ای لیکثر ماله" بمعنی مال کو بڑھانا، مال زیادہ کرنے کے لیے سوال کرنا۔

خموشا: یہ باب نصر اور ضرب سے استعمال ہوتا ہے بمعنی خراش لگانا، زخمی ہونا۔

(ج): حرمت سوال کا نصاب متعین کر کے اس سلسلے میں ائمہ کے مذاہب:

حدیث مذکور فی السوال میں غنی اور تندرست شخص کے لیے سوال کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غنی کس کو کہتے ہیں اور کتنا مال پاس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہونے پر آدمی کے لیے سوال کرنا ممنوع ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس مسئلہ میں ان حضرات کے تین مذاہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے، آپ کے نزدیک جس شخص کے پاس ایک دن کی غذائی ضروریات موجود ہوں اس کا شمار غنی لوگوں میں ہوتا ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن مبارکؒ اور اسحاقؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک کسی شخص پر غنی ہونے کا حکم لگانے کے لیے اس کے پاس کم از کم پچاس درہم ہونا ضرور ہیں، پس جس کے پاس پچاس درہم ہوں وہ غنی ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب حضرت عطاء بن یسار اور چند علماء کا ہے، ان حضرات کے نزدیک جو آدمی چالیس اوقیہ یعنی چالیس درہم کا مالک ہو وہ غنی ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہب اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت سہل بن حنظلہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، سنن ابی داؤد میں حضرت سہلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "من سأل وعنده مايغنيه فإنما يستكثر من النار"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو مستغنی کر دے، مگر وہ اس کے باوجود لوگوں سے سوال کرے تو گویا وہ زیادہ آگ طلب کرتا ہے، مذہب اوّل کے قائلین نے اس روایت سے بایں طور استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے شخص کے لیے جس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو مستغنی کر دے سوال کرنے پر وعید ارشاد فرمائی ہے اور جس شخص کو ایک دن اور رات کی ضرورت کے بقدر غذا میسر ہوتی ہے تو اس کو عرف میں مستغنی کرنے والے مال کے بقدر حصہ پر قرار سمجھا جاتا ہے، نیز ایک روایت میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی یہی تشریح فرمائی ہے (کہ انسان کو مستغنی کر دینے والا مال) اس کے پاس ایک دن اور ایک رات کی خوراک ہونا ہے، پس ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے پاس ایک دن اور ایک رات کی غذائی ضروریات کا سامان موجود ہو وہ غنی ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے، سننِ ابی داوٗد ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”من سأل الناس وله مايغنيه جاء يوم القيامة ومسألته في وجهه خموش اوخدوش او كدوح قيل يا رسول الله! ومايغنيه قال خمسون درهما اوقيمتهامن الذهب“ جو شخص لوگوں سے (اپنے پاس) ایسی چیز کے موجود ہوتے ہوئے سوال کرے جو اس کو مستغنی کرنے والی ہو تو قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا سوال اس کے منہ پر بصورتِ خموش یا خدوش یا کدوح ہوگا، لوگوں نے معلوم کیا اے یارسول اللہ! مستغنی کرنے والی کیا چیز ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔

اس روایت سے ان حضرات کا استدلال کرنا بالکل واضح ہے، حضور علیہ السلام نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس روایت میں اس شخص کو جس کے پاس پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا ہو غنی شمار کیا ہے؛ اس لیے یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جس آدمی کے پاس پچاس درہم ہوں وہ غنی ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

مذہبِ سوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ سوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر سنن نسائی کی روایت سے استدلال کیا ہے، سننِ نسائی میں بنی اسد کے ایک صحابیؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "من سأل منكم وله اوقية او عدلها فقد سأل الحافا" تم میں سے جس شخص نے ایک اوقیہ یا اس کے برابر سونا موجود ہوتے ہوئے لوگوں سے سوال کیا تو گویا اس نے بطورِ الحاح کے سوال کیا۔ ان حضرات نے اس روایت سے بایں طور استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس شخص کے سوال کرنے کو جس کے پاس ایک اوقیہ سونا موجود ہو الحاح کے ساتھ سوال کرنے والا شمار کیا ہے اور اس زمانہ میں ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا؛ اس لیے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس انسان کے پاس چالیس درہم ہوں وہ غنی ہے اور اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

(د): حرمتِ سوال کے نصاب کی تعیین یا تعبیر میں اختلاف کی توجیہ:

واضح رہے کہ حرمتِ سوال کے نصاب کی تعیین یا تعبیر میں روایات کے اندر جو اختلاف وارد ہوا ہے علماء نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں، جن میں سے ایک آسان توجیہ جسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اصل روایت حضرت سہل ابن حنظلہؓ کی ہے، اور رہی ان کے علاوہ دیگر حضرات کی روایات تو وہ منسوخ ہیں، جبکہ بعض حضرات یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ اصل حضرت سہلؓ کی روایت ہے اور دیگر روایات میں حالات کے اعتبار سے اس روایت کی تفصیل مذکور ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۰۷۔مشکوۃ شریف:ص/۱۶۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِیُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِیُّ مِنْحَةً تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِآخَرَ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "اللقحة"، "الصفی" اور "منحة" کی تحقیق پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کسی حاجت مند کو دودھ پینے کے لیے عاریۃً دینا بہترین صدقہ ہے، اور بہت زیادہ دودھ دینے والی بکری بھی عاریۃً دینا بہترین صدقہ ہے کہ وہ صبح کو برتن بھر کر دودھ دیتی ہے اور شام کو بھی برتن بھر کر دودھ دیتی ہے۔

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "اللقحة"، "الصفی" اور "منحة" کی تحقیق:

لِقْحَةٌ: واحد، جمع لِقَحٌ و لِقَاحٌ بمعنی بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی از باب سمع لَقِحَ یَلْقَحُ لَقْحًا وَلَقَاحًا بمعنی اونٹنی کا حاملہ ہونا، گابھن ہونا۔ ناقة ذات اللبن القريبة بالنتاج. (حاشیہ مشکوۃ: ۱۶۸) یعنی وہ اونٹنی جو بہت زیادہ دودھ دینے والی ہو اور جلد ہی بچہ دینے والی ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صَفِیٌّ: واحد، جمع صَـفَـایَـا، زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی، بہت پھلدار کھجور۔ (القاموس الوحید:۹۳۲) الغزیرۃ اللبن یعنی بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی۔ (مرقات:۴۰۰/۴)

مِنْحَۃ: واحد، جمع مِنَح بمعنی عطیہ، المنحۃ الامیریۃ بمعنی شاہی عطیہ، المنحۃ التعلیمیۃ بمعنی تعلیمی وظیفہ از باب فَتَحَ، مَنَحَ، یَمْنَحُ مَنْحًا بمعنی دینا، عطا کرنا۔ (القاموس الوحید:۱۵۸۵) واصطلاحًا: المنح اعطاء ذات لبن فقیراً لیشرب لبنھا مُدَّۃً، یعنی کسی فقیر کو ایک مدت کے لیے دودھ پینے کے واسطے دودھ دینے والا جانور دینا۔ (حاشیۃ المشکاۃ:۱۶۸، مرقات:۴۰۰/۴)

منحۃً کے منصوب ہونے کی وجہ:

بالنصب علی التمیز وقیل علی الحال یعنی منحۃً منصوب ہے تمیز واقع ہونے کی بنیاد پر یا حال ہونے کی بنیاد پر۔ (حاشیہ مشکوٰۃ:۱۶۸، مرقات:۴۰۰/۴)

۱۰۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالَّذِيْ يَتْلُوْهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهَا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ. (رواہ الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب بیان کریں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق پیش کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ لوگوں میں بہترین کون شخص ہے؟ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کا لگام پکڑے (کھڑا) ہے گھوڑے پر میدانِ جنگ میں سوار ہو کر کفار سے لڑنے کا منتظر ہے، کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ وہ کون ہے جو اس (غازی و مجاہد فی سبیل اللہ) کے قریب ہے، وہ شخص جو اپنی چند بکریوں کو لے کر دور گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہے اور اللہ کا حق (زکوٰۃ) ان (بکریوں) میں ادا کرتا ہے (بروقت زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے) کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ وہ کون لوگوں میں بدترین شخص ہے وہ آدمی جس سے اللہ کا واسطہ دے کر (خدا کے نام پر کچھ دے دے) کچھ مانگا جائے اور وہ مسئول عنہ اس سائل کو عطاء نہ کرے۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عند اللہ مقبول و پسندیدہ غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو کہ اللہ کے راستے میں قتال و جہاد کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتا ہے، اس کے بعد اس شخص کا مرتبہ ہے جو دنیا اور دنیا کے تمام خرافات سے دُور رہے تھوڑی سی پونجی لے کر جو اللہ نے عطاء فرمائی ہے الگ گوشہ نشین رہتا ہے اور بروقت زکوٰۃ اور دیگر حقوق اللہ کو ادا کر دیتا ہے اور عند اللہ مبغوض و مردود وہ شخص ہے جس سے کوئی سائل اللہ کے نام پر اس کا واسطہ دے کر کسی چیز کا سوال کرے؛ لیکن یہ نا ہنجار اللہ کے نام اور اس کے واسطے کا لحاظ کیے بغیر سائل کو کچھ نہ دے؛ بلکہ صاف انکار کر دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

مُمْسِكٌ: یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے از باب افعال اَمْسَكَ يُمْسِكُ إمْسَاكًا بمعنیٰ روکنا، پکڑنا۔

مُعْتَزِلٌ: یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے از باب افتعال اِعْتَزَلَ يَعْتَزِلُ، اِعْتِزَالًا بمعنیٰ الگ ہوجانا، دُور جا کر گوشہ نشینی اختیار کرلینا، حضرت ابوالحسن اشعری کا مقولہ "قد اعتزل عنا" اسی سے آیا ہے۔

يَتْلُوْ: یہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، ناقص واوی، از باب نصر تَلٰی يَتْلُوْ تِلْوًا بمعنیٰ کسی کے پیچھے نقشِ قدم پر رہنا، قریب ہونا، اسی سے مقاماتِ حریری کے مقدمہ میں "اتلو فيها تلو البديع" آیا ہے۔

غُنَيْمَةٌ: یہ غَنَمٌ کی تصغیر ہے بمعنیٰ بکریوں کا چھوٹا سا ریوڑ اور گلّہ۔

يُؤَدِّيْ: یہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور مہموز الفاء واللام ہے از باب تفعیل اَدّٰی يُؤَدِّيْ تَأْدِيَةً بمعنیٰ انجام دینا، ادا کردینا۔

۱۰۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا يَعْنِيْ تَمَامَ الثَّلَاثِيْنَ يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلٰثِيْنَ.

(متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ کا مطلب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): اگر کوئی قوم حسابِ فلکیات میں ماہر ہو تو کیا اس کے لیے حساب کو معتبر ماننے کی گنجائش ہے؟ جو بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم (اہلِ عرب) امی قوم ہیں حساب و کتاب نہیں جانتے، مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے اور تیسری دفعہ انگوٹھے کو بند فرمایا، (یعنی دوبارہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کر کے کھول دیں اور تیسری مرتبہ نو انگلیاں کھولیں اور ایک انگوٹھا بند رکھا، یہ بتلانے کے لیے کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے) پھر ارشاد فرمایا کہ مہینہ ایسا ایسا ہوتا ہے (یعنی اس تیسری مرتبہ بھی انگوٹھا بند نہیں فرمایا یہ بتلانے کے لیے کہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

(ب): اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ کا مطلب:

اس کے مختلف مطالب بیان کیے گئے ہیں: (۱) اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ سے امت عرب مراد ہے جس کی اکثریت پڑھنا لکھنا نہیں جانتی تھی۔ (۲) یا تو پھر اُمِّيَّةٌ، اُمّ کی طرف منسوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی اُمت جو اسی حالت پر ہو جس پر اس کی پیدائش ہوئی ہے اور اس نے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔ (۳) یا تو پھر اُمِّيَّةٌ، اُمُّ القُریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہے یعنی کہ وہ لوگ جو مکہ کے باشندے ہوں۔ (مرقات: ۴۶۲/۱)

(ج): اگر کوئی قوم حسابِ فلکیات میں ماہر ہو تو کیا اس کے لیے...:

ان معرفة الشهر ليست الى الكتاب والحساب، وللاجماع على عدم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الاعتداد بقول المنجمین یعنی حساب فلکیات سے جیسا کہ کلنڈروں اور جنتریوں میں ہوتا ہے کسی مہینے اور ہلال کا ثبوت نہیں ہوتا؛ بلکہ رؤیتِ ہلال وچاند دیکھنا ضروری ہے یا پھر شرعی قواعد وضوابط کے تحت رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے تو یہ بھی معتبر ہے۔ (مرقات:۴/۴۶۲)

۱۱۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۴

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِىْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): یوم الشک کی تعریف اور یوم الشک کے روزے کے بارے میں علماء کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یوم الشک کو روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

یوم الشک کی تعریف:

صاحبِ عنایہ لکھتے ہیں: یوم الشک هو اليوم الاخير من شعبان الذي يحتمل أن يكون آخر شعبان او أوّل رمضان یعنی یوم الشک کہا جاتا ہے شعبان کی انتیس تاریخ کے بعد والے دن کو، جس میں بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا؛ کیونکہ اس دن کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ رمضان شروع ہو گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ رمضان شروع نہ ہوا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): یوم الشک کے روزے کے بارے میں علماء کے مذاہب مع دلائل:

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اگر یوم الشک ایسی تاریخ کو ہے جس میں اس کے روزہ رکھنے کی عادت تھی تو روزہ رکھ لے ورنہ تو ان کے یہاں یوم الشک میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

امام احمدؒ کی سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ یوم الشک میں رمضان کے روزے کی نیت سے روزہ رکھنا ضروری ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک یوم الشک میں نفل کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں؛ البتہ فرض کی نیت سے رکھنا جائز نہیں ہے اور واجب آخر کی نیت سے رکھنا جائز مع الکراہت ہے یہی قول امام احمدؒ کا بھی ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل: أنـه علیه السلام قال لاتتقدموا رمضان بصوم یوم ولا بصوم یومین۔

امام احمدؒ کی دلیل: ان کی دلیل ابن عمرؓ کا عمل ہے، جو حضرت نافعؒ سے منقول ہے، اسی کا ایک ٹکڑا ہے: وان حـال اصبح صـائمًا یعنی کہ اگر دیکھنے میں بدلی حائل ہوگئی اور صحیح اطلاع نہ مل سکی تو پھر روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دلیل: لایصام الیوم الذي یشک فیه انه من رمضان الاتطوعًا۔ (مرقات:۴/۲۷۱)

شک کی تعریف:

الشک في اللغة: مطلق التردُّدِ۔

وفي الاصطلاح: هو استواء طرفي الادراک من النفي والاثبات یعنی کسی چیز کے ادراک کے بارے میں نفی واثبات دونوں پہلو برابر ہوں اور کسی ایک کو بھی ترجیح حاصل نہ ہو۔ (حاشیہ اشباہ والنظائر:۲۴۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۱۱۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۵

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَاصِيَامَ لَهٗ.

(رواہ الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): روزہ میں نیت طلوعِ فجر سے قبل ضروری ہے یا نہیں؟ بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر سے پہلے نیت نہ کرے تو اس کا روزہ کامل نہیں ہوتا۔

(ج): روزہ میں نیت طلوعِ فجر سے قبل ضروری ہے یا نہیں؟

صومِ واجب (فرض) اگر معین زمانے سے متعلق ہے جیسے رمضان کا روزہ اور نذرِ معین کا روزہ مثلاً یوں نذر مانے کہ دوشنبہ کے دن ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ کو روزہ رکھوں گا تو اس میں زوال سے پہلے پہلے تک نیت کرسکتا ہے اور یہی حکم ہر طرح کے نفلی روزہ کا بھی ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۱۳)

اور اگر صومِ واجب غیر معین بالزمان ہے مثلاً رمضان کے مہینے کے قضاء کے روزے اور کفارے کے روزے اسی طرح نذرِ مطلق (جس میں وقت کی تعیین نہ ہو) کے روزے، تو اس میں طلوعِ فجر سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۱۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۱۲- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۶

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى اِمْرَأَتِیْ وَاَنَاصَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَاقَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَاقَالَ اِجْلِسْ وَمَكَثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ اُتِیَ النَّبِیُّ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ قَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔ (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): کفارہ صرف جماع ہی کے ساتھ خاص ہے یا اس کے علاوہ میں بھی کفارہ لازم ہے؟ اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): مقدارِ کفارہ مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے اچانک ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہلاک ہوگیا، آپ نے دریافت فرمایا کہ تجھے کیا ہوگیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تیرے پاس غلام ہے جسے تو بطور کفارہ کے آزاد کرسکے، تو اس نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ دو مہینے پے درپے روزے رکھ سکے، اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو پھر اس نے کہا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار میں رہے (کہ کہیں سے کچھ آجائے تو میں اس کو دے دوں تاکہ بطور کفارہ کے صدقہ ادا کردے) چنانچہ ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ اسی وقت آپ کی خدمت میں ایک عَرَق (بڑا تھیلہ) آیا جس میں کھجوریں تھیں، آپ نے (اس عرق کو دیکھ کر) فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ (تو) اس (سائل) نے کہا میں (یہیں حاضر) ہوں تو آپنے ارشاد فرمایا کہ لے، یہ (کھجوریں) پکڑ، اور انہیں (خدا کی راہ میں محتاجوں پر) صدقہ کردے، تو اس آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا میں اس شخص کو دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو (یعنی میں خود سب سے زیادہ محتاج ہوں تو دوسروں کو کیسے دوں) پس خدا کی قسم! مدینے کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی ایسا گھرانہ نہیں ہے جو میرے گھرانے سے زیادہ محتاج ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اس کی بات سن کر) ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کے انیاب (کچلیاں) ظاہر ہوگئے پھر آپ نے فرمایا کہ (اچھا) یہ کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلا دے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): کفارہ صرف جماع ہی کے ساتھ خاص ہے یا اس کے علاوہ میں بھی...؟

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کفارہ صرف قصداً جماع سے واجب ہوتا ہے اکل وشرب عمداً سے کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور ثوریؒ کے نزدیک قصداً جماع واکل وشرب سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

ان کی دلیل حدیث الباب ہے؛ چنانچہ اس میں کفارہ کا حکم صرف جماع کی صورت میں وارد ہوا ہے اور یہ حکم خلافِ قیاس ہے؛ کیونکہ وہ شخص تائب ہوکر آیا تھا، والتائب من الذنب کمن لاذنب لهٗ کی بناپر توبہ سے گناہ دُور ہوگیا اس کے باوجود کارہ کا حکم دینا خلافِ قیاس ہے لہٰذا یہ حکم مورد پر منحصر ہوگا اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

جماع پر اکل وشرب کا قیاس کرنا درست نہیں؛ کیونکہ ان کے مابین بہت فرق ہے۔

امام ابوحنیفہ ومالک رحمہما اللہ کی دلیل:

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ امر رجلا افطر في رمضان ان يعتق رقبة اويصوم شهرين اوان يطعم ستين مسكينا. (مسلم) یہاں تو مطلقاً افطار پر کفارہ کا حکم دیا گیا۔ (حاشیہ:۸،ہدایہ:۲۱۹/۱)

(۲) عن عائشة أنه عليه السلام سأله الرجل فقال افطرت في رمضان فأمره بالتصدق بالعرق ولم يسأله بماذاافطر. (نسائی)

(۳) کفارہ کا تعلق افطار کی جنایت سے ہے اور جنایت کاملہ جس طرح جماع کی صورت میں پائی جاتی ہے اسی طرح اکل وشرب کی صورت میں بھی پائی گئی، لہٰذا حکم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں تینوں برابر ہونے چاہئیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کی وجہ سے کارہ واجب ہو اور دوسرے سے نہیں۔ (ہدایہ)

(۴) عرف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؛ کیونکہ کفارہ کی اضافت افطار کی طرف ہوتی ہے، جماع کی طرف نہیں ہوتی؛ چنانچہ کفارۂ افطار کہا جاتا ہے کہ کفارۂ جماع نہیں کہا جاتا ہے۔

(ج): مقدارِ کفارہ مع اختلافِ ائمہ:

حضرت امام مالک وشافعی رحمہما اللہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک کفارے کی مقدار ہر مسکین کے لیے ایک مُد یعنی چوتھائی صاع ہے (جو آج کل کے وزن کے اعتبار سے آٹھ سو ساڑھے سولہ گرام ہوتا ہے) تو ساٹھ مسکینوں کے لیے پندرہ صاع ہوگا (جو تقریباً ۴۹ کلو ۹۰ گرام ہوتا ہے)۔

احناف کے نزدیک ہر مسکین کے لیے نصف صاع ہے (ایک کلو ۶۳۳ گرام)۔

(عینی: ۲۴۷، بذل المجہود: ۱۵۵، ۱۵۶)

اذ جـــاءه رجـــل کا مصداق: علامہ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجل کا مصداق سلمہ بن صخر الانصاری البیاضی ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو اصح قرار دیا ہے، اگرچہ بعض حضرات نے سلمان کہا ہے۔ (مرقات: ۴/۴۹۶)

۱۱۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۶

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِـيَ الـلّٰـهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَـاءَ عَـمَـدًا فَلْیَـقْـضِ. (رَوَاهُ التِّـرْمِـذِیُّ) وَقَـالَ مُحَمَّدٌ یَعْنِی الْبُخَارِیَّ لَا اُرَاهُ مَحْفُوْظًا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): حدیث پاک کا مطلب بیان کریں۔
(ج): استقاء عمداً کی تفصیل مع اختلاف ائمہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو خود بخود قے پیش آجائے درانحالیکہ وہ روزے سے ہو تو اس پر قضاء نہیں ہے اور جس شخص نے جان بوجھ کر قے کی تو اس کو چاہیے کہ روزے کی قضاء کرے، اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام محمد یعنی بخاریؒ نے فرمایا کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں سمجھتا ہوں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر قے کا غلبہ ہو جائے یعنی کہ منہ سے سبقت کر جائے اور خود بخود نکل جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لہٰذا اس پر قضاء بھی واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے قے لانے کے لیے حیلہ اور سبب اختیار کیا خواہ عمداً ہو یا خطاء یا حالتِ اکراہ میں بہر صورت روزہ ٹوٹ جائے گا اب اس آدمی پ دوبارہ قضا کرنا ضروری ہے، البتہ اگر ناسیاً قے لایا ہے تو پھر قضاء لازم نہیں ہے۔

(ج): استقاء عمداً کی تفصیل مع اختلاف ائمہ:

استقاء عمداً میں تفصیل یہ ہے کہ اگر منہ بھر کے ہو تو بالاتفاق روزہ فاسد اور قضاء ضروری ہے اور اگر منہ بھر کے نہ ہو تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہوگا پھر اگر قے دوبارہ لوٹ آئی تب بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی حکم ہے۔

اور اگر قے کو دوبارہ لوٹایا ہے تو پھر امام ابو یوسفؒ سے دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں: (۱) روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲) فاسد ہو جائے گا۔ (ہدایہ: ۲۱۸/۱)

خطاء اور نسیان میں فرق: الفرق بین الخطاء والنسیان ان الناسی قاصد للفعل ناس للصوم والمخطئ ذاکر للصوم غیر قاصد للفعل.

(حاشیہ ہدایہ: ۲۱۷/۱)

یعنی نسیان کے اندر آدمی جو عمل کرتا ہے اس کا ارادہ تو نہیں ہوتا ہے؛ لیکن حالتِ عبادت وغیرہ کو بھول جاتا ہے اور خطا کے اندر آدمی سے جو فعل و عمل سرزد ہو جائے اس کا ارادہ تو نہیں ہوتا ہے؛ البتہ حالتِ عبادت وغیرہ کا خیال ذہن میں رہتا ہے۔

۱۱۴- مشکوۃ شریف: ص/۱۷۶

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ. (متفق عليه)

وَعَنْ شَدَّادِبْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَجُلًا بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِیْ لِثَمَانِيْ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ. (رواه أبوداؤد وابن ماجه والدارمیّ)

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَتَأَوَّلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ أَیْ تَعَرَّضَا لِلْإِفْطَارِ الْمَحْجُوْمُ لِلضَّعْفِ، وَالْحَاجِمُ لِأَنَّهُ لَايَأْمَنُ مِنْ أَنْ يَصِلَ شَیْءٌ إِلَى جَوْفِهِ بِمَصِّ الْمَلَازِمِ.

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حجامت کی تعریف تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل کو تحریر کریں اور فریقِ مخالف کی دلیل کا جواب بھی قلم بند کریں۔

(د): امام محی السنۃؒ نے "افطر... الخ" کی تاویل "تعرضا للافطار..." سے کی ہے، اس کو سامنے رکھ کر دونوں روایتوں کا تعارض دُور کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حالتِ احرام اور حالتِ صیام میں سینگی لگوائی ہے۔

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام رمضان شریف کی اٹھارہ تاریخ کو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منورہ کے جنت البقیع نامی قبرستان میں ایک سینگی لگوانے والے شخص کے پاس تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ سینگی لگانے اور لگوانے والے نے اپنا روزہ توڑ ڈالا ہے۔ امام محی السنۃؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن علماء نے روزہ کی حالت میں سینگی لگانے اور لگوانے کی اجازت دی ہے، انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور "افطر الحاجم والمحجوم" کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ دونوں روزہ توڑنے کے قریب ہو گئے، سینگی لگوانے والا تو اس لیے کہ اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور لگانے والا اس لیے کہ خون کھینچنے کی وجہ سے خون کے قطرات کا اس کے پیٹ میں چلے جانے کا امکان ہے۔

(ب): حجامت کی تعریف:

حجامت سینگی کھنچوانے اور بالفاظِ دیگر سینگی لگوانے کو کہتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اولاً مریض کے جسم کو سوئی وغیرہ سے زخمی کیا جاتا ہے اور پھر اس پر لگائے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سینگ کو رکھ کر سینگ کی نوکیلی جانب موجود سوراخ سے منہ کے ذریعہ مریض کے بدن سے خون نکالا جاتا ہے، حجامت کے اس عمل سے مریض کو تکلیف نہیں ہوتی ہے، اور یہ عمل بہت سے امراض میں بالخصوص بلڈ پریشر کے مرض میں انتہائی مفید ہوتا ہے۔

(ج): حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

حجامت مفسد صوم ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب جمہور ائمہ کرام یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک حجامت مفسد صوم نہیں ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور آپ کے مقلدین کا ہے، ان حضرات کے نزدیک حجامت مفسد صوم ہے، اس سے حاجم و محجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ فی السوال حدیث سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں سینگی لگوانا مفسد صوم نہیں ہے، بالفرض اگر یہ مفسد صوم ہوتا تو حضور علیہ السلام ہرگز روزہ کی حالت میں اس کو نہ لگواتے، آپ علیہ السلام کا روزہ کی حالت میں اس کو لگوانا اس کے مفسد صوم نہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر سوال میں مذکور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس روایت میں حضور علیہ السلام نے حاجم و محجوم دونوں کو مفطر قرار دیا ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجامت مفسد صوم ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مذہبِ دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب:

واضح رہے کہ مذہبِ اوّل کے قائلین کی جانب سے مذہبِ دوم کی مذکورہ دلیل کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جس وقت "افطر الحاجم والمحجوم" ارشاد فرمایا تھا اس وقت افطار کا وقت ہو گیا تھا؛ اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ دونوں کا روزہ کھ چکا ہے؛ لیکن یہ جواب قابلِ اطمینان نہیں ہے؛ اس لیے بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضور علیہ السلام کا مقصد اپنے اس ارشاد سے اس عمل کے مکروہ ہونے کی جانب اشارہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ روزہ کی حالت میں حجامت لگانے اور لگوانے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

(د): روایت ابن عباسؓ اور شداد ابن اوس میں دفع تعارض:

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایات کے مابین تعارض ہے بایں طور کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت روزہ کی حالت میں حجامت کو مفسد صوم قرار نہیں دیتی ہے اور حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی روایت اس کو مفسد صوم قرار دیتی ہے، اس تعارض کا جواب صاحبِ مصابیح امام محی السنۃؒ نے یہ دیا ہے کہ (اس مسئلہ میں اصل حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے اور جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے اور) حضرت شدادؓ کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد "افطر الحاجم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والمحجوم" بمعنیٰ افطار نہیں ہے؛ بلکہ یہ ہے کہ حاجم اور محجوم نے حجامت کے اس عمل سے اپنے روزہ کو توڑنے کے قریب کر دیا ہے بایں طور کے محجوم خون نکلنے سے ضعیف ہوگا اور اس بات کا امکان ہے کہ ضعف کی وجہ سے وہ روزہ کو توڑ دے اور حاجم جب خون چوسے گا تو ممکن ہے کہ خون کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں چلا جائے اور اس سے اس کا روزہ فاسد ہو جائے، پس اس اعتبار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا مفہوم ہے۔

واضح رہے کہ امام محی السنۃؒ کے مذکورہ کلام کو بعض حضرات نے مذہب دوم کے قائلین کی دلیل کا جواب بھی قرار دیا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ جواب سابق میں مذکور تمام جوابوں سے بہتر ہے۔

۱۱۵-مشکوۃ شریف: ص/۱۷۷

وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ: إِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَافِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَايُضِيرُهُ أَنْ يَزْدَرِدَ رِيقَهُ وَمَابَقِيَ فِي فِيهِ وَلَايَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنْ اَزْدَرِدَ رِيقَ الْعِلْكِ لَاأَقُوْلُ: إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ سے بطور تعلیق کے روایت ہے کہ ابن عمر رضی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ تعالیٰ عنہما سینگی کھنچواتے اس حال میں کہ وہ روزے سے ہوتے تھے پھر انہوں نے سینگی کھنچوانا چھوڑ دی اور رات کو کھنچوایا کرتے تھے، اور حضرت عطاء سے روایت ہے کہ اگر روزے دار کلی کرے اور پانی منہ سے نکال دے، تو اس کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا کہ وہ تھوک یا وہ چیز جو منہ کے اندر باقی ہے نگل جائے، اور مصطگی نہ چبائے، اگر وہ مصطگی تھوک نگل گیا، تو میں نہیں کہتا کہ اس نے روزہ کا افطار کیا ہے؛ بلکہ اس سے منع کیا جاتا ہے۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:

یَحْتَجِمُ: یہ فعل مضارع سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب افتعال، اِحْتَجَمَ یَحْتَجِمُ، اِحْتِجَامًا بمعنیٰ پچھنا لگوانا۔

لَا یُضِیْرُ: یہ نفی فعل مضارع سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب افعال اَضَارَ یُضِیْرُ اِضَارَۃً (مادہ: ض، ی، ر) بمعنیٰ نقصان پہنچانا۔

یَزْدَرِدُ: یہ فعل مضارع سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب افتعال، اصلاً یَزْتَرِدُ تھا اِزْدَرَدَ، یَزْدَرِدُ، اِزْدِرَادًا، (مادہ: ز، ر، د) بمعنیٰ لقمہ کو جلدی نگلنا۔

اَلْعِلْکُ: بالکسر وفي نسخة بالفتح، قال ابن حجر: يصح هنا كسر العين وفتحها اى الريق المتولد من العلوك او من مضغة، العلک واحد، جمع عُلُوْکٌ واَعْلَاکٌ بمعنیٰ ہر گوند جو چبایا جائے، اور ایک ٹکڑے کو اَلْعِلْکَۃُ کہتے ہیں۔

تعلیقا کا مفہوم:

تعلیقا کا مفہوم یہ ہے کہ بعض احادیث امام بخاری نے بغیر سند کے روایت کی ہیں، اس کو تعلیق کہتے ہیں۔ (مظاہر حق: ۲/۲۳۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

۱۱۶-مشکوٰۃ شریف: ص/۱۷۸

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): روزہ میں نیابت چل سکتی ہے یا نہیں؟ تحریر کریں؛ نیز حدیث باب کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مر گیا اس حال میں کہ اس پر روزے واجب تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ (اطعام عن الصیام) رکھ لے۔

(ب): روزہ میں نیابت چل سکتی ہے یا نہیں؟

امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک صوم نذر میں نیابت چل سکتی ہے بشرطیکہ اصیل مر جائے یہی امام شافعیؒ کا قول قدیم تھا۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کسی بھی قسم کے روزہ میں نیابت نہیں ہو سکتی۔

امام احمدؒ اور اسحاقؒ کی دلیل:

(ا) انہوں نے حدیث عائشہؓ مذکورہ سے استدلال پیش کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حدیث بریدہ:... قالت یا رسول اللہ انه کان علیها صوم شهرا فاصوم عنها قال صومی عنها له. (مشکوٰۃ:۱/۱۷۳)

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل:

حدیث: ابن عمر مرفوعا من مات وعلیه صیام شهر رمضان فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکینا. (مشکوٰۃ:۱/۱۷۸)

حدیث باب کا جواب:

اس حدیث کی تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ یہاں صام عنه سے اطعم عنه ولیه مراد ہے یعنی کہ ولی میت کے روزوں کے عوض بطورِ فدیہ کے کھانا کھلائے۔ (مرقات:۴/۵۲۸)

(۲) ولی اپنے میت کی طرف سے روزہ رکھے؛ لیکن یہ بطریقِ نیابت نہیں ہے؛ بلکہ ایصالِ ثواب کی نیت بطریقِ شرع ہے۔

(۳) حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ ولی اس کے ذمہ سے صوم کی ذمہ داری اُٹھادے جس کی صورت دوسری احادیث میں اطعامِ مساکین کو قرار دی گئی یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ التیمم اب وضوء المسلم إذا لم یجد الماء میں تیمم کو وضو کہا گیا، حالانکہ وہ وضوء کا قائم مقام ہے اسی طرح یہاں فدیہ مراد یا گیا ہے؛ کیونکہ وہ روزہ کا قائم مقام ہے۔

۱۱۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۸۱

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَا فَاَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اِقْضِيَا يَوْمًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آخر مکانَهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ" وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ رَوَوْا عَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ عُرْوَةَ وَهٰذَا اَصَحُّ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نفلی روزے کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں اور اگر توڑ دے تو اس کی قضا ضروری ہے یا نہیں تحریر کریں؟

(ج): امام ترمذیؒ کے کلام کا مقصد اور ھذا کا مصارٌ الیہ متعین کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزے سے تھیں کہ ہمارے سامنے کھانا لایا گیا پس ہمیں اس کے کھانے کی خواہش ہوئی تو اس میں سے ہم نے کھالیا پھر حضرت حفصہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم دونوں روزے سے تھیں، پس ہمارے پاس کھانا لایا گیا ہمیں اس کے کھانے کی خواہش ہوئی تو اس میں سے ہم نے کھالیا (لہٰذا ہمارے بارے میں حکم بتلائیں) آپ نے فرمایا کہ اس کے بدلے دوسرے دن بطور قضاء کے روزہ رکھو، اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور حفاظ حدیث کی ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جنہوں نے امام زہریؒ سے اور زہریؒ نے عائشہؓ سے بطریقِ ارسال نقل کیا ہے اور اس میں عروہ کا واسطہ مذکور نہیں ہے اور یہی (بطریقِ ارسال) زیادہ صحیح ہے۔

(ب): نفلی روزے کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں اور اگر توڑ دے تو.....:

امام شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کے نزدیک اتمام ضروری نہیں اور توڑ دینے سے قضاء بھی لازم نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور حسن بصریؒ کے نزدیک پہلے تو اتمام لازم ہے اور اگر کسی عذر سے توڑ دے تو قضا لازم ہے؛ کیونکہ نفل شروع کرنے کے بعد ہمارے نزدیک واجب ہو جاتا ہے۔

امام شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کی دلیل:

یہ حضرت اُمِ ہانی کی حدیث سے استدلال پیش کرتے ہیں کہ: ع ام ھانی... فلا یضرکِ ان کان تطوعا کہ اگر نفل ہے تو توڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور ترمذیؒ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: الصائم المتطوع امیر نفسه ان شاء صام وان شاء افطر.

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی دلیل:

(۱) یہ دلیل پیش کرتے ہیں پہلے تو قرآن کریم کی آیت ہے: ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ﴾ (سورۂ محمد، آیت: ۳۳) تو یہاں ابطالِ عمل کی ممانعت کی گئی، لہٰذا اتمام ضروری ہوا اور اتمام نہ کرنے سیاس کی تلافی کے لیے قضا ضروری ہے۔

(۲) دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اقضيا يومًا اخر مكانه.

(۳) تیسری دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے دارقطنی میں أنها صامت يومًا فافطرت فامرها النبي صلى الله عليه وسلم ان تقضي يومًا مكانه.

(ج): امام ترمذیؒ کے کلام کا مقصد اور هٰذا کا مصارٌ الیہ:

اس کلام سے امام ترمذیؒ کا مقصد انقطاعِ سند کو ثابت کرنا ہے فقول الترمذی مرسلًا ای منقطعًا. اور هٰذا کا مشارٌ الیہ مرسل ہونا ہے ای کونه مرسلًا.

(مرقات: ۱/۶/۵۷ بین السطور مشکوٰۃ: ۱۸۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۱۸- مشکوۃ شریف: ص ۱۸۳

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اعتکاف کے لغوی وشرعی معنیٰ لکھیں۔

(ج): نذر کے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا (تو کیا مجھ پر اس کو پورا کرنا ضروری ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اپنی نذر پوری کرلو۔

(ب): اعتکاف کے لغوی وشرعی معنیٰ:

الاعتكاف لغة الاقامة على الشيء وحبس النفس عليه یعنی اعتکاف کے معنیٰ لغوی ٹھہرنا اور کسی جگہ جم کر بیٹھنا۔

اعتکاف کی اصطلاحی تعریف: في اصطلاح الفقهاء المكث في المسجد من شخص مخصوص بصفة مخصوص، یعنی مخصوص آدمی کا مخصوص صفت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا۔ (مرقات: ۵۹۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) هو الاقامة في المسجد واللبث فيه مع الصوم والنية.

(تبیین الحقائق:۱/۳۴۷)

اعتکاف کی اقسام:

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب: وہ ہے جو کسی نے نذر مانی ہو یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضاء واجب ہوگئی ہو۔

(۲) سنتِ مؤکدہ کفایہ: وہ ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔

(۳) مستحب: وہ ہے جو کسی وقت بغیر نذر کیا جائے۔ اس کے لیے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک کم از کم ایک ساعت سے بھی ہوسکتا ہے یہی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے۔ (هكذا ذكره العينى)

(ج): نذر کے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ:

علامہ عینیؒ کے قول کے مطابق امام شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کے نزدیک صوم شرط نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک اعتکاف نذر کے لیے صوم ضروری ہے بغیر صوم اعتکاف ہوگا ہی نہیں اور یہی امام شافعیؒ کا قول قدیم تھا۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

(۱) یہ دلیل پیش کرتے ہیں حدیث ابن عمرؓ سے کہ اس میں ایک رات کے اعتکاف کا ذکر ہے اور ظاہر بات ہے کہ رات محل صوم نہیں اور آپ نے اس کے ایفاء کا حکم دیا تو صاف معلوم ہوا کہ بغیر صوم اعتکاف صحیح ہوسکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) دوسری دلیل پیش کرتے ہیں حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا: لیس على المعتكف صوم.

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی دلیل:

(۱) وہ دلیل پیش کرتے ہیں حدیث عائشہؓ سے: **لااعتكاف الا بصوم.** (ابوداؤد اور مشکوٰۃ: ۱/۱۸۳) (۲) باری تعالیٰ کا فرمان: ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۸۶) سے استئناس ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لیے صوم ضروری ہے؛ کیونکہ یہاں صوم کے ساتھ اعتکاف کو ذکر کیا گیا۔

حدیث باب کا جواب:

ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے اور اعتکاف مستحب میں بالاتفاق روزہ شرط نہیں اور اختلاف تو وجوبی اعتکاف میں ہے جس کا تذکرہ اس حدیث میں نہیں ہے۔
حدیث ابن عمرؓ میں جاہلیت سے ابتداء اسلام مراد ہے پس عمرؓ نے اسلام لانے کے بعد نذر مانی تھی؛ لیکن قریش کے ظلم وستم اور ان کی رکاوٹ کی وجہ سے اس وقت ادا نہیں کر سکے تھے تو یہ جاہلیت کی نذر کہاں ہوئی کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔

۱۱۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۱۹۲

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قِرَاءَةَ صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَحَسَّنَ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "فسقط" میں سین کے زبر اور پیش کی صورت کے الگ الگ معنی تحریر کریں۔

(ج): حدیث شریف میں "من التکذیب" سے کس کی تکذیب مراد ہے؟ تحریر کریں۔

(د): "ولا اذ کنت فی الجاھلیۃ" کا عطف کس مقدر جملہ پر ہے اس کو تحریر کر کے مذکورہ جملہ کی مراد واضح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد میں تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز ادا کی پھر اس نے اس انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کی جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا تھا پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اس پہلے شخص کے برخلاف قرأت کی جب ہم سب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا کہ اس آدمی نے ایسے انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کی ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں اور اس دوسرے آدمی نے اس پہلے آدمی کے برخلاف قرأت کی ہے یہ سن کر آپ علیہ السلام نے ان دونوں کو اپنے سامنے قرآن کریم پڑھنے کا حکم دیا؛ چنانچہ دونوں نے آپ علیہ السلام کے سامنے تلاوت کی، آپ علیہ السلام نے دونوں کی تلاوت سن کر ان کی تحسین فرمائی یہ دیکھ کر میرے دل میں اس بات کی تکذیب کا ایسا وسوسہ پیدا ہوا جو کبھی زمانہ جاہلیت میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): "فسقط" میں سین کے زبر اور پیش کی صورت کے الگ الگ معنیٰ:

واضح رہے کہ "فسقط" میں اگر سین پر زبر پڑھا جائے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اسلام کے سچا ہونے اور نہ ہونے کے متعلق میرے دل میں تکذیب کا ایسا وسوسہ پیدا ہو گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ایسا وسوسہ پیدا نہیں ہوا تھا، اور اگر سین پر پیش پڑھا جائے تو اس کے معنیٰ ہوں گے کہ میرے دل میں تکذیب کا ایسا شبہ ڈالا گیا جو زمانہ جاہلیت کے شبہ کی طرح نہیں تھا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔

(ج): حدیث شریف میں "من التکذیب" سے کس کی تکذیب مراد ہے؟

واضح رہے کہ حدیث شریف میں تکذیب سے دینِ اسلام کی تکذیب مراد ہے، اور حضرت ابی بن کعب کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے ان دونوں حضرات کی قرأت سن کر دونوں کی تحسین فرمائی تو میرے دل میں اسلام کے سچا ہونے اور نہ ہونے کے متعلق ایسا شبہ پیدا ہوا کہ ایسا زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں ہوا تھا؛ لیکن حضور علیہ السلام کی صحبت بابرکت سے وہ شبہ جاتا رہا۔

(د): "ولا اذ کنت في الجاهلية" کا عطف کس مقدر جملہ پر ہے؟

واضح رہے کہ اس جملہ کا عطف اس مقدر جملہ پر ہے "لا وقع في نفسي التكذيب والوسوسة" اور جملہ کی مکمل عبارت یہ ہے: "لا وقع في نفسي التكذيب والوسوسة إذ كنت في الجاهلية" یعنی میرے دل میں تکذیب کا ایسا شبہ اور وسوسہ پیدا ہا جو زمانۂ جاہلیت میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

مذکورہ جملہ کی مراد:

اس جملہ کا مطلب جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے، یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے ان دونوں حضرات کی قرأت سن کر دونوں کی تحسین فرمائی تو میرے دل میں اسلام کے سچا ہونے اور نہ ہونے کے متعلق ایسا شبہ پیدا ہوا کہ ایسا زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں ہوا تھا؛ لیکن حضور علیہ السلام کی صحبت بابرکت سے وہ شبہ جاتا رہا۔

۱۲۰- مشکوۃ شریف: ص/۱۹۶

وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا إِثْمٌ وَلَاقَطِيْعَةُ رَحِمٍ إِلَّاأَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ إِمَّاأَنْ يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ، وَإِمَّاأَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّاأَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا إِذًانُكْثِرُ، قَالَ اللّٰهُ أَكْثَرُ. (رواه أحمد)

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو بھی مسلمان ایسی دعاء مانگتا ہے جس میں کوئی گناہ کی چیز یا ناطہ کو توڑنے والی چیز طلب نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دعاء کے بدلے میں تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا کرتے ہیں یا تو جلد ہی اس کو اس کا مطلوب دے دیتے ہیں یا اس دعاء کو اس کے لیے ذخیرۂ آخرت بنا دیتے ہیں یا اس دعاء کے بقدر برائی سے اس کی حفاظت کر دیتے ہیں، یہ سن کر صحابہ کرام نے عرض کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں مانگیں گے؛ اس لیے کہ دعاء میں تو بہت فائدہ ہے، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کا فضل اس سے بھی زیادہ ہے۔

(ب): مطلب:

اس روایت میں دعاء کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب بھی کوئی دعاء مانگتا ہے بشرطیکہ اس میں کسی طرح کے گناہ کی چیز یا رشتہ اور ناطہ کو توڑنا طلب نہ کرے تو اللہ رب العزت اس کی دعاء کو رائیگاں نہیں فرماتے؛ بلکہ اس کے بدلے میں تین باتوں میں سے ایک بات ضرور عطاء فرماتے ہیں اور وہ تین باتیں یہ ہیں:
(۱) یا تو دعاء کا مقصود اور مطلوب فی الفور عطاء کر دیتے ہیں (۲) یا اس دعاء کو بندے کے لیے ذخیرۂ آخرت بنا دیتے ہیں (۳) یا اس دعاء کے بقدر اس سے برائی کو دور کر دیتے ہیں۔

۱۲۱- مشکوٰۃ شریف: ص ر ۲۰۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْيَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَاطَمِعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ وَلَوْيَعْلَمُ الْكَافِرُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَاقَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): اُمید و بیم میں سے کونسی حالت پسندیدہ ہے تحریر کریں؟
(ج): کیا کافر کفر کے باوجود جنت میں جا سکتا ہے؟ سوچ کر تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مؤمن یہ جان لے کہ اللہ رب العزت کے یہاں کس قدر عذاب ہے تو پھر کوئی شخص اس کی جنت کی اُمید بھی نہ رکھے (یعنی عذاب کی فراوانی اس کو جنت سے مایوس کردے) اور اگر کافر یہ جان لے کہ اللہ رب العزت کی رحمت کس قدر ہے تو پھر کوئی (کافر) اس کی جنت سے مایوس نہ ہوئے۔

(ب): اُمید وبیم میں سے کونسی حالت پسندیدہ ہے؟

واضح رہے کہ اُمید وبیم میں سے مؤمن کے لیے وہ حالت پسندیدہ ہے جو ان دونوں کے مابین ہوتی ہے یعنی ایک طرف اللہ رب العزت کی رحمت سے نجات کی اُمید ہو اور دوسری جانب اس کے عذاب کا ڈر ہو، اور اس کا ثبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن یہ پکارا جائے گا کہ صرف ایک شخص جنت میں داخل ہوگا تو میں (اللہ رب العزت کی رحمت سے) یہ اُمید رکھوں گا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں، اور اگر یہ پکارا جائے کہ ایک شخص جہنم میں داخل ہوگا تو میں مجھے (اللہ رب العزت کے عذاب سے) اس بات کا ڈر ہوگا کہ کہیں وہ ایک شخص میں ہی نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے اشارۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبد مؤمن کے لیے اُمید وبیم کے درمیان کی حالت سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(ج): کیا کافر کفر کے باوجود جنت میں جاسکتا ہے؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کافر کفر کے باوجود جنت میں جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور رہا اس حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اگر کفار کو اللہ رب العزت کی رحمت کا علم ہوجائے تو کوئی کافر اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جنت سے مایوس نہ ہوئے تو یہ اللہ رب العزت کی وسعت رحمت کو بیان کرنے کے لیے ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ باوجود اس بات کے کہ کافر جنت میں میں داخل نہیں ہوں گے اللہ رب العزت کی رحمت کا علم ہونے کے بعد وہ بھی جنت کی اُمید کرنے لگیں گے۔

۱۲۲- مشکوٰۃ شریف: ص ۲۱۳

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاسَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب تحریر کریں۔

(ج): الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تو پناہ مانگتے تھے، سفر کی محنتوں اور مشقتوں سے اور واپسی (سفر سے واپسی) کی بُرائی سے (گھر میں اگر ایسی بات پیش آجائے جس سے غم ہو) اور (اعمالِ صالحہ و اہل وعیال میں) زیادتی کے بعد نقصان ہونے سے اور مظلوم کی بددعاء سے (اور واپس آکر) اہل ومال کو بری حالت میں دیکھنے سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے باہر کہیں سفر میں جائے تو سفر کی شدت ومشقت سے جو ذکر وفکر سے غافل کرنے والی اور حضوری قلب مع اللہ سے مانع ہوتی ہے ہر وقت اللہ کی پناہ طلب کرتے رہنا چاہئے اور ایسی باتوں سے بھی پناہ مانگتے رہنا چاہئے جو سفر سے وطن کو واپسی پر رنج وغم اور مصائب کے قبیل سے پیش آتی رہتی ہیں اور اچھے حالات کے بعد برے حالات یعنی اعمالِ صالحہ وطاعات میں زیادتی و اضافے کے بعد کمی آنے سے بھی اللہ کی پناہ ورحمت کا طلب گار رہنا چاہئے اور بے قصور ومظلوم کی بددعا سے بھی بچنا چاہیے کہ جس کے اور خدا کے درمیان قبولیت کے اعتبار سے کوئی حجاب نہیں ہوتا، اور اہل وعیال اور اموال میں کسی ظالم و جابر کے ظلم وتعدّی اور بُری نظر ڈالنے سے بھی اللہ کا امان اور اس کی پناہ طلب کرتے رہنا چاہیے۔

(ج): الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:

سَافَرَ: یہ فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از بابِ مفاعلۃ، سَافَرَ، یُسَافِرُ، مُسَافَرَۃً، بمعنیٰ سَفَرَ مسافت طے کرنا، سفر کرنا، روانہ ہونا۔

یَتَعَوَّذُ: یہ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، از بابِ تفعّل، تَعَوَّذَ، یَتَعَوَّذُ، تَعَوُّذًا بمعنیٰ پناہ مانگنا۔

وَعْثَاءُ: تھکن ومشقت، کہا جاتا ہے اعوذ باللہ من وَعْثَاءِ السفر یعنی سفر کی مشقت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں باب سمع وکرم سے آتا ہے وَعِثَ وَعُثَ بمعنی دشوار گزار ہونا۔

کَآبَۃٌ: یہ باب سمع کا مصدر ہے، کَئِبَ کَأْبًا وَکَآبَۃً بمعنی شکستہ خاطر ہونا، غمگین ہونا۔

اَلْمُنْقَلَبُ: یہ اسم ظرف کا صیغہ ہے باب انفعال سے انقلب ینقلب انقلابًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بمعنی پلٹنے کی جگہ، واپس آنے کی جگہ اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ (سورۂ شعراء، آیت:۲۲۷) ای منقلب ینقلبون.

اَلْحَوْرُ: واحد، جمعہ اَحْوَارٌ باب نصر سے آتا ہے، حَارَ، يَحُوْرُ حَوْرًا، بمعنی کمی ہونا، نقصان ہونا اور لوٹنا و واپس ہونا قرآن پاک میں ہے: ﴿اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾.

اَلْكَوْرُ: واحد، جمعہ اَكْوَارٌ باب نصر سے آتا ہے، كَارَ يَكُوْرُ كَوْرًا بمعنی سر پر پگڑی باندھنا۔

دَعْوَةٌ: یہ باب نصر کا مصدر ہے دَعَا، يَدْعُوْ، دَعْوَةً بمعنی پکارنا۔

اَلْمَظْلُوْمُ: یہ باب ضرب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، ظَلَمَ يَظْلِمُ، ظُلْمًا بمعنی زیادتی کرنا۔

سُوْءٌ بمعنی برائی، تکلیف واذیت، ہر ناگوار چیز، یا بات، قرآن پاک میں ہے: ﴿اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ﴾ (سورۂ قصص، آیت:۳۱) جمع اَسْوَاءٌ.

اَلْمَنْظَرُ: یہ مصدر میمی ہے از باب نصر نَظَرَ يَنْظُرُ، نَظْرًا، بمعنی کسی چیز کو دیکھنا چاہے خوشنما ہو یا بدنما۔

اَهْلٌ: واحد، جمعہ اَهْلُوْنَ، اَهَالٍ بمعنی کنبہ رشتے دار۔

۱۲۳۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۲۲۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ قَالَ مَنْ شُبْرُمَةُ قَالَ اَخٌ لِيْ اَوْ قَرِيْبٌ لِيْ قَالَ اَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ قَالَ لَا قَالَ حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ. (رواه الشافعي)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): کیا حج بدل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنا حج کرے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران ایک آدمی کو سنا کہ شبرمہ کی جانب سے لبیک کہہ رہا ہے تو آپ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا اقرابتی ہے پھر آپ نے پوچھا کہ تم اپنی طرف سے حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی غیر کی طرف سے حج کر کیا پنے عمل کا ثواب پہونچانا چاہتا ہے تو پہونچا سکتا ہے، اہلِ سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے، اسی طرح نماز اور روزہ کا ثواب اور صدقہ وتلاوت قرآن اور ذکر واذکار کا ثواب بھی دوسروں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

(ب): کیا حج بدل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنا حج کرے؟

جس نے اپنی طرف سے حج نہ کیا ہو وہ غیر کی طرف سے حج بدل کے جواز وعدمِ جاز میں علماء کا اختلاف ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک اپنا فرض حج ادا نہ کرے اس وقت تک کسی کی طرف سے حج کرنا درست نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک غیر کی طرف سے حج کرنا درست ہے، اگر چہ اس نے اپنا حج نہ کیا ہو؛ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پہلے اپنا حج کرے پھر دوسرے کی طرف سے حج کرے۔ (مظاہر حق: ۳۴۰/۳)

حدیثِ باب کا جواب:

حدیثِ باب کا جواب یہ ہے کہ: (۱) حُجَّ یہ امر استحبابی ہے یعنی کہ پہلے اپنی طرف سے حج کرنا مستحب ہے اور یہ بات بہتر ہے واجب نہیں ہے۔

(۲) اس حدیث میں اضطراب ہے بعض نے اس کو موقوف علی ابن عباس کہا ہے اور بعض نے اس کو مرفوع قرار دیا ہے۔ (۳) اس حدیث کو قتادہ نے عنعنہ کے طور پر بیان کیا ہے، جبکہ ان کی طرف تدلیس کی نسبت کی جاتی ہے، لہٰذا ان کا عنعنہ مقبول نہیں ہوگا۔ (مرقات: ۲۰۱/۵-۲۰۲)

۱۲۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۲۳

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): احرام باندھنے کے وقت ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر احرام کی حالت میں بھی باقی رہے جائز ہے یا ناجائز اختلاف ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): حدیث شریف میں طواف سے کون سا طواف مراد ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے احرام باندھنے کے وقت احرام باندھنے سے پہلے اور آپ کے احرام سے نکلنے کے وقت طواف کعبہ کرنے سے پہلے ایسی خوشبو لگائی تھی جس میں شک ہوتا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں، اس حال میں کہ آپ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

احرام کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

احرام کے معنیٰ لغۃً حرمت میں داخل ہونا اور احرام کر دینا۔

اور اصطلاحاً اپنے اوپر مباحات کو حرام کرنا تاکہ عبادتِ حج ادا کیا جائے؛ چنانچہ حج کرنے والے پر کئی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔

(ب): احرام باندھنے کے وقت ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر احرام...:

احرام باندھنے کے بعد بالاتفاق خوشبو کا استعمال اور رنگ جو زیب زینت کے لیے ہوتا ہے ممنوع ہے؛ لیکن خوشبو اگر احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے تو جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

حضرت امام مالکؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ (ایک روایت میں) کے نزدیک ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر احرام کے بعد تک باقی رہے مکروہ ہے۔

(۲) حضرت امام ابوحنیفہؒ، احمدؒ، ابویوسفؒ اور امام شافعیؒ ایک صحیح روایت میں کے نزدیک ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر بعد الاحرام بھی باقی رہے جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مالکؒ اور امام محمدؒ کی دلیل:

(۱) عن یعلی بن امیة قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل متضمخ بطیب فقال اما الطیب الذی بک فاغسله ثلاث مرات. یہاں خوشبو کو تین مرتبہ دھونے کا حکم فرمایا تا کہ اس کا اثر باقی نہ رہے۔ (۲) اثر باقی رہنے کی صورت میں احرام باندھنے کے بعد خوشبو سے نفع اُٹھانے والا ہوگا، حالانکہ بعد الاحرام خوشبو سے نفع اُٹھانا حرام ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

(۱) حدیث الباب ہے؛ کیونکہ اس میں یطیب فیه مسک کأني انظر إلی وبیض الطیب في مفارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو کی چمک اور اثر باقی رہا۔

(۲) ممنوع تو بعد الاحرام خوشبو کا استعمال ہے اور خوشبو پہلے سے لگی ہوئی ہو اس سے نفع اُٹھانا ممنوع نہیں اور باقی ماندہ خوشبو تو اس محرم کے تابع ہے اور تابع کے لیے کوئی حکم نہیں ہوتا، لہٰذا یہ بمنزلہ عدم کے ہوگا۔

(ج): حدیث شریف میں طواف سے کون سا طواف مراد ہے؟

حدیث شریف میں طواف سے طوافِ افاضہ مراد ہے اور یہ حدیث امام اعظمؒ، امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور جمہور علماء کرامؒ کے موافق ہے۔ (مرقات: ۴۰۹/۵)

۱۲۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۳۳

عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اَفَضْتُ قَبْلَ اَنْ اَحْلِقَ قَالَ اِحْلِقْ اَوْقَصِّرْ وَلَاحَرَجَ وَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَاحَرَجَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): رمی، ذبح، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب کے وجوب کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف تحریر کریں۔

(ج): یہ حدیث اگر حنفیہ کے مسلک کے خلاف ہو تو اس کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تحقیق کہ میں نے سر منڈانے سے قبل طواف افاضہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا سر منڈا لے یا کتروا لے اور کوئی گناہ نہیں ہے، اور ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے قبل ذبح کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنکریاں پھینکو اور کوئی گناہ نہیں ہے۔

(ب): رمی، ذبح، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب کے وجوب کے...:

ان مناسک کا بالترتیب ادا کرنا سنت ہے یا واجب اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک ان مناسک کا بالترتیب ادا کرنا سنت ہے، خلافِ ترتیب کرنے سے کوئی دم واجب نہیں ہوگا۔

امام احمدؒ کے نزدیک اگر خلافِ ترتیب سہواً، نسیاناً یا جہلاً ہو تو کوئی دم وغیرہ واجب نہیں اور اگر عمداً ہو تو اس کے متعلق دو روایتیں ہیں: (۱) اس کا یہ فعل اگرچہ مکروہ ہے؛ لیکن اس پر دم واجب نہیں (۲) دم واجب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مالکؒ کے نزدیک تقدیم حلق علی الرمی کی صورت میں واجب ہے؛ لیکن تقدیم حلق علی النحر علی الرمی پر دم واجب نہیں اور تقدیمِ طوافِ زیارت علی الرمی جائز نہیں۔

بہر حال ائمہ ثلاثہ اور صاحبین ایک حد تک عدمِ وجوبِ ترتیب کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلے تینوں مناسک کے مابین ترتیب واجب ہے، لہٰذا مطلقاً خلافِ ترتیب کی صورت میں دم واجب ہوگا؛ البتہ طوافِ زیارت کو بقیہ افعال پر مقدم کرنے سے دم واجب نہیں ہوگا۔

دلائل ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ:

(۱) حدیثِ باب ہے۔ (۲) عن ابن عباس ماسئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یومئذ عمن قدم شیئا قبل شیء إلّاقال لاحرج لاحرج.

دلیل امام ابوحنیفہؒ:

عن ابن عباسؓ قال من قدّم شیئا من حجه او اخّر، فلیهرق لذلک.

(ج): حدیثِ باب کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ لاحرج سے مراد وجوبِ دم کی نفی نہیں؛ بلکہ نفی اثم مراد ہے؛ کیونکہ صحابۂ کرام کے لیے یہ حج کا پہلا موقع تھا؛ اس لیے وہ حضرات اکثر مسائل حج سے ناواقف تھے، اور نزولِ احکام کے وقت ناواقفیت عذر بن سکتی ہے، اور نفی اثم وجوب دم کی نافی نہیں، جیسا کہ کسی محرم کو بیماری کی وجہ سے حلق کرنا پڑے تو وہ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْبِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۹۶) کی دلیل سے جائز تو ہے اس پر کوئی گناہ بھی نہیں؛ لیکن اس کے باوجود اس پر دم بالاتفاق واجب ہے، لہٰذا لاحرج سے عدمِ وجوبِ دم پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ (ایضاح المشکاۃ:۹۳/۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۲۶- مشکوۃ شریف: ص/۲۳۵

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَايُنْكِحُ وَلَايَخْطُبُ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث میں مذکورہ تینوں مسئلوں کی وضاحت کریں۔

(ج): مذکورہ مسائل میں سے اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو مع دلائل تحریر کرتے ہوئے احناف کے مسلک کو وجہِ ترجیح کے ساتھ تحریر کریں۔

(د): حدیثِ مذکورہ اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کی توجیہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ محرم کے لیے نکاح کرنا، نکاح کرانا اور منگنی کرنا مناسب نہیں ہے۔

(ب): حدیث میں مذکورہ تینوں مسئلوں کی وضاحت:

"اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے متعلق تین اہم مسائل بیان کیے ہیں۔ پہلا یہ بیان کیا ہے کہ حالتِ احرام میں کوئی شخص اپنا نکاح خود نہیں کر سکتا ہے، دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ محرم کسی دوسرے شخص کا نکاح بھی نہیں کرا سکتا ہے، واضح رہے کہ "نکح" باب ضرب سے نکاح کرنے کے معنی میں اور "انکح" بابِ افعال سے نکاح کرانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ حالتِ احرام میں کوئی شخص نکاح کا پیغام بھی نہیں دے سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حدیث مذکورہ کے یہ تینوں حکم معمول بہا ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں لفظ ''نکاح'' بمعنیٰ جماع ہے تو حالتِ احرام میں اس کے حرام ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اور اگر لفظ ''نکاح'' بمعنیٰ عقد نکاح کرنا اور کرانا ہے تو حالتِ احرام میں اس کے جواز اور عدمِ جواز کے متعلق فقہاءِ کرام کا اختلاف ہے جس کی تفصیل اگلے جزئیہ کے تحت آرہی ہے، اب رہا حالتِ احرام میں پیغامِ نکاح کا مسئلہ تو محرم کے لیے یہ عمل تمام فقہاء کے نزدیک مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔

(ج): حالتِ احرام میں نکاح کرنے اور کرانے کے متعلق اختلافِ ائمہ:

حالتِ احرام میں نکاح کرنا اور کرانا جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے، چنانچہ اس مسئلہ میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور جمہور فقہاء احناف کا ہے، ان حضرات کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح کرنا اور کرانا دونوں جائز ہیں؛ البتہ محرم کے لیے ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ہے، ان حضرات کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح کرنا اور کرانا دونوں ناجائز وحرام ہیں۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے: "ان النبي صلى الله عليه وسلم تزوج ميمونة وهو محرم" حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح کیا ہے، اس روایت سے ان حضرات نے بایں طور استدلال کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے خود احرام کی حالت میں نکاح فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام خود ایسا نہ فرماتے، پس آپ علیہ السلام کا اس حالت میں نکاح فرمانا اس کے جواز کی بیّن دلیل ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حدیث مذکورہ فی السوال سے استدلال کیا ہے، وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں حالتِ احرام کے اندر نکاح کرنے اور کرانے سے منع فرمایا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح کرنا اور کرانا دونوں حرام ہیں۔

مذکورہ مسئلہ میں مذہبِ اوّل کی وجہِ ترجیح:

واضح رہے کہ حالتِ احرام میں نکاح کرنے کے جواز پر احناف کے مسلک کی وجہِ ترجیح یہ ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق جتنی احادیث ہیں وہ باہم متعارض ہیں بعض احادیث سے محرم کے لیے نکاح کا جواز اور بعض سے عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کے متعلق روایات میں تعارض ہو جاتا ہے تو قیاس کی جانب رجوع کیا جاتا ہے، پس یہاں بھی قیاس ہی کی جانب رجوع کیا جائے گا اور قیاس یہاں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ حالتِ احرام میں حاجی کے لیے تمام عقود مثلاً عقدِ بیع وغیرہ کرنا جائز ہے پس نکاح بھی منجملہ عقود کے ایک عقد ہے، لہٰذا محرم کے لیے اس کا منعقد کرنا بھی جائز ہے؛ البتہ اس کے لیے احرام کی حالت میں وطی کرنا جائز نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): حدیثِ مذکورہ کی توجیہ:

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال یہ حدیث نکاحِ محرم کے سلسلے میں مسلکِ احناف کے خلاف ہے؛ لیکن احناف اس روایت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس روایت میں محرم کے لیے نکاح نہ کرنے کی جو ممانعت ہے وہ مبنی بر تحریم ہے؛ بلکہ کراہتِ تنزیہی پر محمول ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح کرنا (اگرچہ جائز ہے لیکن) مکروہِ تنزیہی ہے۔

۱۲۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۳۸

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ اُقْتُلْهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حرم میں حدود و قصاص کے احکام نافذ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ سوچ کر جواب دیں۔

(ج): نیز بتائیں کہ ابن خطل کون تھا؟ اور آپ علیہ السلام نے اس کے قتل کا حکم کیوں جاری کیا تھا؟

(د): فتح مکہ کے دن عام معافی کے اعلان سے مستثنیٰ افراد کی تعداد کتنی ہے؟ قلمبند کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ فتح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مکہ کے موقع پر جب حضور علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام کے سرِ مبارک پر خود تھا، جب آپ علیہ السلام نے اس کو اُتارا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا ہے، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس کو قتل کرڈالو (وہ امن والوں میں سے نہیں ہے)۔

(ب): حرم میں حدود وقصاص کے احکام نافذ ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

حدودِ حرم میں قصاص کے احکام نافذ ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے، آپؒ کے نزدیک حل میں جنایت کر کے حرم میں داخل ہونے والے پر حرم کی حدود میں حد جاری کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس کو حد جاری کرنے کے لیے حرم کی حدود سے باہر نکالنا ضروری ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مجرم پر (خواہ اسنے جرم حرم کی حدود میں کیا ہو یا حِل میں کر کے حرم میں داخل ہوگیا ہو) حرم کی حدود میں حد لگانا جائز ہے۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہب اوّل کے قائل حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث سیا ستدلال کیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: "ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: ان هٰذا البلد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حرمه الله يوم خلق السموات والارض فهو حرام بحرمة الله الى يوم القيامة" حضرت امام اعظمؒ نے اس حدیث سے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ اس روایت میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت نے حرم کو قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اس میں کسی مجرم پر حد یا قصاص کی سزا جاری کرنا جائز نہیں، اور اگر کوئی شخص حرم سے باہر جرم کر کے حرم میں داخل ہو جائے تو اس پر حد جاری کرنے کے لیے اس کو حرم سے باہر نکالنا ضروری ہے۔

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ دوم کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت انسؓ کی مذکورہ فی السوال حدیث سے استدلال کیا ہے، یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے، اس حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے فتح مکہ کے موقع پر ایک شخص نے حضور علیہ السلام کو شاتم رسول ابن خطل کے متعلق اطلاع دی کہ وہ کعبہ شریف کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے، تو آپ علیہ السلام نے اس کو وہیں قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

اس روایت سے ان حضرات نے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابن خطل پر حرم کی حدود میں حد جاری کی ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم کی حدود میں مجرم پر حد جاری کی جا سکتی ہے۔

(ج): ابن خطل کون تھا؟ اور آپؐ نے اس کے قتل کا حکم کیوں جاری کیا تھا؟

ابن خطل مکہ کا ایک رہائشی تھا اس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا، اوّلاً یہ مسلمان ہو کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ منورہ رہتا تھا اور پڑھا لکھا ہونے کی بنیاد پر وحی الٰہی کی کتابت بھی کرتا تھا، ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اس کو ایک مسلمان غلام کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کسی قبیلہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، راستے میں غلام سے اس کا کھانا پکانے میں غلطی ہوگئی جس پر غضب ناک ہوکر اس نے غلام کو قتل کردیا؛ چنانچہ صاحب الجمع تحریر فرماتے ہیں:"وکان معه مولٰی یخلمه وکان مسلمًا فنزل منزلًا وامر مولاه ان یذبح تیسًا ویصنع له طعامًا ونام فاستیقظ ولم یصنع له شیئًا فعاعلیه فقتله" (اس کے ساتھ ایک مسلمان غلام تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا، ایک منزل پر جب یہ لوگ اُترے تو اس نے اپنے غلام کو ایک بکرا ذبح کرکے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود سو گیا، جب بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ غلام نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا ہے، تو اس پر حملہ کرکے اس کو قتل کردیا) اور پھر قصاص کے خوف سے مدینہ منورہ واپس نہ آکر مرتد ہوکے مکہ مکرمہ چلا گیا اور وہاں حضور علیہ السلام کے خلاف نامناسب کلام کرنے لگا اور اپنی سب وشتم کے ذریعہ حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے میں مصروف ہوگیا، پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور علیہ السلام نے ایک مومن کے قتل کا بدلا لینے اور شاتم رسول کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے اس بدبخت کے قتل کا حکم جاری فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے اس مردود سے اللہ رب العزت کی زمین کو پاک کردیا۔

(د): فتح مکہ کے دن عام معافی کے اعلان سے مستثنیٰ افراد کی تعداد:

فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام نے تمام اہلِ مکہ کے لیے عام معافی کا اعلان فرما دیا تھا؛ لیکن اسی کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے ناقابلِ معافی جرائم کی بنیاد پر اس اعلان سے مستثنیٰ تھے اور ایسے لوگوں کی کل تعداد گیارہ مرد اور چھ عورتیں تھیں، ان میں سے ایک شاتمِ رسول ابن خطل بھی تھا؛ لیکن حضور علیہ السلام کے عفو عام کو دیکھتے ہوئے ان ناقابلِ معافی مجرمین میں سے بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہوکر معافی میں آگئے تھے باقی چار مرد اور چار عورتوں کو قتل کردیا گیا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۲۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۴۱

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ثمن کلب کے بارے میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): کسبِ حجام کے بارے میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں؛ نیز مہر البغی کا حکم بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کتے کی قیمت ناپاک ہے اور زنا کار عورت کی اُجرت حرام ہے اور سینگی کھینچنے والے کی کمائی ناپسندیدہ ہے۔

(ب): ثمن کلب کے بارے میں اختلافِ ائمہ:

شکاری کتا اور کھیت اور گھر میں پہرہ دینے کے لیے کتا پالنا بالاتفاق جائز ہے؛ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ کتا فروخت کر کے ثمن کھانا جائز ہے یا نہیں؟

حضرت امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور فقہاءؒ کے نزدیک کتے کی بیع مطلقاً ناجائز ہے خواہ کلب منتفع بہ (جس سے کوئی فائدہ اُٹھایا جائے مثلاً کلب صید وغیرہ) ہو یا غیر منتفع بہ اور یہی ایک قول امام مالکؒ کا بھی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ اور ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک منتفع بہ کتے کی بیع جائز اور اس کی قیمت مباح ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

انہوں کی دلیل مذکورہ حدیث ہے جس میں ثمن کلب کو خبیث کہا گیا، جس کے معنی حرام کے ہیں۔

دوسری دلیل: عن ابن مسعود الانصاری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھٰی عن ثمن الکلب.

اور تیسری دلیل: کتا نجس العین ہے اور نجاست کی بیع تو جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کی دلیل:

(۱) عن جابر ان النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھٰی عن ثمن السنور والکلب إلا کلب صید.

(۲) عن ابن عباس قال رخص النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم في ثمن کلب الصید. ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ جو کتا منتفع بہ ہو اس کا بیچنا جائز ہے؛ کیونکہ وہ مالِ متقوم ہے اور یہی محل بیع ہے۔

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کتے کی قیمت کے بدلے میں چالیس اونٹ تاوان میں وصول کیے تھے۔

حدیثِ باب کا جواب:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ثمن الکلب خبیث کے اندر خبیث بمعنی حرمت نہیں ہے؛ بلکہ کراہت کے معنی میں ہے جس طرح کسب الحجام خبیث میں خبیث بمعنی مکروہ ہے بالاتفاق، لہٰذا ثمن الکلب خبیث کا مطلب ہے: ای لیس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بطیب فھو مکروہ لاحرام. (مرقات:۱٦/٦) (۲) یہ حکم ابتدائے اسلام پرمحمول ہے اور جوازِ بیع پر دلالت کرنے والی احادیثِ شریفہ اس حکم کے لیے ناسخ ہیں۔ (۳) نہی کی حدیث غیر منتفع بہ کلب پرمحمول ہے۔

(ج): کسبِ حجام کے بارے میں اختلافِ ائمہ:

کسبِ حجام کے بارے میں، کہ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ تو امام احمدؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے؛ لیکن جمہورؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

امام احمدؒ کی دلیل:

ان کی دلیل حدیثِ مذکورہ ہے کہ کسبِ حجام کو خبیث کہا گیا اور خبیث کے معنیٰ حرام ہے۔

جمہور کی دلیل:

جمہور دلیل یہ ہے: عن ابن عباس انه عليه السلام احتجم واعطى الحجام الاجرة. پس اگر کسبِ حجام حرام ہوتا تو آپ ہرگز حجام کو اُجرت نہ دیتے؛ کیونکہ جس طرح حرام مال کو خود کھانا حلال نہیں ہے، اسی طرح دوسرے کو دینا بھی جائز نہیں ہے۔

حدیث باب کا جواب:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ: کسب الحجام خبيث بمعنیٰ مكروه لاحرام. (۲) خبیث یہاں بطریق عمومِ مشترک حرام اور ناپسندیدہ دونوں معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، یہاں آخری معنیٰ مراد ہونے پر حدیث ابن عباسؓ دال ہے۔ (۳) یا حدیث الباب ابن عباسؓ کی حدیث سے منسوخ ہوگئی لأن الرخصة بعد النهي دليل نسخ الحرمة. (التعلیق:۳/۲۸۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مہر البغی کا حکم:

مھر البغی خبیث رنڈی کے زنا کی اُجرت بالاتفاق حرام ہے؛ کیونکہ یہ فعل حرام (زنا) کی اجرت ہے اور حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے۔

۱۲۹-مشکوٰۃ شریف: ص/۲۴۱

عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ. (رواه البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "بَغِیٌّ" کی تحقیق مع تعلیل اور "الواشمة، المستوشمة اور المصور" کی لغوی تحقیق تحریر کریں۔

(ج): "کسب البغی" کا حکم اور "ثمن الدم" اور "المصور" کا مرادی معنیٰ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے اور زانیہ عورت کی اُجرت (جو فعل شنیع کے عوض حاصل ہوتا ہے) کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور سود لینے والے اور دینے والے اور گودنے والے اور گودوانے والی عورت (یا مرد) اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): "بَغِیٌّ" کی تحقیق مع تعلیل:

اَلْبَغِیُّ: واحد، جمع بِغاءٌ بمعنیٰ پیشہ ور زانیہ عورت، اسی سے کہا جاتا ہے: اِبْنُ الْبَغِیَّۃِ بمعنیٰ حرام زادہ از باب سمع بَغٰی، یَبْغِیْ، بَغْیًا بمعنیٰ عورت کا زنا کرنا، اس کی اصل بَـغُـوِیٌّ بروزن فعول بمعنیٰ فاعلۃ ہے، اسی سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَلَاتُکْرِهُوْا فَتَیَاتِکُمْ عَلَی الْبِغَاءِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۳) مذکور ہے اور اس کی تعلیل بقاعدۂ سَیِّدٌ کی جائے گی۔

قاعدہ: جب واؤ اور یا غیر مبدل غیر ملحق کلمے میں جمع ہو جائیں اور ان میں کا پہلا ساکن ہو تو واؤ کو یا بنا کر یاء ثانی (دوسری یاء جو پہلے سے موجود ہے) میں ادغام کریں گے اور ما قبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیں گے، لہٰذا البغوی کے واؤ کو یاء سے بدل کر یاء ثانی میں ادغام کرتے ہوئے عین کے ضمے کو کسرے سے بدل دیں گے بَغِیٌّ ہو گیا۔ (علم الصیغہ: ۳۹)۔

"الواشمۃ، المستوشمۃ اور المصور" کی لغوی تحقیق:

وَاشِمَۃٌ: یہ باب ضرب سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، وَشَمَ، یَشِمُ، وَشْمًا، وشم کہتے ہیں کھال میں سوئی چبھو کر اس زخم میں سرمہ یا نیل بھرنے کو، الوشم ان یغرز الجلد بأبرۃ ثم یحشی بکحل اونیل فیزرق اویخضر.

مُسْتَوْشِمَۃٌ: یہ بھی باب استفعال سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، اِسْتَوْشَمَ، یَسْتَوْشِمُ، اِسْتِیْشَامًا بمعنیٰ فعل وشم کو طلب کرنا، گودوانا۔

مُصَوِّرٌ: یہ باب تفعیل سے اسم فاعل مذکر کا صیغہ ہے، صَوَّرَ یُصَوِّرُ تَصْوِیْرًا بمعنیٰ شکل دینا، جسمانی شکل وصورت بنانا، قرآن میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ٦) لیکن یہاں اس سے ذی روح کی تصویر کشی کرنے والا مراد ہے اور غیر ذی روح مثلاً اشجار ونباتات کی تصویر کشی کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والا اس وعید میں شامل نہیں ہے۔ اراد به الذي يصور صور الحيوان دون من يصور الاشجار والنباتات. (مرقات: ۵/۱۸)

(ج): "کسب البغی" کا حکم:

کسب البغی کا حکم یہ ہے کہ زانیہ کی اُجرت وکمائی بالاجماع حرام ہے؛ کیونکہ یہ فعل حرام یعنی زنا کی اُجرت ہے اور حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے۔ (مرقات: ۶/۱۶)

"ثمن الدم" اور "المصور" کا مرادی معنیٰ:

ثمن الدم کا مرادی معنیٰ: صاحبِ مرقات ملّا علی قاریؒ نے اس کے مرادی معنیٰ میں دو احتمال ذکر کیے ہیں: (۱) شرح السنہ میں ہے کہ ثمن الدم سے بیع الدم مراد ہے (۲) بعض دوسرے حضرات نے ثمن الدم کو کسب الحجام کے معنیٰ پر محمول کیا ہے یعنی حجام کی کمائی مراد لی ہے۔ (مرقات: ۵/۱۸۹)

المصور کا مرادی معنیٰ: مصور سے ذی روح کی تصویر کشی کرنے والا مراد ہے اور غیر ذی روح مثلاً اشجار ونباتات کی تصویر کشی کرنے والا اس وعید میں شامل نہیں ہے۔

۱۳۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۴۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خیارِ قبول، خیارِ رجوع اور خیارِ مجلس کی تعریف لکھیں۔ (ج): المتبائعان اور مالم يتفرقا کا مطلب احناف اور شوافع کے نزدیک جو ہو تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں میں سے ہر ایک اپنے دوسرے صاحب پر اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو بیع وشراء کے معاملے کو باقی رکھے یا ختم کردے، جب تک کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں ہاں خیارِ بیع اس سے مستثنیٰ ہے۔

(ب): خیار قبول، خیار رجوع اور خیارِ مجلس کی:

(۱) خیارِ قبول کی تعریف: وإذاوجب احد المتعاقدين البيع فالآخر بالخيار ان شاء قبل في المجلس وان شاء ردّه وهٰذا خيار القبول، یعنی جب متعاقدین میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسی مجلس میں قبول کرے اور اگر چاہے تو اس کو رد کردے اور یہ خیارِ قبول ہے۔

(۲) خیارِ رجوع کی تعریف: ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے پہلے تک اپنے قول سے رجوع کا جو حق ہوتا ہے اسی کو خیارِ رجوع کہتے ہیں۔

(۳) خیارِ مجلس کی تعریف: ان لكل واحد من العاقدين بعد تمام العقد ان يرد العقد بدون رضى صاحبه مالم يتفرقا بالابدان. یعنی تمامیت عقد کے بعد تفرق اَبدان سے پہلے اسی مجلس میں رہتے ہوئے متعاقدین کو اپنے صاحب ومقابل کی رضامندی کے بغیر عقد کو رد کردینے کا اختیار ہوتا ہے یہی خیارِ مجلس ہے۔

(ج): المتبائعان اور مالم یتفرقا کا مطلب احناف اور شوافع کے نزدیک:

(۱) المتبائعان: حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے تمامیت عقد کے بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی کیفیت مراد ہے یعنی کہ عقد کے مکمل ہونے کے بعد بائع ومشتری کا جو اطلاق ہوتا ہے المتبائعان سے وہی مراد ہے۔

مالم یتفرقا: اس سے مراد حضرت امام شافعیؒ تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں۔

(۲) المتبائعان: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے بیع وشراء کرنے کی حالت مراد ہے بیع کے وقوع کے بعد کی حالت مراد نہیں ہے یعنی کہ تسمیة الشئ باسم مایؤل الیه اویقرب منه کے قبیل سے ہے یعنی کہ کسی چیز کے انجام کے اعتبار سے یا دوسری چیز سے قربت کی وجہ سے اس کا نام اسی کے ساتھ رکھ دیتے ہیں۔

مالم یتفرقا سے مراد: تفرق بالاقوال ہے، والتفرق فيه التفرق بالاقوال. (ہدایہ:۳/۲۳)وفي المرقات: قالوا المراد من التفرق هو التفرق بالاقوال.

۱۳۱۔ مشکوۃ شریف: ص/۲۴۵

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيْوَانِ بِالْحَيْوَانِ نَسِيْئَةً. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ربا کی علت مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): بیع الحیوان بالحیوان نسیئة کا مسئلہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کا جانور کے عوض اُدھار لین دین کرنے سے منع فرمایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): ربا کی علت مع اختلافِ ائمہ:

(۱) حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ذہب وفضہ کے اندر ثمنیت علت ہے اور بقیہ اشیاء اربعہ، گیہوں، جو، کھجور، نمک کے اندر علت ربا اقتیات وادخار ہے یعنی وہ چیز جو خوراک بننے کے کام آتی ہو اور اس کو ذخیرے کے طور پر جمع کر کے رکھا بھی جاتا ہو۔

(۲) اور امام شافعیؒ کا قولِ قدیم یہ ہے کہ علتِ ربا مطعومات میں طعم اور اثمان میں ثمن ہونا ہے؛ البتہ قولِ جدید یہ ہے کہ ذہب وفضہ کے اندر علتِ ربا مطعومات میں طعم اور اثمان میں ثمن ہونا ہے؛ البتہ قولِ جدید یہ ہے کہ ذہب وفضہ کے اندر علتِ ربا ثمنیت ہے اور اشیاءِ اربعہ کے اندر مطعوم ہونا علتِ ربا ہے؛ لیکن بشرطیکہ عوضین ایک جنس سے ہوں اور علامہ عینی نے یہی قول امام احمدؒ کا بھی نقل کیا ہے۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک علتِ ربا قدر مع الجنس ہے یعنی عوضین مکیلات یا موزونات کے قبیل سے ہوں اور دونوں کی جنس بھی ایک ہی ہو۔ (ہدایہ:۱۶/۳)

(ج): بیع الحیوان بالحیوان نسیئة کا مسئلہ:

غیر سودی مال میں زیادتی اور کمی جائز ہے؛ چنانچہ ایک جانور کا دو جانوروں کے عوض میں دست بدست لین دین جائز ہے، خواہ ایک جنس کا ہو یا دو جنس کا؛ اس لیے کہ حیوان سودی مال نہیں؛ کیونکہ یہ نہ کیلی ہے اور نہ وزنی؛ لیکن حیوان کی بیع حیوان سے اگر دونوں جانب نسیئۃ اور اُدھار ہو جیسے بائع کہے کہ میں ایک بیل تم کو ایک دن کے بعد دوں گا اور اس کے بدلہ میں تم مجھ کو دو بیل ایک سال کے بعد دے دینا اس کو بیع الکالی بالکالی کہتے ہیں یہ تو بالاتفاق ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ بیع المعدوم بالمعدوم ہے۔ ایک حدیث میں ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الكالي بالكالي اور اگر بیع الحیوان بالحیوان ایک طرف سے نقد اور دوسری جانب سے نسیئۃ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ (ایک روایت میں) کے نزدیک یہ جائز ہے۔
حضرت امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ اور امام احمدؒ (ایک روایت میں) کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ (ہدایہ: ۶۳/۳)

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی دلیل:

عن عمرو بن العاص ان النبي صلى الله عليه وسلم امره ان يجهز جيشا فنفدت الابل فامره ان يأخذ من قلائص الصدقة وكان ياخذ البعير بالبعيرين إلى ابل الصقة. (دارقطنی، ابوداؤد) اس سے بیع الحیوان بالحیوان نسیۃ متفاضلاً ثابت ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کی دلیل:

عن سمرة بن جندب ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا بأس بالحيوان بالحيوان واحداً باثنين يداً بيدٍ وكرهه نسية. (ابن ماجہ) (۲) عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسية. ان روایات سے معلوم ہوا کہ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ مطلقاً جائز نہیں۔ (۳) یہ بات بدیہی ہے کہ حیوانات میں خلقۃً فرق ہوتا ہے، لہٰذا یہ امر باعثِ نزاع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہونا چاہیے۔

۱۳۲- مشکوٰۃ شریف: ص ۲۴۶/

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ، اور معاومہ سے منع فرمایا ہے، اسی طرح ثنیا سے بھی روکا؛ البتہ عرایا کی اجازت دی۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح:

بیع محاقلہ: (۱) هو بيع الحنطة في سنبلها بحنطة مثل كيلها خرصا.

(۲) والمحاقلة ان يبيع الرجل الزرع بمأة فرق حنطةٍ.

یعنی بیع محاقلہ کہتے ہیں: کھڑی ہوئی کھیتی کو اسی جنس کے نکلے ہوئے غلہ کے بدلہ میں بیچنا۔

بیع محاقلہ کا حکم: یہ بیع ممنوع ہے تفاضل کے احتمال کی وجہ سے۔

بیع مزابنہ: (۱) هو بيع الثمر على النخيل بتمر مجذوذ مثل كيله خرصًا.

(۲) والمزابنة ان يبيع التمر في رؤوس النخل بمأة فرق.

بیع مزابنہ: کہتے ہیں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی جنس کے اُترے ہوئے پھلوں کے بدلے بیچنا۔

بیع مزابنہ کا حکم: یہ بیع ممنوع ہے؛ کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

بیع مخابرہ: المخابرة كراءُ الارض بالثلث والربع.

بیع مخابرہ: کہتے ہیں زمین کو کرائے پر دینا اس شرط کے ساتھ کہ اس زمین کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیداوار کی تہائی یا چوتھائی مقدار مالک زمین کو دی جائے گی۔

بیع مخابرہ کا حکم: یہ ہے کہ یہ بیع ممنوع ہے؛ اس لیے کہ اس میں اجرت مجہول ہے، اور پیداوار فی الحال معدوم ہے اور معدوم چیز کا اعتبار نہیں ہوتا۔

بیع معاومہ: معاومۃ عامٌ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی سال کے ہیں، جیسے مشاھرۃ شھر سے ماخوذ ہے، بیع معاومہ کہتے ہیں: کہ درخت کا پھل ایک یا دو یا تین سال کے لیے نمودار ہونے سے پہلے ہی فروخت کردیا جائے۔

بیع معاومہ کا حکم: بیع معاومہ میں مبیع معدوم ہے، جس کی وجہ سے غرر وخطر ہے بالاتفاق علماء کے ناجائز ہے۔ (نعمۃ المنعم: ۷۵/۲)

بیع ثُنیا: ثنیا کے معنی استثناء کے ہیں، یعنی مبیع سے کچھ حصے کا استثناء کرلینا۔

بیع ثنیا: کہتے ہیں کہ درخت پر موجود پھل فروخت کرے اور اس پھل میں سے ایک غیر معین مقدار کو مستثنیٰ کرے یعنی فروخت نہ کرے۔

بیع ثنیا کا حکم: اگر مبیع سے مجہول حصہ کا استثناء ہو تو ناجائز ہے، اگر استثناء کی مقدار معلوم ہے مگر اس کے ساتھ بیع کی مقدار بھی معلوم ہو تو بالاتفاق علماء کے بیع صحیح ہے۔ اور اگر استثناء معلوم ہو اور مبیع کی مقدار مجہول ہو، تو امام محمدؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بروایتِ حسن ابن زیادؒ ناجائز ہے، ان کے یہاں استثناء کے معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ مبیع کا بھی معلوم ہونا شرط ہے مگر ظاہر الروایۃ کے مطابق صحیح ہے؛ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس کو مستقلاً بیچنا صحیح ہے اس کا استثناء کرنا بھی صحیح ہے۔ (نعمۃ المنعم: ۷۵/۲)

عریۃ کے لغوی معنیٰ:

بیع عریۃ: عرایا عریۃ بروزن فعیلۃ کبھی فاعل کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور کبھی مفعول کے معنیٰ میں ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ عَرِیَّۃٌ بمعنیٰ عاریت کے معنیٰ میں ہے اور عرِیَ یَعْریٰ باب سمع سے بمعنیٰ تجرد، بعض کہتے ہیں کہ یہ عَرَاء، یَعْرُوْ باب نصر سے ہے بمعنیٰ پیش آنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عریہ کے اصطلاحی معنی:

عرایا میں رخصت دی، عرایا کا معنی عاریۃً دے دینا تاکہ وہ اپنی مرضی سے اس کا پھل استعمال کرے۔ مدینہ منورہ کے لوگوں میں یہ معمول تھا کہ پھلوں کے ایام میں اپنے اہل وعیال سمیت اپنے باغوں میں اقامت اختیار کرتے تھے اس موقع پر وہ فقراء کے لیے ایک دو درختوں کا پھل عاریۃً وقف کر دیتے، اب ان فقراء کا وقت بے وقت آنا ان کو پریشان کرتا، تو اپنے پاس سے اس کے بدلے میں ان کو پھل دے دیتے اور درخت کا پھل خود اپنے لیے رکھ لیتے شریعت نے اس کو درست قرار دیا، جب تک کہ اس کی مقدار پانچ وسق تک نہ پہونچے۔ (مظاہر حق:۳/۵۵۸)

۱۳۳۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۴۹

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْاَعْيٰى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ اِلٰى اَهْلِيْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): جانور کی بیع کے وقت اگر بائع اس پر سوار ہونے کی شرط لگائے تو سوار ہونے کی شرط لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

(ج): حدیث باب سے جانور کی بیع کے وقت سواری کی شرط کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کی معقول ومدلل توجیہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک سفر کے دوران جبکہ وہ مدینہ آرہے تھے) وہ اپنے اونٹ پر چل رہے تھے جو کہ چلتے چلتے اتنا تھک چکا تھا (کہ آگے چلنے سے معذور تھا) چنانچہ حضرت جابرؓ کے قریب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ نے ان کے اونٹ کو مارا پس آپ کے ہاتھوں کی برکت کی وجہ سے اتنی تیزی سے چلنے لگا کہ پہلے اتنی تیز رفتاری سے نہیں چلا تھا، پھر آپ نے حضرت جابر سے فرمایا کہ تم اس کو مجھ سے ایک اوقیہ کے عوض بیچ دو، تو حضرت جابر نے کہا پس میں نے بیچ دیا؛ لیکن میں اپنے گھر تک پہنچنے کے لیے اس کی سواری کا استثناء کرتا ہوں، پھر جب میں مدینہ آیا تو آپ کے پاس اونٹ لے کر آیا اور آپ نے مجھے قیمت ادا فرمادی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت مجھے عنایت فرمائی اور اونٹ مجھے واپس دے دیا۔

(ب): جانور کی بیع کے وقت اگر بائع اس پر سوار ہونے کی شرط لگائے...:

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مطلقاً یہ شرط لگانا جائز ہی نہیں۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر گھر کی مسافت قریب ہے تو استثناء کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ بیع دابّہ کے وقت سواری کا استثناء جائز ہے خواہ گھر کی مسافت طویل ہو یا قریب۔ (مرقات:۶/۹۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حدیثِ باب سے جانور کی بیع کے وقت سواری کی شرط کا جواز....:

حدیثِ باب کی توجیہ یہ ہے کہ: إنما اراد ان ینفعه بشيء فاتخذ بيعه الحمل ذريعة إلى ذلك. یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مدد کرنا چاہتے تھے، جس کے لیے بیع حمل کے طریقے کو اختیار فرمایا ورنہ مقصود اصلی بیع کرنا نہیں تھا۔

اس کی توجیہ کی دلیل:

اس توجیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقیہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ماكنت لآخذ جملك فخذ جملك. (مرقات: ۹۵/۶)

اس کی دوسری توجیہات بھی منقول ہیں۔

(۱) یہ حکم خاص طور پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے تھا (۲) یہ شرط وجود بیع کے بعد لگائی گئی تھی اور حدیث کے اندر اس شرط سے ممانعت آئی ہے جو صلبِ عقد (نفس عقد) میں ہو۔ (مرقات: ۹۵/۶-۹۶)

۱۳۴- مشکوۃ شریف: ص/۲۶۲

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا. (متفق علیه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کا مطلب تحریر کریں۔

(ج): لقطہ کی تحقیق، لقطہ کے اٹھانے کے بارے میں اختلافِ ائمہ اور علامت و نشان بتانے کے بعد مدعی کو بغیر بیّنہ وہ مال دے سکتا ہے یا نہیں؟ تحریر کریں۔

(د): لقطہ کی مدت تعریف وتشہیر میں اختلاف ائمہ اور ضالۃ الابل، اسی طرح جن جانوروں کا بغیر راعی ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو اس کا التقاط جائز ہے یا نہیں تحریر کریں؛ نیز الفاظِ مخطوہ کی تحقیق بھی پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، پس اس نے آپ سے لقطے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے تو اس کا ظرف پہچان لو اور اس کا سربند بھی پہچان لو پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرو، پس اگر اس کا مالک آجائے (تو وہ چیز اس کے حوالے کردو) ورنہ پھر اس کو اپنے استعمال میں لے آؤ اس شخص نے کہا پھر گمشدہ بکری (کو کیا کرے اگر پائے) آپ نے فرمایا وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کے لیے، پھر اس نے پوچھا کہ گمشدہ اونٹ (کے بارے میں کیا حکم ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب (یعنی اس کو نہ پکڑو وہ ضائع ہونے والا جانور نہیں ہے) جبکہ اس کی مشک اور موزے اس کے ساتھ ہیں (کہ جب تک اس کا مالک نہ پہونچے) پانی کے گھاٹ پر آسکتا ہے اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث شریف کا مطلب:

اس حدیث پاک کے اندر ایک شخص کے آپ سے لقطہ کے اہم اہم مسائل دریافت کرنے کا تذکرہ ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا طریقہ تو یہ بتلایا کہ پڑی ہوئی چیز ملنے کے بعد اس کے ظرف اور سربند کو اچھی طرح پہچان لے تا کہ اگر کوئی اس کی ملکیت کا دعویٰ بھی کرے تو اس سے علامت ونشانی طلب کر سکے پھر عرف وعادت کے مطابق ایک مدت معین تک اس کی تشہیر اور اس کا اعلان کراتا رہے پھر اگر مال ملقوط کا مالک آجائے تو ثبت وعلامت فراہم کر کے اس کا مال اس کے حوالے کر دے اور اگر مالک کا سراغ نہ لگ سکے تو ملتقط یعنی پڑی ہوئی چیز کو اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ اگر خود ضرورت مند ہے تو اپنے استعمال میں لے آئے ورنہ پھر کسی محتاج پر صدقہ کر دے، اور اگر مال ملقوط جانور کے قبیل سے ہے پس اگر اس کے ضائع ہو جانے وغیرہ کا اندیشہ ہو تو اس کو پکڑ لے تا آنکہ اس کا مالک آجائے؛ کیونکہ اگر خود نہیں پکڑا؛ بلکہ کسی غیر نے پکڑ لیا اور اس کو ہضم کر گیا یا بھیڑیے نے پکڑ کر اس کو ہلاک کر دیا تو یہ شخص اپنے ایک بھائی کے مال کی ہلاکت کا سبب بن گیا، لہٰذا ایسے وقت میں التقاط ضروری ہے، ہاں اگر ایسا جانور ہے کہ جس کے ضائع ہونے اور ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس کو لقطہ بنانے اور چھیڑ چھاڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج): لقطہ کی تحقیق:

لُقَطَةٌ: بضم لام وبفتح قاف یا بسکون قاف بمعنیٰ بے جان گمشدہ چیز جو کہیں پڑی ہوئی ملے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو، بعض نے کہا بفتح قاف بمعنیٰ اٹھانے والا جیسے هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ اور بسکون قاف بمعنیٰ مال ملقوط باب نصر سے آتا ہے لَقَطَ يَلْقُطُ، لَقْطًا بمعنیٰ زمین سے کوئی چیز اٹھانا اور اگر گمشدہ چیز جاندار ہو تو اسے ضالۃ کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے ضالۃ الابل والغنم اور اگر لاوارث بچہ ہو تو اسے لقیط کہا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لقطہ کے اٹھانے کے بارے میں اختلافِ ائمہ:

(۱) اس کے اُٹھانے کے بارے میں تو متقلسفہ کہتے ہیں کہ اس کا اُٹھانا جائز نہیں۔

(۲) بعض متقدمین نے کہا ہے کہ مال ملقوط کو اُٹھانا تو حلال ہے؛ لیکن ترک افضل ہے تاکہ مالک اسی گری ہوئی جگہ سے آکر اُٹھالے۔

(۳) احناف وتمام فقہاء کے نزدیک ترک سے رفع افضل ہے خاص کر دورِ حاضر میں اگر مالک کو حوالہ کرنے کے بجائے اپنے لیے اُٹھائے تو یہ حرام ہے ہاں اگر معمولی شئ ہو مثلاً دو ایک انگور تو اس کو اُٹھا کر خود کھا سکتا ہے۔

متقلسفہ کی دلیل: متقلسفہ کہتے ہیں کہ یہ اخذ مال الغیر بغیر اذنہ ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔

جمہور کی دلیل: جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے اور دیگر احادیث میں بھی اس کے اُٹھانے کی تاکید آئی ہے باقی انہوں نے اخذ مال الغیر کو حرام کہا وہ تو اپنے استعمال کے لیے حرام ہے یہاں تو اس کی حفاظت اور حتی الامکان مالک تک پہونچانے کے ارادہ سے اُٹھایا جارہا ہے جس میں قباحت نہیں بلکہ اولیٰ ہے۔

علامت ونشان بتانے کے بعد مدعی کو بغیر بیّنہ وہ مال دے سکتا ہے یا نہیں؟

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ میرا مال ہے اور علامت ونشان بیان کرے تو بینہ کی ضرورت نہیں علامت ونشان درست ہونے پ دینا واجب ہے۔

احنافؒ اور شوافعؒ کے نزدیک اگر ملتقط کو اس کی بات پر یقین ہوجائے تو دے دینا جائز ہے ورنہ بغیر بیّنہ نہیں دے سکتا۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی دلیل: حدیث الباب ہے جس میں آپ نے فرمایا:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"اعرف عفاصها ووكائها فان جاء صاحبها والافشانك" تو یہاں تھیلی و بندن کو پہنچاننے کے بعد مالک کو دے دینے کا حکم ہے بینہ کا کوئی ذکر نہیں۔

احناف اور شوافع کی دلیل: البینة على المدعى واليمين على من انكر یہاں مدعی پر بینہ کو لازم قرار دیا گیا۔

امام مالک اور امام احمد کی دلیل کا جواب: انہوں کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وہاں عفاص و تھیلی اور وکاء و بندھن کی معرفت کا جو حکم ہے وہ مدعی کو دینے کے لیے نہیں؛ بلکہ ملتقط کے مال کے ساتھ اختلاط نہ ہونے کی بنا پر ہے تا کہ مالک کے آنے پر امتیاز کر سکے اور دینے کا مسئلہ الگ ہے۔

(د): لقطہ کی مدت تعریف و تشہیر میں اختلاف ائمہ:

مال ملتقط کی تشہیر ضروری ہونے پر سب کا اتفاق ہے؛ لیکن مدت تعریف و تشہیر میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ، امام محمد اور علماء حجازیین کے نزدیک مال خواہ قلیل ہو یا کثیر ایک سال تک تشہیر ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور فقہاء اہلِ کوفہ کے نزدیک تشہیر کی مدت مقرر نہیں؛ بلکہ وہ عرف و عادت اور رائے مبتلی بہ پر موقوف ہے، لہٰذا افضل یہ ہے کہ دس درہم اور اس سے زائد مال کے لیے ایک سال تین درہم سے دس درہم تک کے لیے ایک ماہ، اور تین درہم سے کم کے لیے ایک ہفتہ تک تشہیر کی جائے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: (۱) عن أبي بن كعب قال وجدت صرة فأتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقال عرفها حولا فعرفتها حولا ثم أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقال عرفها حولا. (ابوداؤد) یہاں آپ نے دو سال کا حکم فرمایا۔ (۲) قال النبي صلى الله عليه وسلم عرفها. (مسلم) یہاں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علی الاطلاق تشہیر کا حکم فرمایا، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک اور دو سال کی قید نہیں؛ بلکہ مبتلی بہ کی رائے کا اعتبار ہے۔ (مرقات:۶/۲۱۹)

ائمہ ثلاثہؒ کی حدیث کا جواب:

(۱) حدیث الباب میں ایک سال کا ذکر اتفاقی ہے یا اکثر حالات کے اعتبار سے ہے۔

(۲) احادیثِ حنفیہ مثبت وزیادت ہیں اور ثقہ کی زیادتی بالاجماع حجت ہے۔

ضالۃ الابل، اسی طرح جن جانوروں کا بغیر راعی ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو...:

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اس کا التقاط جائز نہیں؛ کیونکہ التقاط ایسے جانوروں کا ہوگا جو بغیر راعی ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو جیسے بکری وغیرہ۔

احناف ؒ کے نزدیک ہر قسم کے جانوروں کا التقاط کرنا چاہیے، علامہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اونٹ کو پکڑنے میں ہی اس کی حفاظت اور بچاؤ ہے اور اسی میں اس کی زندگی ہے، لہٰذا اونٹ کو اس زمانے میں لقطہ بنانا اولیٰ اور افضل ہے۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: وہ دلیل پیش کرتے ہیں اسی زید ابن خالد کی حدیث سے کہ ضالۃ الابل کے بارے میں سوال کرنے پر آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا: مالک ولها معها سقائها وحذائها.

احناف کی دلیل: احناف دلیل پیش کرتے ہیں کہ آپ نے ضالۃ الغنم کے التقاط کی جو علت بیان فرمائی کہ هو لک او لاخیک او للذئب اور یہ علت اس زمانے میں اونٹ وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے اگرچہ جانور بھیڑیا نہ کھائے؛ لیکن انسان بھیڑیا کھالے گا، لہٰذا اونٹ وغیرہ کا التقاط کرنا بھی چاہیے۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت مذکورہ کے قرینے سے حدیث الباب زمانہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیر القرون پر محمول ہے دورِ حاضر میں نقصان و فساد کا اندیشہ ہے، لہٰذا التقاط میں فائدہ ہے۔ (بذل المجہود: ۳/۷۰)

الفاظِ مخطوہ کی تحقیق:

العِفَاصُ: ڈاٹ کے اوپر کا غلاف، سربند، چرواہے کے کھانے کا تھیلا از باب ضرب عَفَصَ یَعْفِصُ عَفْصًا، اَعْفَصَ الْقَارُوْرَۃَ بمعنی شیشی پر ڈاٹ لگانا، سربند چڑھانا، العفاص الوعاء الذي فيه النفقة جلداً كان او خرقة. (حاشیہ مشکوٰۃ: ۲۶۲) یعنی وہ ظرف و تھیلہ جس میں کھانے پینے کی چیز رکھی جائے خواہ وہ ظرف چمڑے کا ہو یا کپڑے کا۔

اَلْوِكَاءُ: وهو الخيط الذي تشد به الصرة والكيس، ی وہ دھاگا جس سے بٹوے اور تھیلے وغیرہ کا منہ باندھا جاتا ہے۔ (مرقات: ۶/۲۶۲)

اَلسِّقَاءُ: هی القربة والمراد بها بطنها یعنی سقاء مشکیزے کو کہتے ہیں لیکن یہاں پر اونٹ کا پیٹ مراد ہے؛ کیونکہ جب پانی پینے کے لیے اونٹ جاتا ہے تو کافی مقدار میں پیٹ کے اندر پانی جمع کر لیتا ہے تو گویا کہ اس کا پیٹ مشکیزہ ہے۔

الحِذاء: ای خفها او خفافها ای انها تقوى على المشى وقطع الارض. (مرقات: ۶/۲۲۰، بین السطور مشکوٰۃ: ۲۶۲)

۱۳۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۶۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَابَقِيَ فَهُوَ لِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): الحقوا الفرائض باهلها کا مطلب تحریر کریں، رجل کے بعد ذکرٌ کو ذکر کرنے کی وجہ بھی تحریر کریں۔

(ج): اولٰی کا معنٰی اور عصبہ کی تعریف بیان کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میراث کے حصے (جو قرآن میں متعین کردیے گئے ہیں) حصے داروں کو پہونچادو، پھر جو کچھ بچ جائے تو وہ (میت کے) اس مرد وارث (عصبہ) کا حق ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی اور عزیز ہو۔

(ب): الحقوا الفرائض بأهلها کا مطلب:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو حصے کتاب اللہ میں میت کے ترکے میں سے متعین کیے گئے ہیں وہ ذوی الفروض (یعنی جن کا حصہ کتاب وسنت میں بیان کیا گیا ہے) کو پورے کے پورے دیے جائیں گے اور ان کا حق تلف نہ کیا جائے گا۔ (مرقات:۶/۲۱۹)

رجلٌ کے بعد ذکرٌ کو ذکر کرنے کی وجہ:

ذَكَرٌ تاكيدا و احتراز من الخنثى او اشارة إلى سبب العصوبة والترجيح. (مرقات:۶/۲۲۹، حاشیہ مشکوٰۃ:۲/۲۶۳) حدیث شریف کے اندر لفظ رجل کے بعد لفظ ذکر کو یا تو تاکیداً لائے ہیں یا رجل کے بعد ذکر لا کر خنثیٰ سے احتراز مقصود ہے یا پھر رجل کے بعد ذکر کو اس لیے لائے تاکہ سبب عصوبت کی طرف اشارہ ہوجائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): اولیٰ کا معنیٰ:

یہاں پر اولیٰ سے اقرب مراد ہے جو وَلِیٌ بمعنی قرب سے مشتق ہے، المراد بالاولٰی الاقرب ماخوذ من الولی وھو القرب. (مرقات:۲۲۹/۶)

عصبہ کی تعریف:

العصبة کل من یأخذ مابقته اصحاب الفرائض وعندالانفراد یحرز جمیع المال یعنی عصبہ ہروہ شخص ہے جو اصحاب الفرائض کے حصہ لینے کے بعد مالِ متروکہ کا مستحق ہو اور تنہا ہوتے وقت پورا مال (محض عصبہ ہونے کی حیثیت سے) سمیٹ لے۔

عصبہ کی اقسام:

عصبہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ

(۱) عصبہ بنفسہ کی تعریف: العصبة بنفسه فکل ذکرٍ لاتدخل في نسبته إلی المیت انثی مثلاً جزء المیت ای البنون واصله ای الاب وجزء ابیه ای الاخوة وجزء جده ای الاعمام، یعنی عصبہ بنفسہ ہروہ مذکر ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ ہو مثال جیسے: میت کا بیٹا میت کا باپ، میت کا بھائی، میت کا چچا۔

(۲) عصبہ بغیرہ کی تعریف: یصرن عصبة باخوتهن، یعنی عصبہ بغیرہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حقیقی بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں جیسے صلبی بیٹی، صلبی بیٹے کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔

(۳) عصبہ مع غیرہ کی تعریف: العصبة مع غیره فکل انثی تصیر عصبة مع انثی اخری کالاخت مع البنت یعنی عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے جیسے بہن، لڑکیوں اور پوتیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔

۱۳۶- مشکوۃ شریف: ص/۲۶۸

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّ فِيْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

(ج): فَاِنَّ فِي اعين الانصار شيئًا کی مراد واضح کریں؛ نیز "فإن فی أعين الانصار شيئًا" غیبت کے حکم میں داخل ہے یا نہیں تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا پھر اسے دیکھ لو، کیونکہ انصاری کی آنکھوں میں کچھ (چھوٹا پن میں نیلا پن) ہوتا ہے۔

(ب): مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ہے یا نہیں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

مخطوبہ وہ عورت ہے جس کو نکاح کا پیغام دیا گیا ہو اب مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے۔
حضرت امام مالکؒ سے دو قول منقول ہیں: (۱) اگر مخطوبہ کی اجازت واذن ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے ورنہ نہیں (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مخطوبہ کو دیکھنا مطلقاً ممنوع ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل:

حضرت امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ پردہ عورت کا حق ہے بلا اجازت اس حق کے خلاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جمہور کی دلیل:

(۱) جمہور کی دلیل حدیث باب ہے کہ اس میں نظر کا امر کیا گیا ہے۔
(۲) حضرت جابرؓ کی حدیث ہے: إذا خطب احدکم المرأۃ فإن استطاع ان ینظر إلی مایدعوہ إلی نکاحھا فلیفعل. (رواہ ابوداؤد) تو مذکورہ روایت سے مخطوبہ عورت کو دیکھنے کا فقط جواز ثابت نہیں ہو رہا ہے؛ بلکہ تاکید واوّلیت ثابت ہو رہی ہے۔ (درسِ مشکوٰۃ:۳/۹)

امام مالکؒ کی دلیل کا جواب:

امام مالکؒ کی دلیل کا جاب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اجازت دی ہے، مخطوبہ کی اجازت کی شرط نہیں لگائی، اب حدیث کی موجودگی میں قیاس پر عمل کس طرح کیا جائے۔

دیکھنے کی حدود:

انما یباح له النظر الی وجهها و کفیها فحسب یعنی مخطوبہ کے فقط چہرہ اور کفین دیکھنے کی اجازت ہے اور کسی عضو کا دیکھنا جائز نہیں، اگر دوسرے کسی عضو میں شبہ ہو تو کسی عورت کو بھیج کر تحقیق کر لے۔ (مرقات:۶/۲۷۶، درسِ مشکوٰۃ:۳/۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): فَإِنَّ فِي اعين الانصار شيئًا کی مراد:

حدیث شریف کے اندر "شیئًا" سے آنکھوں کا چھوٹا پن یا نیلا پن ہونا مراد ہے،

المراد بقوله شيئًا صغرة اوزرقة. (مرقات:۲۷۶/۶)

"فإنّ فی أعین الانصار شیئًا" غیبت کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان غیبت نہیں؛ بلکہ عینِ نصیحت اور خیرخواہی ہے؛ کیونکہ آپ امت کے ہر ہر فرد کے لیے بمنزلہ باپ کے ہیں اور باپ اپنی اولاد کی بدخواہی کبھی نہیں کرسکتا، حدیث شریف میں ہے: إنما أنالكم مثل الوالد. (الحدیث)

۱۳۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۶۹

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةُ إِذْاَقْبَلَ اِبْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَايُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَا وَاِنْ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ. (رواه احمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اجنبیہ کا اجنبی کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں تحریر کریں۔

(ج): حدیث عائشہ "كنت انظر الى الحبشة الخ" اور حدیث ام سلمہ دونوں میں تعارض ہو رہا ہے آپ اس تعارض کا دفعیہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم آگئے تو آپ نے ابن ام مکتوم کو دیکھ کر فرمایا کہ تم ان سے پردہ کرلو (حضرت اُمِّ سلمہ کہتی ہیں کہ) میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں جو ہمیں نہیں دیکھ سکتے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔

(ب): اجنبیہ کا اجنبی کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا کہ کہ جس طرح مرد کا اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت کا اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں، آیتِ قرآنی ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۱) اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ اجنبیہ کے لیے اجنبی کو دکھنا حرام ہے، خواہ نظر بالشھوۃ ہو یا بلاشہوۃ، ملّا علی قاریؒ اور صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ: ”نظر المرأۃ الی الرجل بالشهوۃ“ بالاتفاق حرام ہے۔ اور بغیر شہوۃ محققین کے نزدیک اصح قول کے مطابق جائز ہے۔

ان کا استدلال: یہ ہے کہ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جماعت میں حاضر ہوتی تھیں، وہاں عورتوں کی نظر مردوں کے بعض عضو پر پڑنا یقینی ہے۔

(ج): دونوں حدیثوں میں تعارض کا دفعیہ:

دونوں احادیث کے درمیان تطبیق مختلف طریقے سے دی گئی ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) حدیث ام سلمہ بعد الحجاب کی ہے اور عائشہ کی حدیث قبل نزول الحجاب پر محمول ہے۔

(۲) حضرت امِّ سلمہ کی حدیث تقویٰ اور ورع پر محمول ہے اور حدیثِ عائشہ جواز پر محمول ہے اور یہی زیادہ راجح ہے؛ کیونکہ عصر نبوت میں عورتیں مسجد میں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتی تھیں، تو معلوم ہوا کہ اس قدر دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ شہوت نہ ہو۔ (درسِ مشکوٰۃ:۱۰/۳)

۱۳۸-مشکوٰۃ شریف: ص/۲۷۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَأْمَرَ وَلَاتُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَأْذَنَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَیْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیوہ و بالغہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا حکم حاصل نہ کر لیا جائے، اور اسی طرح کنواری بالغہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے (یہ سن کر) صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کنواری عورت کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اجازت کس طرح حاصل ہوگی؟ (کیونکہ کنواری شرم کرے گی) آپ نے ارشاد فرمایا: اس طرح کہ وہ چپکی رہے"۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے لیے عورت سے بہر حال اجازت لینی چاہیے، پھر اگر عورت شوہر دیدہ ہے ثیبہ سے یہی مراد ہے، تو صراحۃً اس کی اجازت اور اگر عورت شوہر نا آشنا ہے تو صراحۃً اس کی اجازت ضروری نہیں ہے، اس کی خاموشی بھی اجازت ہے بشرطیکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاموشی رضامندی ہے اور اگر لڑکی جہاں منگنی کی گئی یہ برابر وہاں شادی کرنے سے منع کرتی رہی ہو تو اب اس کی خاموشی رضامندی نہیں ہوگی اب صراحۃً اجازت ضروری ہے۔

اختلاف الفقہاء فی ولایت الاجبار:

امام شافعیؒ کے نزدیک ولایتِ اجبار کا مدار عورت کے باکرہ اور ثیبہ ہونے پر ہے یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک ولی کو باکرہ پر ولایتِ اجبار حاصل ہے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور ثیبہ پر ولایتِ اجبار حاصل نہیں خواہ صغیرہ ہو یا کبیر۔

احنافؒ کے یہاں ولایتِ اجبار کا مدار عورت کے صغر و کبر پر ہے یعنی ولی کو صغیرہ پر ولایتِ اجبار حاصل ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اور کبیرہ پ ولایتِ اجبار حاصل نہیں خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، گویا کہ صغیرہ باکرہ پر بالاتفاق ولایتِ اجبار حاصل ہے اور حنفیہؒ کے نزدیک حاصل نہیں، اور صغیرہ ثیبہ پر حنفیہ کے نزدیک ولایتِ اجبار حاصل ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک اس پر ولایتِ اجبار حاصل نہیں۔ (فتح القدیر: ۳/۱۶۱-۱۶۲)

امام شافعیؒ کی دلیل:

شافعیہؒ کا استدلال ابن عباسؓ کی مشہور حدیث سے ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیه وسلم قال الایم احق بنفسها من ولیها، والبکر تستأذن في نفسها واذنها صماتها. (رواہ الترمذی:۱/۲۱۰) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: "ایم" سے مراد ثیبہ ہے؛ کیونکہ باکرہ کا ذکر اس روایت میں آگے مستقلاً آیا ہے: "والبکر تستأذن في نفسها واذنها صماتها" اور جب "ایم" سے ثیبہ مراد ہے تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ: البکر لیست احق بنفسها من ولیها، اور شافعیہ کے نزدیک مفہومِ مخالف حجت ہے۔

احناف کی دلیل:

حنفیہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں: "لاتنکح الثیب حتی تستأمر ولاتنکح البکر حتی تستأذن واذنها الصموت".

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں: "ایم" سے مراد بے شوہر عورت اور اس کا اطلاق باکرہ اور ثیبہ دونوں پر ہوتا ہے؛ البتہ باکرہ کا ذکر الگ سے اس لیے فرمایا گیا کہ اس کا طریقۂ اجازت دوسرا تھا اور اگر بالفرض "ایم" سے مراد ثیبہ ہی لیا جائے تب بھی حنفیہ کے نزدیک مفہومِ مخالف سے استدلال درست نہیں، بالخصوص جبکہ وہ منطوق کے خلاف ہو اور منطوق یہ ہے کہ البکر تستأذن في نفسها.

ایم اور بکر کے معنیٰ اور دونوں میں فرق:

ایم: وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ یعنی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا ہو یا ابھی بے شادی شدہ ہو، الایم امرأۃ لازوج لها صغیرۃ او کبیرۃ.

بکر: بالغہ کنواری عورت کو کہتے ہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ "ایم" عام ہے خواہ ابھی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بلا شوہر کی ہو یا شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، اور بکر خاص ہے یعنی وہ عورت جس کی ابھی شادی ہی نہ ہوئی ہو (جس کی وجہ سے بلا شوہر کی ہو)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تستأمر تستأذن کے درمیان فرق:

تستأمر: استیمار سے ماخوذ ہے جس کے معنی طلب حکم کے ہیں۔ اور تستأذن: استیذان سے ماخوذ ہے جس کے معنی طلبِ اجازت کے ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تستأمر کے اندر نطق و بولنا لازم وضروری ہے اور استیذان میں نطق و بولنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ استیذ ان کے لیے اشارہ بھی کافی ہے۔ (مرقات:۶/۲۹۱)

۱۳۹-مشکوۃ شریف: ص/۲۷۱

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْآخَرُ اِبْنَتَهٗ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صُدَاقٌ (متفق عليه) وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نکاحِ شغار کے جواز وعدمِ جواز میں اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ شغار سے منع فرمایا ہے، اور نکاحِ شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی کی شادی دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو (یعنی ہر ایک کا بضعہ دوسرے کے لیے مہر بنا دیا جائے) متفق علیہ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ اسلام میں نکاح شغار نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): نکاحِ شغار کے جواز وعدمِ جواز میں اختلافِ ائمہ مدلل:

حضرت امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ کے نزدیک نکاحِ شغار باطل ہے۔
حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا اور شرط باطل ہو جائے گی اور مہر کی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے مہر مثل لازم نہ ہوگا۔

امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ کی دلیل:

یہ حضرات حدیثِ ابن عمرؓ سے استدلال کرتے پیش کرتے ہیں کہ آپ نے "لاشغار في الاسلام" فرمایا نیز نهى عن الشغار بھی موجود ہے۔
دوسری عقلی دلیل یہ پیش کی کہ ہر ایک کا نصف بضع مہر ہوا اور نصف بضعہ منکوحہ ہوا اور منافع بضعہ میں اشتراک نہیں ہوتا جیسا کہ ایک عورت سے دو آدمی ایک ہی ساتھ شادی نہیں کر سکتے، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی دلیل یہ ہے کہ عاقد نے ایسی چیز کو مہر مقرر کیا جو مہر کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اور ایسی صورت میں عقد صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے خمر یا خنزیر کو مہر مقرر کیا تو سب کے نزدیک نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے تو یہاں بھی ایسا ہے؛ کیونکہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل کا جواب:

امام شافعیؒ وغیرہ نے حدیث نہی سے جو دلیل پیش کی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نہی نکاح کو تسمیہ مہر سے خالی کرنے کی وجہ سے ہے عین نکاح سے نہی نہیں ہے، اور تسمیہ مہر سے نکاح کو خالی کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا جیسا کہ اذانِ جمعہ کے وقت بیع وفروخت ممنوع ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اوران کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب بضع مہر نہیں ہوا تو اشتراک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو یہ شرط فاسد ہوئی جس سے نکاح فاسد نہیں ہوتا؛ بلکہ خود شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا۔

امام مالکؒ سے دو روایتیں مروی ہیں: (۱) نکاح تو منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن قبل الدخول واجب الفسخ ہے (۲) ہمیشہ واجب الفسخ ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل:

امام مالکؒ نے دلائلِ شوافع واحناف کو جمع کر کے بعد الدخول نا قابلِ فسخ اور قبل الدخول نکاح واجب الفسخ فرمایا ہے؛ کیونکہ دخول سے ملک آجائے گی وہ دخول بمنزلہ قبض فی البیع کے ہے۔

۱۴۰- مشکوۃ شریف: ص ۲/۲۷۲

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نکاح متعہ کی تعریف اور نکاحِ متعہ کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت اور فرقۂ شیعہ کا مسلک مدلل تحریر کریں۔

(ج): تحریمِ متعہ کی مختلف روایات ہیں ان میں تطبیق بھی دیں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا، نیز آپ نے گھروں میں رہنے والے گدھوں کا گوشت بھی کھانے سے منع فرمایا۔

(ب): نکاح متعہ کی تعریف:

نکاح کی تعریف: قال صاحب الهداية وهو ان يقول لامرة أتمتع بک كذا مدة بكذا من المال یعنی نکاحِ متعہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنا مال دے کر اتنی مدت تک فائدہ اُٹھانا چاہتا ہوں۔ (ہدایہ:۲/۲۸۱)

نکاحِ متعہ کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت اور فرقۂ شیعہ کا مسلک:

اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نکاحِ متعہ باطل اور حرام ہے؛ البتہ ابتداء میں بعض صحابہ کرام جواز کے قائل تھے، سب نے رجوع کرلیا، کما فی البدائع۔

فرقۂ شیعہ میں سے روافض جوازِ متعہ بلکہ برکتِ متعہ کے قائل ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کی دلیل:

اہلِ سنت والجماعت اور جمہور امت قرآن کریم، سنتِ نبویہ، اجماعِ امت اور قیاس سے استدلال کرتے ہیں؛ چنانچہ قرآنِ کریم کی آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ وَمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُمَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ (سورہ۷ مؤمن، آیت:۶) تو یہاں نکاح اور ملکِ یمین کے علاوہ دوسری صورت سے جماع کو حرام قرار دیا گیا اور ایسے کرنے والے کو عادی اور ظالم کہا گیا اور ظاہر بات ہے کہ متعہ نہ ملکِ یمین ہے، اور نہ نکاح، لہٰذا قرآن کریم کی نصِ قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہوگئی۔

حدیث سے استدلال: اور حدیث سے استدلال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیث ہے، بخاری ومسلم میں اور سلمہ ابن الاکوعؓ کی حدیث مسلم میں ہے کہ: نهى عن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

متعة النساء اور تیسری حدیث حضرت ربیعؓ کی ہے: أنه عليه السلام قال ياأيها الناس اني كنت اذنت لكم في الاستمتاع من النساء وان الله قد حرم الٰی يوم القيامة". (رواہ مسلم)

اجماع سے استدلال: اور اجماع یہ ہے کہ اس کی حاجت ہونے کے باوجود اس سے پرہیز کرتے رہے، کوئی بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہوئے۔

اور قیاس سے استدلال: قیاس بھی اس کے عدمِ جواز کا تقاضا کرتا ہے؛ کیونکہ نکاح کی مشروعیت کے جو مصالح ہیں وہ متعہ میں نہیں پائے جاتے؛ بلکہ اس میں صرف قضاءِ شہوت ہے، لہٰذا عقلاً بھی یہ حرام ہونا چاہیے۔

فرقہ شیعہ کی دلیل:

یہ اپنے اس باطل عقیدہ کے ثبوت پر دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کی آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) سے طریقہ استدلال یوں ہے کہ یہاں استمتاع کا ذکر کیا گیا، نکاح کا ذکر نہیں کیا اور استمتاع ہی متعہ ہے، پھر اجر کا ذکر کیا گیا، اور وہ متعہ ہی میں ہوتا ہے نکاح میں تو مہر ہوتا ہے۔

فرقہ شیعہ کی دلیل کا جواب: شیعہ نے آیتِ قرآنی سے جو دلیل پیش کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے ماقبل اور مابعد میں نکاح کا ذکر ہے، لہٰذا استمتاع سے استمتاع بالنکاح مراد ہوگا اور لفظ اجر کا اطلاق مہر پر ہوتا ہے جیسا کہ ﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۵) میں لفظ "اُجور" سے مہر ہی مراد ہے۔

امام مالکؒ کی طرف جوازِ متعہ کا قول منسوب کرنا:

حضرت امام مالکؒ کی طرف صاحب ہدایہ نے سہواً جوازِ متعہ کی نسبت کردی ہے؛

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے؛ کیونکہ کتبِ مالکیہ میں کہیں بھی اس کا جواز ثابت نہیں ہورہا ہے، علاوہ ازیں امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں حضرت علیؓ کی حدیث نہی متعہ کے بارے میں نقل کی، حالانکہ امام مالکؒ کی عادت ہے کہ مؤطا میں وہی روایت لاتے ہیں جوان کے مذہب کے مطابق ہوتی ہے، لہٰذا اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا دلیل ہے اس بات پر کہ وہ حرمتِ متعہ کے قائل ہیں۔ (ہدایہ:۲/۲۸۱)

(ج): تحریمِ متعہ کی مختلف روایات میں تطبیق:

تحریمِ متعہ کے سلسلے میں دوطرح کی روایات ہیں، مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی "انه حرمها يوم الفتح" ایک دوسری روایت جو صحیحین میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت خیبر کے موقع پر ہوئی "انه حرمها يوم خيبر" ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ نسخِ متعہ دوبار ہوا ہے: (۱) خیبر کے موقع پر (۲) پھر آپ نے فتح مکہ کے موقع پر فقط تین دن کی اجازت عطا فرمائی تھی اس کے بعد حرمتِ مؤبدہ کردی گئی۔ (مرقات:۶/۳۰۸)

۱- مشکوٰۃ شریف: ص ۲۷۳/

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَتْ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ أَوِالرَّضْعَتَانِ وَفِي رِوَايَةِ عَائِشَةَ قَالَ لَاتُحَرِّمُ الْمَصَّةُ أَوِالْمَصَّتَانِ وَفِي أُخْرٰى لِأُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَاتُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَلَاالْإِمْلَاجَتَانِ هٰذِهِ رِوَايَاتٌ لِمُسْلِمٍ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ثبوتِ رضاعت کے لیے کتنی بار مرتبہ دودھ پینا شرط ہے؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینا حرام نہیں کرتا یعنی نکاح کے لیے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک بار یا دو بار چوسنا نکاح کو حرام نہیں کرتا، اور ام الفضل کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بار یا دو بار چھاتی کو منہ میں داخل کرنا حرام نہیں کرتا یہ تمام روایتیں امام مسلم نے نقل کی ہیں۔

(ب): ثبوتِ رضاعت کے لیے کتنی بار مرتبہ دودھ پینا شرط ہے؟

حضرت امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک حرمتِ رضاعت ثابت ہونے کے لیے پانچ گھونٹ پینا شرط ہے، اس سے کم میں رضاعت کی حرمت ثابت نہ ہوگی یہی ایک قول امام احمدؒ کا بھی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور جمہور فقہاؒ اور امام احمدؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک گھونٹ بھی کافی ہے۔

داؤد ظاہری اور ابو ثور کے نزدیک ثبوتِ رضاعت کے لیے تین گھونٹ پینا شرط ہے۔ (درسِ مشکوٰۃ:۱۸/۳)

امام شافعیؒ اور اسحاقؒ کی دلیل:

امام شافعیؒ دلیل پیش کرتے ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے: "قالت عائشةؓ انزل في القرآن عشر رضعات معلومات فنسخ من ذلك خمسا وصار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

الٰی خمس رضعات معلومات فتوفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والامر علٰی ذٰلک. (رواہ مسلم) تو جب پانچ رضعات سے دس رضعات منسوخ ہوگئیں بنابریں پانچ کے کم رضاعت سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

جمہور کی دلیل:

جمہور دلیل پیش کرتے ہیں اس طور پر کہ حرمتِ رضاعت کی جتنی آیات واحادیث ہیں وہ سب مطلق ہیں کسی میں مقدار کا ذکر نہیں ہے، جیسے: ﴿وَاُمَّھَاتُکُمُ اللَّاتِیْ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوَاتُکُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (سورہ نساء، آیت:۲۳) عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب. (ترمذی، مسند احمد)

عقلی دلیل: یہ ہے کہ اصل علت تو جزئیت ہے اور یہ ایک قطرہ سے بھی ثابت ہوتی ہے، لہٰذا مطلق رضاعت سے محرم ہونا چاہیے۔

داؤد ظاہری اور ثور کی دلیل:

یہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں ام الفضل کی مذکورہ حدیث: ''لاتحرم الرضعة ولاالرضعتان'' سے۔

حدیثِ باب کا جواب:

حدیث الباب اور اس طرح کی دیگر تمام احادیث کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام احادیث جو خاص مقدار پر دلالت کرتی ہیں وہ اخبار احاد کے قبیل سے ہیں اور خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کی جاسکتی۔ (مرقات:۶/۲۲۴)

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا؛ لیکن بعد میں منسوخ ہوگیا، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے: وکان ذٰلک ثم نسخ وکما في الھدایة ومارواہ مردود بالکتاب اومنسوخ بہ. (ہدایہ:۲/۳۲۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۴۲-مشکوۃ شریف: ص؍۲۷۳

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَسْتَمْتِعَ فَكَانَ أَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ إِلٰى أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَاأَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ. (متفق علیه)

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت کا حکم تحریر کریں۔

(ج): نکاحِ متعہ اور موقت میں اگر کوئی فرق اور اختلاف ہو تو اس کو مدلل تحریر کریں۔

(د): یہ روایت متفق علیہ ہے، اس پر اہلِ سنت والجماعت عمل کیوں نہیں کرتے ہیں؟ اگر یہ روایت منسوخ ہو تو اس کا ناسخ تحریر کریں؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس عورتیں نہیں تھیں (جس کی وجہ سے ہم جنسی ہیجان میں مبتلاء ہو گئے اور) ہم (نے پریشان ہو کر حضور علیہ السلام سے) معلوم کیا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں تو آپ علیہ السلام نے ہمیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور ہمیں (کاح) متعہ کی اجازت دیدی؛ چنانچہ ہم میں سے بعض لوگ ایک کپڑے کے عوض متعینہ مدت تک کے لیے عورت سے نکاح کر لیتے تھے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel :-New Madarsa

مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اے ایمان والو! جن پاک چیزوں کو اللہ رب العزت نے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ سمجھو۔

(ب): نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت کا حکم:

واضح رہے کہ تمام فقہاء کرام بالخصوص ائمۂ اربعہ کے نزدیک نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت دونوں حرام اور باطل ہیں۔

(ج): نکاحِ متعہ اور موقت کے مابین فرق:

واضح رہے کہ نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت کے مابیان دو فرق ہیں: (۱) پہلا فرق یہ ہے کہ نکاحِ متعہ میں لفظ تمتع یا لفظ استمتاع استعمال کیا جاتا ہے جبکہ نکاحِ موقت میں لفظ نکاح یا لفظ تزویج کا استعمال ہوتا ہے (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ نکاحِ متعہ میں شاہدین کی شہادت شرط نہیں ہے، جبکہ نکاحِ موقت میں شاہدین کا ہونا ضروری ہے۔

کیا نکاحِ متعہ میں کسی کا اختلاف ہے؟

واضح رہے کہ تمام اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک نکاحِ متعہ باطل اور حرام ہے؛ البتہ شیعہ حضرات نکاحِ متعہ کے جواز کے قائل ہیں یہ حضرات اپنے اس قول پر قرآنِ کریم کی آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ سے استدلال کرتے ہیں، وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ "استمتعتم" متعہ پر اور لفظ "أجورهن" اس کی اُجرت پر دلالت کرتا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح متعہ جائز ہے۔

کیا نکاحِ موقت میں کسی کا اختلاف ہے؟

واضح رہے کہ نکاحِ متعہ کی طرح نکاحِ موقت کی حرمت پر بھی تمام اہلِ سنت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والجماعت کا اتفاق ہے؛ البتہ احناف میں سے حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نکاحِ موقت کے صحیح ہونے کے قائل ہیں، آپ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ نکاحِ موقت فی نفسہٖ صحیح ہے اور اس میں تاقیت کی شرط لگانا شرط فاسد ہے اور جس طرح نکاحِ غیر موقت میں شرط فاسد لگانے سے نکاح باطل نہیں ہوتا؛ بلکہ خود شرط باطل ہوتی ہے، اسی طرح موقت میں بھی تاقیت کی شرط باطل ہے اور نکاح فی نفسہٖ صحیح اور لازم ہے۔

لیکن واضح رہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے سوادِ اعظم نے نکاحِ موقت کو باطل ہی قرار دیا ہے؛ اس لیے احناف کے یہاں فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(د): یاس پر اہلِ سنت والجماعت نے حدیثِ مذکورہ پر عمل کیوں نہیں کیا؟

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ فی السوال اگرچہ متفق علیہ روایت ہے اور حضرت امام بخاری اور امام مسلمؒ دونوں نے اس کو ذکر کیا ہے؛ لیکن اس کے باوجود اہلِ سنت والجماعت نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث مذکورہ میں جوازِ متعہ کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے یہ ابتداءِ اسلام کا ہے، جبکہ غزوۂ خیبر کے موقع پر یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اب قیامت تک کے لیے نکاح متعہ کرنا باطل اور حرام ہے۔

نکاحِ متعہ کے حرام ہونے کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے: ”ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ. متفق علیہ“ حضور علیہ السلام نے غزوۂ خیبر کے موقع پر عورتوں کے ساتھ نکاحِ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا ہے۔

واضح رہے خیبر کے بعد فتح مکہ کے موقع پر چند دنوں کے لیے نکاحِ متعہ حلال کیا گیا تھا؛ لیکن پھر غزوۂ اوطاس کے موقع پر اس کو ہمیشہ ہمیش کے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۴۳۔مشکوۃ شریف:ص/۲۷۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ أُمَّهَاتُکُمْ. الآیة (رواہ البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): من النسب سبع اور من الصهر سبع کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نسب سے حرام کی جانے والی عورتیں سات ہیں، اور مصاہرت سے حرام ہونے والی عورتیں بھی سات ہیں، پھر یہ آیت پڑھی: حرمت علیکم الخ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔

(ب): من النسب سبع کی وضاحت:

من النسب سبع کی وضاحت: یہ ہے کہ ازروئے نسب جو سات رشتہ والی عورتیں حرام قرار دی گئی ہیں وہ یہ ہیں: (۱) ماں، (۲) بیٹی (۳) بہن (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی۔

من الصهر سبع کی وضاحت:

من الصهر سبع کی وضاحت: یہ ہے کہ مصاہرت اس قرابت کو کہتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے قائم ہو، مصاہرت کی وجہ سے چار عورتیں تو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) بیوی کی ماں (۲) بیٹے اور پوتے کی بیویاں اگر چہ نچلے درجہ کی ہوں (۳) باپ اور دادا کی بیویاں خواہ اوپر کے درجہ میں سے ہوں (۴) اپنی اس بیوی کی بیٹی جس سے جماع کر چکا ہو اور تین عورتیں مصاہرت کے تعلق کی وجہ سے بیوی کی موجودگی میں حرام ہیں بعد میں نہیں بیوی کی بہن اور اس کی پھوپھی اور خالہ۔ (مظاہر حق: ۳/۳۵۹)

۱۴۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۷۵

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَايَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَلَايَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف میں مذکورہ دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں۔

(ج): کیا یہ دونوں مسئلے صحیح ہیں؟ اور وجہ کیا ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اس کی بیٹی سے نکاح کرا درست نہیں، اور اگر عورت سے صحبت نہیں کی تو پھر اس صورت میں اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہوگا، اور جو شخص کسی عورت سے نکاح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرے تو اس کی ماں سے نکاح کرنا اس کے لیے حلال نہیں، خواہ اس نے اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(ب): حدیث شریف میں مذکورہ دونوں مسئلوں کی وضاحت:

حدیثِ مذکورہ کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں دو مسئلے بیان کیے گئے ہیں:

پہلا مسئلہ: جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اس شخص کو اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں اور اگر عورت سے صحت نہیں کی تو اس صورت میں اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہوگا، جبکہ اس کو طلاق دے دی یا وہ مرجائے بغیر طلاق دیے ماں اور بیٹی کا جمع کرنا درست نہیں، بیٹی کے متعلق جو کچھ اس روایت میں مضمون وارد ہوا ہے وہ اس آیت سے ثابت ہے: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾

دوسرا مسئلہ: جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کی ماں سے نکاح اس کو حلال نہیں خواہ اس نے اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اور ماں کے متعلق جو فرمایا وہ اس آیت کے مطابق ہونے کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ یعنی اور حرام ہیں تم پر بیویوں کی مائیں۔

(ج): کیا یہ دونوں مسئلے صحیح ہیں؟ اور وجہ کیا ہے؟

حدیثِ باب میں مذکورہ دونوں مسئلے صحیح ہیں؛ البتہ دونوں مسئلے کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیٹی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کے لیے دخول شرط ہے اور ماں کے یہاں دخول شرط نہیں ہے؛ بلکہ بیوی کی ماں کے ساتھ مطلقاً نکاح حرام ہے خواہ دخول ہو یا نہ ہو اور بعض سلف جیسے علیؓ کے نزدیک دخول ماں اور بیٹی دونوں کے ساتھ مشروط ہے یعنی اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دخول پایا گیا تو دونوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور اگر دخول نہیں پایا گیا تو نکاح حلال ہے۔ (حاشیہ ترمذی:۲۱۳/۱)

قال الجمهور ان بين نكاح الام والبنت فرقًا "يشترط الدخول في احدهما لافي اخراهما وقال بعض السلف منهم عليؓ أن الدخول مشروط في الأمّ والبنت. (حاشیہ ترمذی:۲۱۳/۱)

۱۴۵-مشکوٰۃ شریف: ص/۲۷۵

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلَقِ فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَاَرَدْنَا اَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَهُ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَاعَلَيْكُمْ اَلَّاتَفْعَلُوْا مَامِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عزل کے لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں۔

(ج): عزل کا حکم مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں؛ نیز "ماعليكم ان لاتفعلوا" کی تشریح بھی کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ غزوۂ بنی مصطلق کی طرف جانے کے لیے نکلے پس عرب قوم میں سے کچھ لونڈی غلام ہمارے ہاتھ آئے اور ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی، اور مجرد (بغیر بیوی رہنا) ہمارے لیے سخت مشکل ہوگیا، اور (حمل ٹھہر جانے کے خوف سے) ہم نے عزل کرنا چاہا، لہٰذا عزل کرنے کا ارادہ کرلیا، اور ہم نے کہا (سوچا) کہ ہم عزل کریں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر پوچھنے سے پہلے؛ چنانچہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عزل کرو تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے؛ کیونکہ قیامت تک جو روح (جان) پیدا ہونے والی ہے پیدا ہوکر رہے گی۔

(ب): عزل کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

عزل: یہ باب ضرب کا مصدر ہے عَزَلَ، یَعْزِلُ، عَزْلاً بمعنیٰ کسی کام سے الگ کرنا، عن منصبہ، عہدہ سے ہٹانا۔

اور فقہاء کی اصطلاح میں عزل کہتے ہیں: العزل هو ان يجامع فإذا قارب الانزال نزع وانزل خارج الفرج یعنی وطی کرتے وقت جب انزالِ منی کا وقت قریب ہوجائے تو ذکر کو نکال کر منی کو باہر چھوڑ دینا تاکہ بچہ پیدا نہ ہو۔ (مرقات: ۳۴۲/۶)

(ج): عزل کا حکم مع اختلافِ ائمہ:

بعض نے مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ عمل فی نفسہ ناپسندیدہ ہے مگر خاص خاص ضرورتوں کی بناء پر اجازت بھی دی جاسکتی ہے اور اگر کسی غرضِ فاسد کی وجہ سے کیا جائے تو ناجائز ہے علاّمہ ابن الہمام لکھتے ہیں کہ عام علماء اس کو جائز اور مباح قرار دیتے ہیں۔ (التعلیق: ۳۶/۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ باندی سے عزل کرنا جائز ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا ملکِ یمین کے طور پر ہو؛ البتہ حرہ کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ باندی جو ملکِ یمین کے طور پر ہو اس سے بلا اذن عزل کرنا جائز ہے اور جو باندی بطورِ نکاح کے ہو اس سے اس کے آقا کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے، اور حرہ سے تو بلا اس کی اجازت کے عزل کر ہی نہیں سکتے۔ (مرقات: ۶/۳۴۳) یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قولِ راجح ہے۔

"ماعلیکم ان لاتفعلوا" کی تشریح:

اس جملے کی تشریح سے پہلے اتنی بات ذہن میں رہے کہ "ان" کو بکسر الھمزۃ اور بفتح الھمزۃ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور "لا" زائدہ اور برائے نفی بھی ہو سکتا ہے۔

"اِن" بکسر الھمزۃ کی صورت میں اس کی تشریح یوں کی جائے گی کہ اگر تم عزل نہ کرو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے؛ کیونکہ جس نفس کے بارے میں منجانب اللہ دنیا میں آنا مقدر ہو چکا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گا، لہٰذا عزل کرنے سے تمہارا مقصود حاصل نہ ہوگا۔

اور اگر "لا" زائدہ ہے تو مطلب ہوگا کہ اگر تم عزل کر لو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے یعنی کہ تم کو عزل کرنے کی اجازت ہے۔

اور "اَن" کو بالفتح اور "لا" کو نفی کے لیے پڑھا جائے تو مطلب ہوگا کہ تم پر لازم ہے کہ عزل نہ کرو؛ البتہ اس صورت میں ماعلیکم کا "ما" بمعنیٰ "لا" ہو کر سائل کے سوال کی نفی کے لیے ہوگا، اور علیکم جملۂ مستانفہ ہو جائے گا۔ (مرقات: ۶/۳۴۴، حاشیہ مشکوٰۃ: ۲۷۵)

۱۴۶- مشکوٰۃ شریف: ص/ ۲۷۶

عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يَغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَايَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذَالِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَالِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): غیلہ کے لغوی واصطلاحی معنیٰ اور حکم تحریر کریں۔

(ج): حدیثِ باب اور حضرت جابر کی حدیث ”و کنا نعزو القرآن ینزل“ میں تعارض ہو رہا ہے آپ اِس تعارض کا دفعیہ کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جدامہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت (آپ کے پاس) لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے کہ میں نے غیلہ سے روک دینے کا ارادہ کر لیا تھا؛ لیکن میں نے (ارادے کو ترک کر دیا؛ کیونکہ) اہلِ روم وفارس کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کی موجودگی میں غیلہ کرتے ہیں، پس اس کی وجہ سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، پھر ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (عزل کرنا) تو پوشیدہ طور پر زندہ درگور کر دینا ہے اور یہ (ایک بُری عادت ہے جو اس آیتِ کریمہ) ﴿وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ﴾ (یعنی اور جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا) کے حکم میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): غیلہ کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

غیلہ کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) چنانچہ امام اصمعیؒ اور دیگر لغویین اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ غیلہ کہا جاتا ہے عورت اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے زمانے میں اس سے جماع کرنا قال مالک الغيلة ان يمس الرجل امرأته وهي ترضع تابعه الاصمعي.

(مرقات:۲۴۶/۶) تو اس وقت اس نہی کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ عرب کا عقیدہ ہے کہ اس سے دودھ خراب ہو کر بچہ کو نقصان ہوتا ہے، اور اگر جماع قرار پائے تو دودھ خشک ہو کر کم ہو جاتا ہے اور دودھ پیتا بچہ کمزور ہو جاتا ہے۔

(۲) ابن السکیت کہتے ہیں کہ غیلہ کہا جاتا ہے زمانۂ حمل میں عورت سے جماع کرنا۔

غیلہ کا حکم:

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ غیلہ جمہور کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ خود حدیث پاک "فنظرت في الروم وفارس فإذاهم يغيلون فلايضر اولادهم ذلک شيئاً" سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے؛ لیکن چونکہ بچہ کو کچھ نقصان ہوتا ہے؛ اس لیے خلافِ اولیٰ ہے۔

(ج): حدیثِ باب اور حضرت جابر کی حدیث "وكنا نعزَ والقرآن ينزل" میں ہور ہے تعارض کا دفعیہ:

عزل کے جواز ہی کا قول صحیح ہے اب تعارض کو اس طرح دفع کریں گے کہ جن روایات میں عزل کا عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے وہ یا تو منسوخ ہیں یا مبنی بر تہدید ہیں، یا پھر ان میں اولویت کا بیان ہے۔ اور یہی جواب (یعنی بیان اولویت کا) بہتر واولیٰ ہے۔

(مرقات:۲۴۷/۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۴۷- مشکوۃ شریف: ص/۲۷۶

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِيْ بَرِيْرَةَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): باندی کو خیارِ عتق ملنے کے بارے میں اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بریرہ کے متعلق فرمایا، کہ اے عائشہؓ بریرہ کو خرید لو پھر اس کو آزاد کردو، اور بریرہ کے شوہر غلام تھے؛ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا تھا، پس انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تھا (یعنی چونکہ ان کے شوہر مغیث غلام تھے؛ اس لیے اپنے کو ان سے علیحدہ کر لیا تھا) اور اگر بریرہ کے خاوند آزاد ہوتے تو آپ بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔

(ب): باندی کو خیارِ عتق ملنے کے بارے میں اختلافِ ائمہ:

منکوحہ باندی کو اگر آزاد کر دیا جائے تو بالاتفاق اس کو خیارِ عتق ہوگا یعنی چاہے اس شوہر کے پاس رہے یا نکاح فسخ کردے؛ البتہ اگر خاوند آزاد ہے تو اس مسئلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر خاوند آزاد ہے تو پھر خیارِ عتق حاصل نہ ہوگا۔

احناف ؒ کے نزدیک مطلقاً خیار حاصل ہے خواہ خاوند غلام ہو یا آزاد۔ (مرقات:۶/۳۵۲)

احناف کی دلیل:

احناف کی دلیل حضرت عائشہ ؓ کی حدیث ہے، دار قطنی میں کہ آزاد ہونے کے بعد آپ نے اس کو فرمایا تھا: "مَلَکْتِ بُضْعَکِ فَاخْتَارِیْ" یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تفصیل خاوندِ حر و عبد، بریرہ کے ملکِ بضعہ کو خیار کے لیے علت قرار دیا ہے، لہٰذا یہ خیار دونوں صورتوں میں ثابت ہوگا خواہ خاوند آزاد ہو یا غلام۔

حدیثِ باب کا جواب:

حدیثِ باب کا جواب یہ ہے کہ: "لو کان حراً لم یخیرھا" اصل میں یہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نہیں ہے؛ بلکہ عروہ کا قول ہے؛ چنانچہ نسائی شریف میں صراحۃً مذکور ہے: "قال عروۃ لو کان حراً لم یخیرھا" لہٰذا یہ حدیث خاوند کے آزاد ہونے کی صورت میں عدمِ خیارِ عتق کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، اور بریرہ نے جو اپنے آپ کو اختیار کرلیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ بریرہ خوبصورت تھیں اور حضرت مغیث سیاہ فام تھے۔ (عینی:۲/۵۷۵)

۱۴۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۷۷

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰی صُدَاقَ امْرَأَتِہٖ مِلْأَ کَفَّیْہِ سَوِیْقًا اَوْتَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ.

(رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مہر کی مقدار کے بارے میں اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں (سے کچھ حصہ بطورِ مہر معجل کے مثلاً) دونوں ہتھیلی بھر کر ستو یا کھجور وغیرہ دے دیا تو اس نے (اپنی عورت کا بضعہ اپنے لیے) حلال کر لیا۔

(ب): مہر کی مقدار کے بارے میں اختلافِ ائمہ:

مہر کی جانب اکثر میں کوئی اختلاف نہیں جتنا چاہے مقرر کرے، اگر چہ مستحب یہ ہے کہ غلو نہ کیا جائے؛ لیکن جانبِ اقل میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کم کی بھی کوئی مقدار متعین نہیں؛ بلکہ زوجین جس مقدار پر راضی ہو جائیں تو درست ہے چاہے کم ہو یا زیادہ، گویا ان کے نزدیک نکاح بیع وفروخت کے مانند ہے۔ (ہدایہ:۲/۲۹۳، مرقات:۶/۲۵۶)

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک مہر کی اقل مقدار ربع دینار ہونا چاہیے۔ (ترمذی:۱/۲۱۱)

اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا۔ قال ابو حنیفة واصحابه اقله عشرة دراهم. (مرقات:۶/۳۵۶)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

یہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں ان احادیث سے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجین جس چیز پر راضی ہو جائیں مہر ہو سکتا ہے جیسا کہ متفق علیہ روایت ہے سہل بن سعد کی "ولو خاتمًا من حديد" اور حدیثِ باب بھی مستدل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مالکؒ کی دلیل:

امام مالکؒ دلیل پیش کرتے ہیں کہ چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے ربع دینار کے بدلے میں تو ایک عضو کا بدلہ کم سے کم ربع دینار ہوا، لہٰذا بضع بھی ایک عضو ہے پس اس کا بدلہ کم سے کم ربع دینار ہونا چاہیے تو گویا امام مالکؒ قطع الید في السرقة پر مہر کو قیاس کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دلیل:

امام اعظم ابوحنیفہؒ دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کی آیت: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَافَرَضْنَا عَلَيْهِمْ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۵۰) ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کی ہے؛ لیکن وہ مجمل ہے تو حدیث نے اس کو بیان کردیا جیسا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لامهر اقل من عشرة دراهم".

حدیثِ باب کا جواب:

حدیثِ باب کا جواب یہ ہے کہ: یہ حدیث مہر معجّل کے بارے میں ہے۔ اس حدیث کی سند میں مبشر ابن عبید اور حجاج بن ارطاۃ ہیں اور یہ دونوں ہی راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، اور ابن الہمام نے کہا کہ اس میں اسحاق بن جبرئیل راوی ہے جس کے بارے میں میزان کے اندر کہا گیا ہے: "لايعرف وضعفه الازدي" یعنی غیر معروف اور ضعیف راوی ہے، اور ایک راوی مسلم بن رومان بھی ہے جو کہ مجہول ہے۔ (مرقات: ۶/۳۶۰) اقول لوضع الحديث ينبغي ان تحمل على المعجل. قيل فيه مبشر بن عبيد والحجاج بن ارطاة وهما ضعيفان عن المحدثين، وقال ابن الهمام فيه اسحاق بن جبرئيل قال في الميزان لايعرف وضعفه الازدي ومسلم بن رومان مجهول ايضًا. (مقات: ۶/۳۶۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۴۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۸۶

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهٖ فَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اور اس کی بیوی کے مابین لعان کا حکم فرمایا؛ چنانچہ وہ (اس لعان کی وجہ سے) اس (عورت) کے بچے سے دُور ہو گیا (اس مرد سے نسب ختم کر دیا گیا) پھر آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور بچے کو عورت کے حوالے کر دیا۔

لعان کے لغوی وشرعی معنیٰ:

لفظِ لعان بابِ مفاعلۃ کا مصدر ہے لَاعَنَ، يُلَاعِنُ، مُلَاعَنَةً وَلِعَانٌ بمعنی مرد کا اپنی بیوی سے لعان کرنا بیوی پر زنا کی تہمت کی حد سے بذریعہ لعان خود کو بری الذمہ ٹھہرانا۔ (قاموس الوحید:۱۴۷۸)

لعان کی تعریف: محقق ابن الہمام نے لعان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: "وفي الفقه إسم لمايجري بين الزوجين من الشهادات بالالفاظ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

المعلومات“ (مرقات: ۶/۴۵۶) یعنی فقہ کے اندر لعان کہتے ہیں ان شہادتوں کو جو معروف الفاظ کے ساتھ زوجین کے درمیان جاری ہوتی ہیں۔

فقہی حیثیت سے لعان کی حقیقت:

پھر فقہی حیثیت سے لعان کی حقیقت میں اختلاف ہے:

امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کی حقیقت ”الإیمان المؤكدات بالشهادة“ ہے، لہٰذا ان کے نزدیک لعان کے لیے اہلِ شہادت ہونا ضروری نہیں؛ اس لیے مسلم اور اس کی کافرہ عورت کے درمیان اور عبد اور اس کی بیوی کے مابین لعان ہوسکتا ہے۔

احنافؒ کے نزدیک اس کی حقیقت ”الشهادات المؤكدات بالایمان“ ہے، لہٰذا زوجین کے لیے اہلِ شہادت ہونا ضروری ہے۔

صورۃ اللعان وطریقۂ لعان:

لعان کی صورت اور طریقہ یہ ہے کہ قاضی اور حاکم حسبِ ذیل الفاظ شوہر اور بیوی سے کہلائے، قاضی سب سے پہلے شوہر سے اس طرح ابتداء کرے کہ پہلے شوہر چار مرتبہ شہادت یعنی ہر مرتبہ ”اَشْهَدُ بِاللّٰهِ انّی لمنِ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهِ مِنَ الزِّنَا“ کے الفاظ کہے (میں اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ جو میں نے اس کو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں میں سچ بولنے والوں میں سے ہوں) اور پانچویں مرتبہ کہے: ”لعنة الله عليه انكان من الكاذبين فيما رماها به من الزناء“ (کہ اگر میں تہمت زنا لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو) اور ان سب دفعات میں اس عورت کی طرف اشارہ کرتا جائے، پھر عورت چار مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ شہادت دے: ”اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الـزنـاء"(کہ میں اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے اس تہمت میں وہ جھوٹا ہے) اور پانچویں مرتبہ کہے:"غـضـب الـلّٰـه علیها ان كان من الصادقين فيما رمانی به من الزنا" (یعنی اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو)۔

لعان کا حکم:

لعان کا حکم یہ ہے کہ اگر احدالزوجین میں سے کوئی بھی لعان سے انکا کرے تو قاضی اس کو قید کردے اور یہاں تک قید میں رکھے کہ وہ لعان کے لیے تیا ہو جائے یا اپنے آپ کو جھٹلادے"فإن امتنع منه حبسه الحاكم حتى يلاعن اويكذب نفسه". (ہدایہ:۲/۳۹۳)

لعان کے بعد کیا ہوگا؟

لعان کے بعد کیا ہوگا اس میں اختلاف ہے۔

حضرت امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک لعان کے بعد زوجین کے درمیان تفریق ہو جائے گی قضاء قاضی کی ضرورت نہیں۔

احنافؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک نفس لعان سے فرقت واقع نہیں ہوگی؛ بلکہ قضاءِ قاضی کی ضرورت ہوگی وہ تفریق کردے گا، اگر قاضی تفریق نہ کرے تو زوج کو اختیار ہے کہ طلاق دیدے۔

۱۵۰-مشکوٰۃ شریف: ص/۲۹۱

عَنْ اَبِی اَیُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَیْنَهُ وَبَیْنَ أَحِبَّتِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف میں مذکور تفریق کی ممانعت کیا صرف والد اور والدہ کے ساتھ خاص ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو بتائیں کہ اس میں اور کون سے اعزہ داخل ہیں؟

(ج): یہ حکم کس عمر تک کے لیے ہے اور اس سلسلے میں ائمہ کے کیا مذاہب ہیں تحریر کریں؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو آدمی ماں اور اس کے بیٹے مابین جدائیگی ڈالے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دوستوں کے مابیان جدائیگی ڈال دیں گے۔

(ب): کیا حدیث میں مذکور یہ تفریق والد اور والدہ کے ساتھ خاص ہے؟

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور یہ تفریق صرف والد اور والدہ کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ اس میں نابالغ بچوں کے تمام ذی رحم محرم رشتہ دار مثلاً والد، والدہ، دادا، دادی، نانا، نانی، بھائی، بہن وغیرہ داخل ہیں اور نابالغ غلام بچہ کو اس کے ذی رحم محرم سے جدا کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ بچہ اگر بالغ ہوجائے تو پھر اس کو اس کے رشتہ داروں سے جدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ج): بچہ اور اس کے ذی رحم محرم کے مابیان کس عمر تک جدائیگی کرنا ممنوع ہے؟

واضح رہے کہ ہر نابالغ بچہ کو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اس کے ذی رحم محرم سے جدا کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائز نہیں ہے؛ البتہ غلام کے بالغ ہو جانے کے بعد اس کو اس کے رشتہ داروں سے جدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنی عمر کا بچہ بالغ شمار ہوتا ہے اور جدا کرنے کی اس ممانعت کا تعلق بچہ کی کس عمر تک ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ جب بچہ کو احتلام ہونے لگے اس وقت اس کو بالغ شمار کیا جائے گا اور تفریق کی اس ممانعت کا تعلق بچہ کے احتلام ہونے تک ہے، اور حضرت امام شافعیؒ کا فرمانا یہ ہے کہ کسی بھی بچہ کے بالغ ہونے کے لیے اس کا سات یا آٹھ برس کا ہونا ضروری ہے اور اسی عمر تک حدیث میں مذکور جدائیگی کی اس ممانعت کا تعلق ہے۔

۱۵۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۹۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ وَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ، قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ، فَأُعْطِيَ شُرَكَاؤُهُ حِصَصَهُمْ، وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَاعَتَقَ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کرتے ہوئے مشترک غلام کے آزاد کرنے والے کے موسر اور معسر ہونے کی صورت میں ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی (مشترک) غلام کے اپنے حصہ کو آزاد کردے (تو اس کے لیے بہتر ہے کہ) اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کے باقی حصوں کے بقدر ہو تو انصاف کے ساتھ اس غلام کے باقی حصوں کی قیمت لگالے اور اس غلام کے دوسرے شریکوں کو ان کے حصوں کی قیمت دیدے اور وہ غلام اس کی جانب سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو غلام کا جو حصہ اس نے آزاد کیا ہے وہ آزاد ہو جائے گا (اور باقی غلام رہے گا)۔

(ب): مطلب:

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے مشترک غلام کے آزاد کرنے کے حکم کو بیان کیا ہے، واضح رہے کہ اگر ایک غلام چند شرکاء کے مابین شریک ہو اور ایک شریک اپنے حصہ کے غلام کو آزاد کرنا چاہے تو آزاد کرسکتا ہے اور یہ آزادگی نافذ ہو جائے گی؛ لیکن اب غلام کے اگلے حصوں کا کیا ہوگا؟ تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس کے متعلق ان حضرات کے تین مذاہب ہیں۔

مذہب اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے، آپ کے نزدیک اگر مشترک غلام کو آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس کے ساتھی شرکاء کو تین باتوں کا اختیار حاصل ہوگا: (۱) یا تو وہ بھی غلام میں موجود اپنے اپنے حصوں کو آزاد کردیں اور ولاء میں برابر کے شریک ہو جائیں (۲) یا بطور تاوان آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی قیمت لے لیں اور پورے غلام کو اسی کی جانب لگادیں یعنی گویا اس کو فروخت کردیں (۳) یا غلام سے سعی کرا کے اپنا حصہ وصول کرلیں اور غلام کو آزاد کردیں، اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو پھر اس کے ساتھی شرکاء کو صرف دو باتوں کا اختیار حاصل ہیں: (۱) یا تو فی سبیل اللہ یہ بھی اپنے حصوں کو آزاد کردیں (۲) یا غلام سے سعی کرا کے اپنے حصوں کی قیمت وصول کرلیں اور غلام کو آزاد کردیں۔

مذہب دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اگر غلام کو آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس کو چاہیے کہ دوسرے شرکاء کے حصوں کو بھی خرید لے اور تمام غلام اپنی جانب سے آزاد کردے اس صورت میں اس غلام کا حق ولاء اسی کو حاصل ہوگا، اور اگر آزاد کرنے والا مالدار نہیں ہے تو اس پر دوسرے شرکاء کے حصوں کو خریدنا ضروری نہیں ہے اور اس کی طرف سے آزاد کیا ہوا غلام کا حصہ آزاد ہوائے گا۔

مذہب سوم:

تیسرا مذہب حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اگر غلام کو آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس کو چاہیے کہ دوسرے شرکاء کے حصوں کو بھی خرید لے اور تمام غلام اپنی جانب سے آزاد کردے اس صورت میں اس غلام کا حق ولاء اسی کو ملے گا، اور اگر آزاد کرنے والا مالدار نہیں ہے تو غلام پر سعی کرنا ضروری ہوگا اور وہ محنت کر کیا پنے باقی حصے کو آزاد کرائے گا۔

فقہاء کے مذکورہ اختلاف کی اصل وجہ:

واضح رہے کہ مشترک غلام کی آزادگی کے متعلق فقہاء کے مابین جو اختلاف ہوا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک فعلِ عتاق تجزی کو قبول کرتا ہے، اس لیے ان حضرات کے نزدیک آدھا غلام آزاد ہو جاتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ بات الگ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے غلام کے بقیہ حصہ کو آزاد کرنے کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں، اس کے برخلاف حضرات صاحبینؒ کے نزدیک فعل عتاق تجزی کو قبول نہیں کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک آدھا غلام آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد ہوجاتا ہے اور آزاد کرنے والے پر اگر وہ مالدار ہو تو دوسرے شرکاء کے حصہ کا تاوان ادا کرنا اور اگر غریب ہو تو خود غلام کو سعی کر کے ان کے حصہ کی قیمت ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مذکورہ مذاہب ثلاثہ کے دلائل اور وجہِ استدلال:

واضح رہے کہ مشترک غلام کی آزادی کے سلسلے میں مذہبِ دوم کے قائلین حضرات ائمہ ثلاثہ نیائے نے اپنے مسلک پر مذکورہ فی السوال حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں مشترک غلام کی آزادی کے متعلق بالکل واضح حکم ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آزاد کرنے والا شریک مالدار ہے تو وہ بقیہ شرکاء کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کردے اور تمام غلام کو اپنی جانب سے آزاد کردے اور اگر وہ غریب ہے تو پھر غلام کا جتنا حصہ اس نے آزاد کیا ہے وہ آزاد ہوگا اور بقیہ حصہ دوسرے شرکاء کا مملوک رہے گا، پس اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مشترک غلام کے اپنے حصہ کو آزاد کرنے والے پر مالدار ہونے کی صورت میں دوسرے شرکاء کے حصہ کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ غریب ہے تو غلام میں سے صرف اس کا حصہ آزاد ہوجائے گا۔

مذہبِ سوم کے قائلین حضرات صاحبینؒ نے اپنے مسلک پر حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث: ”من اعتق شقصا في عبد اعتق كله ان كان له مال فإن لم يكن له مال استسعى العبد غير مشقوق عليه“ سے استدلال کیا ہے، وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص (مشترک) غلام کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اپنے حصہ کو آزاد کردے تو وہ پورا غلام آزاد ہو جاتا ہے پس اگر ازاد کرنے والے کے پاس مال ہو (تو وہ اپنے بقیہ شرکاء کو عطاء کردے اور غلام کو اپنی جانب سے آزاد کردے) اور اگر مال نہ ہو تو غلام دوسرے شرکاء کے حصوں کے بقدر سعی پر مامور کیا جائے گا؛ لیکن اس کو مشقت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا، اس روایت سے ان حضرات نے اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں مشترک غلام کے ایک حصہ کو آزاد کرنے کی صورت میں مکمل غلام کو آزاد قرار دیا ہے اور آزاد کرنے والے پر اگر وہ مالدار ہو تو بقیہ شرکاء کے حصوں کی قیمت کے ادا کرنے کو اور اگر مالدار نہ ہو تو غلام پر سعی کرنے کو لازم کیا ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صورت میں یہی طریقہ اختیار کیا جائے گا، اس کے علاوہ کسی اور طریقہ کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

مذہبِ اوّل کے قائل حضرات امام ابوحنیفہؒ نے اپنے مسلک پر مذکورہ فی السوال حدیث اور حضرات صاحبینؒ کی پیش کردہ دلیل سے استدلال کیا ہے اور ان دونوں کے مجموعہ سے اپنے مسلک کو ثابت کیا ہے۔ وجہِ استدلال بالکل واضح ہے، مزید تفصیل لاحاصل ہے۔

۱۵۲- مشکوٰۃ شریف: ص/۲۹۵

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بِعْنَا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا عَنْهُ فَانْتَهَيْنَا. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ام ولد کی تعریف کریں اور بتائیں کہ ام ولد کی بیع جائز ہے یا نہیں اختلاف علماء مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام ولد کی بیع کی؛ لیکن جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ہم کو بیع ام ولد سے منع فرمادیا، پس ہم اس سے باز آگئے۔

(ب): ام ولد کی تعریف:

ام ولد وہ باندی کہلاتی ہے جس کے ساتھ اس کے مولیٰ نے جماع کیا ہو اور اس کے نتیجہ میں اس نے بچہ جنا ہو۔

ام ولد کی بیع جائز ہے یا نہیں اختلاف علماء:

اس میں اختلاف ہے کہ اس کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟
چنانچہ بعض اہلِ ظاہر کے نزدیک اس کی بیع جائز ہے۔
لیکن جمہور صحابہ وتابعین اور جمہور ائمہ کے نزدیک اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

اہلِ ظاہر کی دلیل:

اہلِ ظاہر دلیل پیش کرتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیثِ باب سے۔

جمہور کی دلیل:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إذا ولدت امة الرجل فهي معتقة عن دبر منه اوبعده. (مشکوٰۃ:۲۹۵) یعنی کہ جب یہ معتقہ ہوگئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو اس کی بیع کیسے جائز ہوگی؟ اسی طرح جب حضرت ماریہ قبطیہ کے فرزند ارجمند ابراہیم پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''اعتقھا ولدھا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اس کے عدمِ جواز پر۔ (درسِ مشکوۃ:۵۲/۳)

حدیثِ باب کا جواب:

حدیثِ باب کا جواب یہ ہے کہ پہلے ام ولد کی بیع جائز تھی پھر منسوخ ہوگئی؛ لیکن یہ نسخ عام طور پر مشہور نہیں ہوا تھا اسی اعتبار سے لوگ بیع کرتے تھے، اور صدیق اکبر کے زمانہ میں بعض لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا ہو، اس لیے بیع کرتے تھے، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ عام طور پر مشہور ہوگیا، اور تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا، اور ایسے بہت مسائل ہیں جو پہلے مشہور نہیں ہوئے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مشہور ہوئے اور اجماع ہوگیا۔ (مقات:۵۶۸/۶)

۱۵۳- مشکوۃ شریف: ص/۲۹۷

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''گناہ کی نذر پوری نہیں کی جائے گی اور اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے''۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث شریف کی تشریح:

نذر معصیت میں وجوبِ کفارہ کے متعلق اختلافِ ائمہ:

نذر معصیت کے بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس کو پورا نہیں کیا جائے گا یعنی اگر کوئی کسی معصیت کے متعلق نذر کرے مثلاً یہ نذر کی کہ میں فلاں شخص کو قتل کروں گا تو بالاتفاق اس کا اعتبار نہیں، اور نہ اس کو پورا کیا جائے گا؛ بلکہ اس میں معصیت بالائے معصیت ہوگی؛ لیکن اختلاف اس میں ہوا کہ ایسی صورت میں کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

تو امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک اس میں کفارہ یمین واجب ہوگا۔

(مرقات: ۶/۲۰۵)

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی دلیل:

یہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ حدیث سے، اور وجہِ استدلال یہ ہے کہ یہاں کفارہ کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا، اگر کفارہ واجب ہوتا تو آپ ضرور ذکر فرماتے، لہٰذا کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

یہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث سے: "کفارۃ النذر کفارۃ الیمین" (مسلم) تو یہاں مطلق نذر میں کفارہ یمین کیا گیا خواہ طاعت کا ہو یا معصیت کا۔

عن عائشۃؓ قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانذر في معصیۃ و کفارته کفارۃ یمین. (ترمذی ونسائی) کہ اس میں صاف بتلایا گیا کہ نذر معصیت میں کفارۂ یمین ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی دلیل کا جواب:

ان حضرات نے حضرت عائشہؓ کی جو حدیث پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں کفارہ کا ثبوت ونفی کا کوئی ذکر نہیں کیا اور عدمِ بیان سے عدمِ ثبوت لازم نہیں آتا، جبکہ دوسری حدیث میں صراحۃً کفارہ کا ذکر ہے۔

نذر کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

نَذْرٌ: یہ باب نَصَرَ وضَرَبَ کا مصدر ہے، نَذَرَ، یَنْذُرُ، نَذْرًا وَنُذُوْرًا بمعنی کوئی چیز اپنے اوپر لازم کرلینا، منت ماننا، اور اصطلاحِ شرع میں نذر کہا جاتا ہے کسی امر کے پیش آنے پر غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کرنا مثلاً یہ کہنا کہ اگر فلاں کام ہوجائے تو مجھ پر دو روزے ہیں۔

۱۵۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۰۰

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ النَّضْرِ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): قصاص کے لغوی واصطلاحی معنیٰ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصاص کا حکم دینے کے باوجود صحابیؓ کا قسم کھا کر آپ کے حکم کی مخالفت کرنے کا مقصد تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رُبیّع نے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، ایک انصاری لڑکی کے دانت توڑ دیے، پس وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینے کا حکم صادر فرمایا (کہ رُبیع کے بھی دانت توڑ دیے جائیں) چنانچہ حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا نہیں ہوگا، ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انس! اللہ کا حکم بدلہ لینے کا ہے؛ لیکن (خدا نے ایسا کیا کہ) لڑکی کے خاندان والے دِیّت (مالی معاوضہ) قبول کرنے پر راضی ہو گئے (اور رُبیّع کے دانت نہیں توڑے گئے) پس آپ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالیں تو خداوند تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتا ہے۔

(ب): قصاص کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

قصاص بکسر القاف بابِ مفاعلۃ کا مصدر ہے جس کے معنیٰ باہم برابری کرنا؛ چونکہ قتل وغیرہ ظلم ہیں، ایک آدمی دوسرے کو جتنا نقصان پہنچائے گا دوسرکو اتنا ہی بدلہ لینا جائز ہے، اس سے موئے برابر زیادتی کرنا جائز نہیں؛ اس لیے اس بدلہ لینے کو قصاص کہا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قَصَّ یَقُصُّ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ پیچھا کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

اور چونکہ ولی المقتول قاتل کا پیچھا کرتا ہے؛ اس لیے قصاص کہتے ہیں۔
اور اصطلاحِ شرع میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنیا ور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔

(ج): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصاص کا حکم دینے کے باوجود صحابیؓ کا قسم کھا کر آپ کے حکم کی مخالفت کرنے کا مقصد:

حضرت انس بن نضر کا لا واللہ لاتکسر ثنیتھا یا رسول اللہ! کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت یا آپ کے حکم کی تردید کے لیے نہیں تھا؛ بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات والی صفات اور اس کے فضل سے اتنی توقع اور امید تھی کہ خصم یعنی لڑکی کے رشتہ دار اللہ کے لیے معاف کر کے دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے، اسی وجہ سے آپ نے قوم کے راضی ہو جانے کے بعد حضرت انس کے قول کی تعریف فرمائی۔ (مرقات: ۲۰/۷)

۱۵۵- مشکوٰۃ شریف: ص/ ۳۰۱

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، أَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِيْ عَهْدِهِ. (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): مطلب بیان کریں۔
(ج): امان دینے کے کیا شرائط ہیں ان کو بیان کریں۔
(د): "ولا یقتل مؤمن بکافر" سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کسی کافر کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، اگر یہ حدیث حنفیہ کے خلا ہو تو اس کا قابلِ قبول جاب دینے کی کوشش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں، ادنیٰ مسلمان بھی امن دے سکتا ہے (اور اس کے امن کو پورا کرنا ضروری ہے) اور دُور کا رہنے والا بھی پناہ دے سکتا ہے (اگر چہ اس سے نزدیک والا موجود ہو) اور ہر مسلمان اپنے مخالفین کے خلاف دوسرے مسلمان کی مدد کرے اور کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی ذمی کو اس عہد کے وقت قتل کیا جائے۔

(ب): مطلب:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں خون کے اعتبار سے برابر ہیں، قصاص یا دیت میں ان کے درمیان شریف اور کمتر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے جس طرح کمتر یا نیچے خاندان کے کسی شخص کو اس کے جرم کی بنیاد پر سزا دی جائے گی، اسی طرح شریف یا اونچے خاندان کے شخص کو بھی اس کے جرم پر سزا دی جائے گی، حدودات میں اسلام نے آپس کے فرق کو یکسر ختم کر دیا ہے۔

قولہٗ: یسعٰی بذمتھم أدناھم: اس کا مطلب یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کسی کو امن دے سکتا ہے یہاں پر ادنیٰ کے دو معنیٰ ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ عدد کے اعتبار سے ادنیٰ ہو یعنی کم ہو دوسرے یہ کہ حیثیت کے اعتبار سے ادنیٰ ہو یعنی معاشرہ میں کمتر ہو، پہلی صورت کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر ایک شخص بھی امان دیدے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس کے امان کو پورا کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر کم حیثیت کا آدمی مثلاً غلام یا عرت بھی کسی کو پناہ دیدے تو تمام مسلمان اس کو پورا کریں گے۔

قولہٗ: وهم يدعلى من سواهم: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اگر کافروں کے خلاف مسلمانوں سے لڑائی کی اپیل کی جائے تو سب مسلمانوں کو جانا ضروری ہے اور جب مدد مانگی جائے تو ایک کو دوسرے کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔

قولہٗ: لايقتل مسلم بكافر ولاذوعهد في عهده: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مؤمن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی ذمی کو اس کے امان کے وقت میں قتل کیا جائے۔

امان دینے کے کیا شرائط ہیں:

واضح رہے کہ کسی کو امان دینے اور امان کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) عاقل ہونا، پس مجنون کی امان معتبر نہیں ہے۔ (۲) مسلمان ہونا (یعنی امان دینے والے کا اہلِ ایمان ہونا)، پس کافر کی امان معتبر نہیں ہے۔ (۳) بالغ ہونا، پس نابالغ بچہ جو سمجھ نہ رکھتا ہو اس کی امان معتبر نہیں ہے، اِلّا یہ کہ اس کے بڑے اس کی تصدیق کردیں تو پھر بڑوں کی تصدیق سے اس کی امان معتبر ہو جائے گی۔

(د): کیا یہ حدیث احناف کے خلاف ہے؟

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال یہ حدیث بظاہر احناف کے خلاف ہے؛ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ احناف کے خاف نہیں ہے؛ بلکہ احناف کے اس مسلک کے عین موافق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے دوران ذمہ کسی ذمی کافر کو قتل کردیا تو قصاص میں اس مسلمان کو قتل کیا جائے گا اور یہ حدیث احناف کے اس مسلک کے موافق بایں طور ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ اس حدیث کے جملے ”لا یقتل مؤمن بکافر“ اور ”ولا ذو عهد في عهده“ دو الگ الگ جملے نہیں ہیں؛ بلکہ دونوں ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا جملہ معطوف علیہ ہے اور دوسرا جملہ معطوف ہے، اب ”ولا ذو عهد“ کا عطف ”بکافر“ پر تو ہو نہیں سکتا؛ اس لیے کہ اگر ”بکافر“ پر اس کا عطف مانیں گے تو اس کو مجرور یعنی ”ذی عهد“ ہونا چاہیے تھا؛ اس لیے لامحالہ اس کا عطف ”مؤمن“ پر ہے، اور عبارت اس طرح ہے: ”ولا یقتل مؤمن بکافر ولا ذو عهد في عهده“ اور کافر سے مراد حربی کافر ہے اور چونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے؛ اس لیے اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی مسلمان کو کسی کافر حربی کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اور ذو عہد کو بھی کسی کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

۱۵۶- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۰۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنِيْنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قُضِيَ عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيْرَاثَهَا لِبَنِيْهَا وَزَوْجِهَا وَالْعَقْلُ عَلٰى عَصَبَتِهَا.

(متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث مذکورہ میں بیان کردہ قصہ کی تفصیل لکھتے ہوئے بتائیں کہ بنی لحیان اور ہذیل ایک ہی قبیلہ کے نام ہیں یا الگ الگ قبیلوں کے نام ہیں؟

(ج): غرہ اور عقل کی تشریح تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت کے اس بچہ کی دیت میں جو مردہ ہو کر گر گیا تھا غرہ یعنی ایک غلام یا باندی کو واجب کیا تھا پھر جب وہ عورت (جس کے عاقلہ پر آپ علیہ السلام نے غرہ واجب کیا تھا) مرگئی تو آپ علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹوں اور خاند کے لیے ہے اور اس کی دیت اس کے عصبات پر واجب ہے۔

(ب): حدیث مذکورہ میں قصہ کی تفصیل:

اس حدیث شریف میں جس قصہ کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قبیلۂ بنی لحیان کے ایک شخص حمل بن مالک بن نابغہ کی دو بیویاں ملیکہ اور ام غلطیف ایک مرتبہ آپس میں کسی بات پر لڑ پڑیں اور جھگڑا اتنا ہوا کہ ان میں سے ایک نے دوسری کے پیٹ پر ایک پتھر دے مارا پتھر جس کے پیٹ پر لگا وہ حاملہ تھی پتھر کی ضرب سے اس کے پیٹ کا جنین مرگیا اور حمل ساقط ہو کر گر پڑا، اہلِ معاملہ اس قضیہ کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ جنین کے بدلہ میں مارنے والے پر ایک غرہ یعنی ایک غلام یا باندی لازم ہے؛ لیکن بعد میں یہ عورت جس پر حضور علیہ السلام نے غرہ کو لازم کیا تھا انتقال کر گئی تو پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کی میراث اس کے بیٹوں اور خاوند کے لیے ہے اور جنین کی دیت اس کے عصبات پر ادا کرنا لازم ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بنی لحیان اور ہذیل ایک ہی قبیلے کے دو نام ہیں یا الگ الگ قبیلے ہیں؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مذکرہ میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے یہ قبیلۂ بنی لحیان کی دو عورتوں کا ہے، جبکہ ایک دوسری روایت میں یہی واقعہ قبیلۂ بنی ہذیل کی دو عورتوں کی جانب منسوب کیا گیا ہے تو کیا لحیان اور ہذیل ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں یا یہ دونوں الگ الگ قبیلے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ایک ہی قبیلہ کے نام ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہذیل ایک بڑا قبیلہ ہے اور لحیان اس کی ایک شاخ کا نام ہے، اور ان دونوں عورتوں میں سے ایک کا تعلق خاص قبیلۂ ہذیل سے تھا اور دوسری ہذیل کی شاخ قبیلۂ بنی لحیان سے متعلق تھی اور چونکہ یہ دونوں ایک قبیلے ہیں؛ اس لیے کسی روایت میں ان دونوں کو لحیانی اور کسی میں ہذیلی کہہ دیا گیا ہے۔

(ج): غرہ کی تشریح:

غرہ اصل میں گھوڑے کی پیشانی پر موجود سفیدی کو کہتے ہیں اور عوام الناس کی اصطلاح میں اس کا اطلاق عمدہ مال پر کیا جاتا ہے اور غلام و باندی بھی چونکہ عمدہ مال ہوتے ہیں اس لیے حدیث مذکورہ میں ان پر بھی اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ غرہ فقہاء کی اصطلاح میں پوری دیت کے بیسویں حصہ کو کہتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی بھی انسان کو پوری دیت دراہم کے اعتبار سے دس ہزار درہم ہوتی ہے ان دس ہزار دراہم کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم عند الفقہاء غرہ کہلاتا ہے۔

عقل کی تشریح:

عقل کے لغوی معنیٰ کسی چیز کو باندھنے اور روکنے کے آتے ہیں اور اصطلاح میں عقل مقتول کی دیت کو کہا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واضح رہے کہ عقل کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کے مابیان مناسبت یہ ہے کہ اہلِ عرب مقتول کی دیت اونٹ وغیرہ کو مقتول کے گھر لاکر باندھا کرتے تھے نیز اس کی ادائیگی کے بعد وہ مزید کسی طرح کے خون وخرابہ کرنے سے رُک جایا کرتے تھے؛ اس لیے وہ اپنے زمانے میں دیت کے اس مال کو عقل سے تعبیر کرتے تھے۔

۱۵۷-مشکوٰۃ شریف: ص/۳۱۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ إِذَارَأَیْتُ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَایُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَایُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَیَّنَ زَنَاهَا فَلْیَبِعْهَا وَلَوْبِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کی لونڈی زنا کا ارتکاب کرلے پھر اس کا زنا کرنا ظاہر وثابت ہوجائے تو اس پر حد جاری کرے اور اس کو عار نہ دلائے پھر اگر زنا کرے تو اس پر حد جاری کرے اور اس کو عار نہ دلائے، پھر اگر تیسری بار زنا کرلے اور اس کا زنا کرنا ثابت ہوجائے تو اس کو بیچ ڈالے اگرچہ بالوں کی رسی کے عوض (ہی کیوں نہ بیچنا پڑے)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح:

إذا زنت امة احدكم الخ: یعنی اگر کسی شخص کی باندی سے زنا کاری کا صدور ہوجائے اور دلائل وشواہد وغیرہ کے ذریعے زنا کا مکمل ثبوت حاصل ہوجائے تو اب باندی پر حدّ زنا قائم کی جائے گی؛ لیکن باندی کی حدِّ زنا آزاد کی حد زنا کے نصف ہوگی یعنی کہ پچاس کوڑے اور باندی پر رحم نہیں کیا جائے گا "لا يثرب عليها" حد زنا کی مشروعیت سے پہلے طریقہ تھا کہ باندی کو عار دلا کر یا لعن طعن کر کے چھوڑ دیا کرتے تھے؛ لیکن حد زنا کی مشروعیت کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا اور عار دلانے وغیرہ سے منع کردیا گیا؛ کیونکہ حد زنا کی صورت میں اپنے گناہ سے پاک ہوگئی اور گناہ کا کفارہ بھی ادا کردیا، لہٰذا اب اس پر لعن طعن کرنے کا کیا مطلب اور یہ حکم فقط لونڈیوں ہی کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ حرائر وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے؛ لیکن لونڈیاں چونکہ توبیخ وسرزنش کا محل ہوتی ہیں، اسی لیے بطورِ خاص ان کا حکم بیان کردیا۔

فليبعها ولو بحبل من شعر: حدیث کا ظاہر لفظ تو دلالت کرتا ہے کہ اگر باندی سے فعلِ زنا کا صدور بار بار ہو مثلاً تین بار ہوجائے تو اب تیسری مرتبہ حد جاری کرنے سے پہلے ہی آقا کو چاہیے کہ بیچ ڈالے؛ لیکن آقا کو اختیار ہے کہ چاہے تو اجرائے حد کے قبل بیچے یا بعد میں بیچے دونوں صورتیں جائز ہیں۔

باندی کی حد زنا:

صاحبِ مرقات المفاتیح نے لکھا ہے کہ باندی کی حد زنا منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ دونوں صورتوں میں جلد وکوڑے لگانا ہے مگر حرائر کی حد زنا کی نصف حد ہے۔

مولیٰ کے خود اپنی باندی کو بطورِ حد کے کوڑے مارنے میں فقہاء کا اختلاف:

عبد اور باندی اگر زنا کرلے تو امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کا مولیٰ بھی حد لگا سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مولیٰ اپنے غلام پر حد جاری نہیں کرسکتا ہے، ہاں! اگر حاکم اجازت دیدے تو جاری کرسکتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

یہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مذکرہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کا مولیٰ جلد لگائے۔

قال علیہ السلام اقیموا الحدود علیٰ ماملکت ایمانکم، کہ یہاں خطاب مولیٰ اور آقا کو ہے، لہٰذا حق جلد آقا ہی کو ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

امام ابوحنیفہؒ دلیل پیش کرتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کی حدیث سے:

أنہ علیہ السلام قال اربع الی الولاۃ الحدود، والصدقات والجمعات والفیئ. (ترمذی:۲۶۶/۱)

دوسری دلیل: یہ ہے کہ حدود وقصاص قائم کرنا انتظام عالم کو باقی رکھنے کے لیے ہے اور یہ حاکم کا کام ہے، دوسروں کے کرنے میں انتظام عالم میں خلل واقع ہوگا۔

حد کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لغت میں حد کے معنیٰ روکنا اَلْحَدُّ واحد، جمعہ حُدُوْدٌ بمعنیٰ مجرم کے لیے شرعاً واجب ہونے والی مخصوص سزا۔

اور اصطلاحِ شرع میں حد کہا جاتا ہے ایسی سزا کو جو شریعت نے برائے حق اللہ مقرر ومتعین کی ہے۔ (درسِ مشکوٰۃ:۸۸/۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۵۸- مشکوۃ شریف: ص/۳۱۵

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَكْرٍ اَرْبَعِيْنَ . (متفق عليه) وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ اَرْبَعِيْنَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مقدارِ حدِ خمر میں اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب (کے پینے) میں کھجور کی ٹہنی (چھڑی) اور جوتوں سے مارا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے والے کو جوتوں اور کھجور کی ٹہنی سے چالیس کوڑے مارتے تھے۔

(ب): مقدارِ حدِ خمر میں اختلافِ ائمہ:

شاربِ خمر کو حد کا لگایا جانا باجماعِ امت ثابت ہے؛ لیکن مقدارِ حد میں اختلاف ہے۔

حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ (ایک روایت میں) کے نزدیک شربِ خمر کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ (ایک روایت میں) کے نزدیک شربِ خمر کی حد اسّی کوڑے ہیں۔ (مرقات: ۷/۲۰۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعیؒ کی دلیل:

امام شافعیؒ کی دلیل حدیث الباب ہے؛ چنانچہ انسؓ کی پہلی روایت میں تو حد کا ذکر بلا تعین عدد کے ہے اور دوسری روایت میں (جو یہاں مرقوم ہوئی) اس عدد کی تعیین کی گئی ہے اور وہ چالیس ہے اور ابوبکرؓ بھی چالیس کوڑے مارتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی دلیل:

عن عبداللّٰه بن عمر ان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قالمن شرب بسقة خمر فاجلدوه ثمانين. (طحاوی:۲/۷۷)

حدیثِ باب کی توجیہ:

حدیثِ باب کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلکہ حضرت عمرؓ کی ابتدائے خلافت تک چالیس کوڑے لگانے پر ہی عمل تھا؛ لیکن جب عیاشی و عیش وعشرت میں اضافہ ہوکر شربِ شراب کی کثرت ہونے لگی، تو حضرت عمرؓ نے حدِ خمر میں شدت وغلظت اختیار فرمائی اور اسی کوڑوں پر صحابۂ کرام کا اجماع ہوگیا۔ (مرقات:۷/۲۰۶)

۱۵۹- مشکوۃ شریف: ص/۳۱۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَا وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْاٰخِرَةِ.

(رواه مسلم)

(الف): اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں ہمیشہ شراب پیتا رہے گا، یہاں تک کہ بغیر توبہ کیے مرا اس حال میں کہ وہ اس کا عادی تھا تو اس کو آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

اختلاف الفقهاء في احكام الاشربة:

خمر بالاجماع حرام ہے اور اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن کریم نے اس کو رِجس وگندگی قرار دیا ہے؛ چنانچہ (۱) اس کی ذات حرام ہے اس کی حرمت نشے پر موقوف نہیں (۲) ناپاک بہ نجاستِ غلیظہ ہے جیسے پیشاب (۳) اس کو حلال قرار دینے والا کا رہے؛ اس لیے کہ وہ نص قطعی کا منکر ہے (۴) خمر مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں؛ البتہ خمر کے تفصیلی احکام میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور احنافؒ میں سے محمد بن حسنؒ اور جمہورؒ کا مسلک یہ ہے کہ تمام اشربہ مسکرہ کو خمر کہا جاتا ہے ان کا قلیل وکثیر حرام ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، ابراہیم نخعیؒ اور بعض اہلِ بصرہؒ کے نزدیک اشربہ محرمہ تین قسموں پر ہیں:

(۱) خمر: اس کا قلیل وکثیر حرام ہے، اس کے پینے والے پر حد لگائی جائے گی اور یہ نجس العین ہے اور اس کی بیع وشراء حرام ہے، اس کا مستحل کافر ہے۔

(۲) اشربہ ثلاثہ محرمہ: طلاء، نقيع التمر، نقيع الزبيب، یہ تینوں قسمیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بھی ان کے نزدیک خمر ہیں، ان کا قلیل وکثیر حرام ہے؛ البتہ ان تینوں اشربہ کا خمر ہونا ظنی ہے، پہلی قسم کی طرح قطعی نہیں ہے، اس وجہ سے ان کے قلیل پینے پر حد واجب نہ ہوگی، لان الحدود تندرئ بالشبہات ہاں قدر مسکر پینے پر حد لازم آئے گی۔

(۴) ان چار قسموں کے علاوہ نشہ آور چیزیں جو نبیذ کہلاتی ہیں جیسے گیہوں، جو، شہد وغیرہ کی شرابیں حنفیہ کے نزدیک اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس کا قلیل (غیر مسکر) حرام نہیں، قدر مسکر حرام ہے۔

جمہور کی دلیل:

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام. (مشکوۃ:۳۱۷)

(۲) عن نعمان بن بشیر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من العنب خمراً وإنّ من التمر خمراً وإنّ من العسل خمراً وإنّ من البُرّ خمراً وإنّ من الشعیر خمراً. (رواہ ابوداؤد)

ان دونوں حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ خمر انگور کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

احناف کی دلیل:

احناف اہلِ لغت کے اقوال سے دلیل پیش کرتے ہیں؛ کیونکہ کسی چیز کی حقیقت لغت ہی سے معلوم کی جاسکتی ہے اور تمام اہلِ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خمر ایک خاص شراب کا نام ہے، جو انگور سے بنائی جاتی ہے، اسی لیے عام استعمال میں خمر کہنے سے اسی خاص شراب کو سمجھا جاتا ہے اور دوسری شرابوں کے لیے مختلف نام ہیں جیسے نبیذ، نقیع، سکر۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عن ابن عمر في قصة قال: امّاالخمر فحرام لاسبيل اليها وامّا ماسواها من الاشربة وكل مسكر حرام. (اخرجہ عبدالرزاق فی مصنفہ)

خمراور نبیذ کے درمیان فرق:

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اشربہ محرمہ چار ہیں: (۱) عصیر العنب یعنی کچے انگور کا پانی (۲) طلاّء یعنی انگور کا پانی جس کو تھوڑا سا پکا دیا گیا ہو (۳) سکر یعنی کھجور کا شیرہ (۴) نقیع الزبیب یعنی کشمش کا شیرہ۔

چنانچہ خمر کا اطلاق ان اشربۂ اربعہ میں سے فقط عصیر العنب پر ہوتا ہے اور نبیذ انگور کے علاوہ دیگر چیزوں کے دانوں اور پھلوں وغیرہ سے بنائی جاتی ہے، لہٰذا انگور کے علاوہ پھلوں وغیرہ کے پانیوں پر نبیذ کا اطلاق ہوگا و لا يطلق لفظ الخمر الّا على الاوّل من الاربعة وامّاماسواها فيتخذ النبيذ من كل شيء من الحبوب والثمار والالبان وتسمى هذه الاقسام بالانبذة. (حاشیہ ترمذی:۲/۷)

خمراور نبیذ کا حکم:

خمر کا قلیل وکثیر سب حرام ہے، ان قليلها وكثيرها حرام. (حاشیہ ترمذی:۲/۷)

اور نبیذ کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نبیذ کی قلیل مقدار جس میں ابھی سکر ونشہ نہ پیدا ہوا ہو حلال ہے اگر عبادت میں تقویت حاصل کرنے کی غرض سے ہو، اور اگر مستی کے طور پر استعمال کرے گا تو قلیل غیر مسکر بھی حرام ہے اور اگر کثیر مسکر ہو یا قلیل مسکر ہو تو اس کا استعمال کرنا حرام ہے یہی امام ابو یوسفؒ کا بھی مسلک ہے۔

ائمہ ثلاثہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر مسکر چیز کا قلیل وکثیر حرام ہے، لہٰذا نبیذ کا قلیل وکثیر بھی حرام ہوگا، احناف کے یہاں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ (حاشیہ ترمذی:۲/۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۶۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۱۹

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ اَوْيَدْعُوْا لِعَصَبِيَّةٍ اَوْيَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلٰی اُمَّتِیْ بِسَيْفِهٖ يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَايَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَايَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَيْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص امام کی اطاعت وفرماں برداری سے نکل جائے اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرلے اور پھر اسی حال میں مرجائے تو اس کا مرنا جاہلیت پر مرنے کے مرادف ہے اور جس شخص نے کسی ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کی جس کا حق وباطل ہونا ظاہر نہ ہو درانحالیکہ تعصب سے غضبناک ہو اور تعصب ہی کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف بلائے یا تعصب کے طور پر کسی کی مدد کرے (یعنی لڑنا، غضبناک ہونا، لوگوں کو اپنی طرف بلانا، مدد کرنا سبھی کچھ عصبیت کی بنیاد پر ہو) پھر وہ (اسی حالت میں) مارا گیا (قتل کردیا گیا) تو اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مارا جانا (قتل کیا جانا) جاہلیت پر مارے جانے کے مرادف ہے، اور جس شخص نے میری امت کے خلاف تلوار اُٹھائی (اور اس کے ذریعے) میری امت کے ہر اچھے بُرے آدمی کو مارا اور میری امت کے مسلمانوں کی پرواہ نہ کی اور اس نے عہد والے کے عہد کو پورا نہ کیا تو وہ نہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔

(ب): حدیث شریف کی تشریح:

من خرج من الطاعة الخ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے حاکم و سربراہ کی مخالفت کی اور اپنی جمعیت و پارٹی سے الگ تھلگ رہنے لگا یعنی ملّتِ اسلامیہ کی ہیئت اجتماعیہ سے بالکل کنارہ کش ہو گیا، اور اہلِ اسلام کی اجماعی اور متفق علیہ باتوں میں مخالفت کرنے لگا اور خدانخواستہ اسی مخالفت اور علیحدگی ہی کے زمانے میں اس کو موت بھی آ گئی تو اس کی موت گویا کہ جاہلیت پر ہوئی کہ اہلِ جاہلیت بھی امام ہدیٰ و سربراہ کی اطاعت کے بجائے ان سے منہ موڑ کر تمام اُمور میں ظلم واستبداد سے کام لیتے تھے اور کسی مسئلے اور رائے پر مجتمع و متفق نہیں ہوتے تھے۔

من قتل تحت رأية عميّة الخ: اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کسی غیر معمول مسئلے پر اکٹھا ہو جائیں کہ جس کی حقانیت و بطلان کا ذرا بھی علم نہ ہو اور مزید براں لوگوں کو بھی اس میں شرکت کرنے اور جنگ کرنے کی دعوت دیں اور مخالف جماعت پر بھی غضبناک ہوں اور یہ سب کچھ فقط اور خاندانی عصبیت کی بنیاد پر ہو دین و مذہب سے اس کا دُور دُور تک کا کوئی تعلق نہ ہو، اور پھر اسی نازک حالت میں اس کو قتل کر دیا گیا تو اس کا قتل کیا جانا بھی جاہلیت کی قتل کے مرادف ہے؛ کیونکہ اہلِ جاہلیت اپنی قوم و برادری کی مدد کے لیے حق و ناحق کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہیں کرتے تھے۔

ومن خرج على امتي بسيفه الخ: یعنی اگر کسی شخص نے میری امت کے خلاف تلوار اُٹھائی اور میدانِ جنگ میں آپہونچا اور بلا امتیاز و تفریق میری امت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہر اچھے بُرے شخص کی گردنیں مارنے لگا اور کسی مسلمان کے قتل کرنے کے گناہ اور اس کی سزا کی پرواہ کیے بغیر قتل عام میں مصروف رہا، یہاں تک کہ کسی معاہدہ وغیرہ کی بھی پرواہ نہ کی تو میرا اس سے کوئی تعلق ورشتہ باقی نہ رہا یعنی وہ میرے طریقہ سے خارج ہے۔

(مرقات:۷/۳۵۰-۳۵۱)

عصبیت کے معنی:

العصبية اعانة قومه على الظلم، یعنی ظلم وناحق پر بھی اپنی قوم کی مدد کرنا۔

(حاشیہ مشکوۃ:۶/۴۱۹، مرقات:۷/۳۵۱، مشکوۃ شریف:۳۲۷)

۱۶۱- مشکوۃ شریف: ص/۳۲۷

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً فَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ اَنَّهَا دَابَّتُهُ نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ.

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ اِدَّعَيَا بَعِيْرًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): دونوں حدیثوں کے صورتِ مسئلہ کو اس طرح بیان کیجیے کہ تعارض ختم ہو جائے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے (دربارِ رسالت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں) ایک جانور کا دعویٰ پیش کیا پھران میں سے ہر ایک نے (اپنے دعوے پر بیّنہ (بھی) قائم کردیا کہ وہ بے شک اسی کا جانور ہے اور اس نے اس کو جنوایا ہے (یعنی کہ نرکو مادہ پر اسی نے چھوڑا تھا، جس کے نتیجے میں یہ بچہ پیدا ہوا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کا فیصلہ اس شخص کے حق میں فرمایا جس کے قبضے میں (وہ جانور) تھا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شخصوں نے ایک اونٹ کے بارے میں دعویٰ کیا پھر ان دونوں میں سے ہر ایک نے بینہ بھی قائم کردیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (اونٹ) کو دونوں کے درمیان آدھا آدھا کر کے تقسیم کردیا۔

(ب): دونوں حدیثوں کے صورتِ مسئلہ میں تعارض کا دفعیہ:

پہلی روایت کا صورتِ مسئلہ اس طرح ہے کہ ایک جانور کے بارے میں دو شخصوں نے بارگاہِ رسالت میں مقدمہ دائر کیا اور دونوں ہی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا جانور ہے اور دونوں نے بینہ بھی پیش کردیا تو فیصلے کیطور پر یہ حکم صادر کیا گیا کہ جانور جس کے قبضے میں موجود ہے وہی اس کا مالک ہے۔ إذا تداعى رجلان دابةً او شيئـًا وهو في يد احدهما فهو لصاحبِ اليد ويحلف عليه إلّا ان يقيم الآخر بينةً فيحكم له به فلو اقام كل واحد منهما بينة ترجح بينة صاحب اليد. (مرقات: ۳۳۸/۷)

دوسری روایت کا صورتِ مسئلہ اس طرح ہے کہ ایک اونٹ کے بارے میں دو آدمیوں نے دعویٰ کیا اور اونٹ یا تو دونوں کے قبضے میں تھا یا پھر کسی تیسرے شخص کے قبضے میں، اور دونوں نے بینہ بھی پیش کردیا تو آپ نے نصب نصف کر کے دونوں کے درمیان بانٹ دیا۔ قال ابن الملك هذا يدل على انه لو تداعى اثنان شيئًا ولا بينة لواحد منهما اولكل منهما بينة وكان المُدّعى به في ايديهما

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

او لم یکن في ید احدهما ینصف المدعی به بینهما. (مرقاۃ: ۷/۲۸۸)

الغرض پہلی صورت میں مدعی بہ (جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے) کسی ایک کے قبضے میں تھا اور دوسری صورت میں دونوں کے قبضے میں یا کسی ثالث کے قبضے میں تھا، اسی لیے دونوں کے فیصلے کا الگ الگ طریقہ اختیار کیا گیا۔

۱۱۶۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۲۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰی صَاحِبِ قَرْیَةٍ. (رواه ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب تحریر کریں۔

(ب): شہری کے حق میں دیہاتی کی شہادت کے قبول ہونے نہ ہونے کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بستی میں رہنے والے کے حق میں یا اس کے خلاف جنگل میں رہنے والے کی گواہی درست نہیں۔

مطلب:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دیہاتی اور جنگل میں رہنے والوں کی گواہی اس لیے معتبر نہیں ہے کہ وہ عام طور پر احکامِ شرع اور تحمل شہادت و ادائے شہادت کی کیفیت سے ناواقف ہوتے ہیں اور ان پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے؛ البتہ اگر بدوی عالم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بالشرع ہو اور تحمل واداۓ شہادت کی کیفیات سے واقف بھی ہو تو اس کی گواہی معتبر ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بدوی کی شہادت مطلقاً غیر معتبر نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۳۴۶/۷)

(ب): شہری کے حق میں دیہاتی کی شہادت کے قبول ہونے نہ ہونے...:

اگر کوئی بدوی احکام شریعت کا عالم ہو اور شہادت کے ادا کا طریقہ بھی جانتا ہو اور قوتِ حافظہ بھی موجود ہو تو اس کی شہادت قبول ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک تب بھی اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔

احنافؒ اور جمہور ائمہؒ کے نزدیک اس کی شہادت قبول ہوگی بشرطیکہ دوسرے شرائطِ اہلیت، عقل، بلوغِ اسلام، تمیز، حریت وغیرہ موجود ہوں۔

امام مالکؒ کی دلیل: حدیث الباب ہے۔

احناف کی دلیل:

شرائطِ شہادت جب بدوی میں موجود ہوں تو اس کی شہادت و گواہی قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

امام مالکؒ کی دلیل کا جواب:

(۱) حدیث کے الفاظ "لایجوز" لایحسن کے معنیٰ میں ہیں۔

(۲) بدوی کی گواہی شہری کے لیے جائز نہ ہونا شرائطِ مذکورہ نہ پائیجانے کے ساتھ مقید ہے۔

۱۶۳- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۳۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ، قَالَ یَوْمَ الْفَتْحِ لَاھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَنِیَّۃٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا۔ (متفق علیہ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): حدیث مذکورہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی مشروعیت ختم ہوگئی ہے، اس سلسلے میں قولِ فیصل کیا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے؛ لیکن جہاد اور نیت ہے پس جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہو۔

(ب): مطلب:

واضح رہے کہ یہ حدیث حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں پر مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا جو حکم لازم تھا وہ اب باقی نہیں رہا؛ البتہ اللہ رب العزت کے راستے میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھنا اور موقع ملنے پر اخلاص نیت کے ساتھ جہاد کرنا باقی ہے اور جو ثواب مہاجر کو ہجرت سے ملتا تھا وہی ثواب اب جہاد اور اس کی نیت کی صورت میں موجود ہے، پس جب بھی کسی موقع پر اہلِ اسلام کو بجانب جہاد بلایا جائے ان پر جہاد میں شرکت کرنا اور اپنے تمام اُمور کو پس پشت ڈال کر جہاد میں نکل جانا ضروری ہے۔

(ج): کیا فتح مکہ کے بعد ہجرت کی مشروعیت ختم ہو چکی ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فتح مکہ کے بعد ہجرت کی مشروعیت ختم ہو چکی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے یا ہجرت کا حکم اب بھی باقی ہے، اگر یہ حکم اب بھی باقی ہے تو پھر حدیث مذکورہ کا کیا مطلب ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہجرت کا حکم اب بھی باقی ہے اس کی مشروعیت ختم نہیں ہوئی ہے، آج بھی موقع بموقع اہلِ ایمان پر اپنے ایمان اور جان و مال کی حفاظت کے لیے دارالکفر اور دارالفتن سے دارالاسلام کی جانب ہجرت کرنا لازم ہے رہا حدیث مذکورہ کا مطلب تو وہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہر مسلمان پر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنا لازم تھا؛ لیکن فتح مکہ کے بعد اب یہ حکم باقی نہیں ہے؛ اس لیے کہ اب مکہ دارالاسلام بن گیا ہے اور دارالاسلام سے دارالاسلام کی جانب ہجرت کرنا لازم نہیں ہے۔

۱۶۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۳۸

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ.

وَعَنْ هُوْدٍ وَوَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَدِّهٖ مَزِيْدَةَ، قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَعَلٰى سَيْفِهٖ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ. (رواه الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): سوال میں مذکور دوسری حدیث میں "على سيفه ذهب وفضة" کا مفہوم واضح کریں۔

(ج): تلوار و ہتھیار میں سونا لگانے کے بارے میں ائمہ کا مذہب نقل کریں، اس طرح چاندی کے استعمال کا حکم بھی بیان کریں۔

(د): نیز دوسری حدیث کا جواب بھی تحریری کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی گھنڈی چاندی کی تھی۔

اور حضرت ہود رحمہ اللہ اپنے نانا (حضرت مزیدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضور علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام کی تلوار میں سونا اور چاندی موجود تھا۔

(ب): دوسری حدیث میں ”علی سیفه ذهب و فضة“ کا مفہوم:

واضح رہے کہ سوال میں مذکور حضرت ہود کی روایت میں ذکر کردہ الفاظ ”وعلی سیفہ ذهب وفضة“ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پر جس تلوار کو استعمال کیا ہے اس میں سونا اور چاندی لگا ہوا تھا؛ لیکن اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تلوار میں سونا اور چاندی کہاں لگا ہوا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کی تو کوئی تحقیق نہیں ہے کہ وہ کہاں موجود تھا؛ البتہ چاندی کی بہت سی روایات میں تحقیق ہے کہ وہ تلوار کے قبضہ کے نیچے والی رکاوٹ (ٹوپی) میں لگی ہوئی تھی، جیسا کہ اسی طرح کی ایک دوسری روایت کے آخری جملہ ”قال طالب: فسألته عن الفضة، فقال كانت قبيعة السيف فضة“ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(ج): تلوار وغیرہ میں سونا اور چاندی کے استعمال کا حکم:

واضح رہے کہ جمہور علماء اور ائمہ کے نزدیک تلوار وغیرہ میں سونے کا لگانا جائز نہیں ہے؛ البتہ چاندی کا استعمال کرنا خواہ تلوار میں ہو یا کسی بھی ہتھیار میں بلا کراہت جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): دوسری حدیث کا جواب:

واضح رہے حضرت ہود رحمہ اللہ کی روایت سے بظاہر تلوار وغیرہ میں سونے کے استعمال کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ ہتھیار میں سونے کا استعمال کرنا فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے، رہا اس روایت کا مسئلہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عندالمحدثین یہ حدیث ضعیف ہے، پس اس سے کسی شرعی مسئلہ پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

۱۶۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۴۴

عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا الْمَسْجِدَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ. قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ بِحُكْمِ اللّٰهِ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ یہاں حضرت سعدؓ سے سعد بن معاذ مراد ہیں یا اور کوئی، اور مسجد سے کونسی مسجد مراد ہے؟

(ج): حدیث مذکورہ میں "قوموا" کا حکم حضرت سعدؓ کی تعظیم کے لیے ہے تو پھر اس حدیث کا حضرت انسؓ کی روایت "كانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك" سے تعارض ہو جاتا ہے، آپ اس تعارض کا جواب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ نے حضرت سعدؓ کے فیصلہ پر آمادگی ظاہر کی تو آپ علیہ السلام نے حضرت سعد کو بلایا حضرت سعد ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے اور جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے یا ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاؤ، پس حضرت سعدؓ آپ علیہ السلام کے قریب آ کر بیٹھ گئے، آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ یہ اہلِ بنو قریظہ تمہیں حَکَم بنانے پر راضی ہو گئے ہیں تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے، یہ سن کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(ب): مطلب بیان:

اس روایت میں غزوۂ بنو قریظہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، بنو قریظہ مدینہ منورہ میں آباد یہود کا ایک قبیلہ تھا جو آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا، غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر بحکم خدا آپ علیہ السلام نے اس قبیلہ کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ جب طویل ہوا تو ان لوگوں نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام انصار کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو بلا لیں ہمارے متعلق وہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا، ان لوگوں کو یہ اُمید تھی کہ حضرت سعدؓ ہمارے حلیف ہیں؛ اس لیے ہمارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حق میں فیصلہ کریں گے؛ چنانچہ آپ علیہ السلام نے حضرت سعد بن معاذؓ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا، حضرت سعدؓ غزوۂ خندق میں زخمی ہو چکے تھے اور زخم کاری لگا تھا؛ لیکن آپؓ نے اس غزوہ میں بنو قریظہ کی غداری کی وجہ سے یہ دعاء کی تھی کہ اے اللہ! مجھے جب تک موت نہ دینا جب تک میں یہود سے اپنا دل ٹھنڈا نہ کرلوں، حضور علیہ السلام کے بلانے پر حضرت سعدؓ ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے اور جب مسجد (یعنی اس خیمہ) کے قریب پہنچے (جس میں اس وقت آپ علیہ السلام کا قیام تھا اور آپ علیہ السلام صحابہؓ کو نمازیں پڑھاتے تھے) تو آپ علیہ السلام نے لوگوں کو ان کے زخمی ہونے کی وجہ سے ان کی مدد کرنے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا، حضرت سعدؓ گدھے سے اُتر کر آپ علیہ السلام کے قریب آ کر بیٹھ گئے آپ علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا کہ بنو قریظہ نے تمہارے فیصلہ پر آمادگی ظاہر کی ہے تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے تمام لڑنے والے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ سن کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بالکل ایک بادشاہ کی طرح فیصلہ کیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، پھر اسی فیصلہ پر عمل درآمد کیا گیا اور بنو قریظہ کے تمام لڑنے والے مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا۔

(ج): حدیث مذکورہ میں "قوموا" کا حکم حضرت سعدؓ کی تعظیم کے لیے ہے؟

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ میں آپ علیہ السلام کے ارشاد "قوموا" کا حکم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ زخمی تھے اور گدھے پر سوار ہو کر آئے تو اُترنے میں آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کے لیے ہے، اور جب ایسا ہے تو پھر اس حدیث کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے "کانوا إذا رأوہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لم یقوموا لمایعلمون من کراھیتہ لذلک" سے کوئی تعارض نہیں ہے؛ اس لیے کہ حضرت انسؓ کی یہ روایت تعظیماً کھڑے ہونے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

۱۶۶- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۴۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْھَمَ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِہٖ ثَلٰثَۃَ اَسْھُمٍ سَھْمًا لَہٗ وَسَھْمَیْنِ لِفَرَسِہٖ.

(متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مالِ غنیمت میں فارس کا کل کتنا حصہ ہوتا ہے؟ اختلافِ ائمہ مدلل تحریر کریں اور حدیثِ باب کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی یعنی مجاہد اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے مقرر فرمائے ایک حصہ اس (مجاہد) کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے۔

(ب): مالِ غنیمت میں فارس کا کل کتنا حصہ ہوتا ہے؟

اگر مجاہد پیادہ ہے تو بالاتفاق اس کے لیے ایک سہم ہے اور اگر گھوڑ سوار ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک مجاہد اور گھوڑا دونوں کے لیے ایک ایک کر کے کل دو سہم ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک گھوڑے کے لیے دو سہم اور گھوڑ سوار کے لیے ایک سہم کل تین سہم ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

ان حضرات کی دلیل حدیث باب ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے اور پیدل فوجیوں کے لیے ایک حصہ تقسیم فرمایا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کی دلیل:

(۱) عن المقداد أنّه كان يوم بدر على فرس قاسمهم له النبي ﷺ سهيمين لفرسه سهم واحد وله سهم.

(۲) جہاد میں آدمی اصل ہے اور فرس تابع ہے؛ کیونکہ فرس بغیر آدمی کے تو جہاد نہیں کر سکتا، لہٰذا فرس کو آدمی کے دو گنا دیا جانا بالکل خلافِ عقل ہے؛ اس لیے امام اعظمؒ نے فرمایا: إني لا أفضل الحيوان على الانسان.

حدیثِ باب کا جواب:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے: عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قسم للفارس والراجل سهمًا. اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے فارس کے لیے ایک ہی حصہ متعین فرمایا ہے اب ابن عمر کی دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ دوسرے حضرات کی روایت راجح ہو گئی و إذا تعارضت روايتاه ترجح رواية غيره. (ہدایہ: ۵۴۴/۲)

(۲) بذل المجہود میں اس حدیث کا جواب دیا گیا ہے کہ عربی کتابت میں بسا اوقات ''الف'' کو حذف کر دیا جاتا ہے پس اصل روایت میں ''لفرس سهمين'' تھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''الف'' کو عبارت میں ذکر نہیں کیا گیا اسی وجہ سے راوی نے روایت بالمعنی کے طور پر للفارس کے بجائے للفرس روایت کردیا۔ (بذل المجہود: ۴/۴۴)

۱۶۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۴۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَهَبَتْ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ. أَبَقَ عَبْدٌ لَهُ، فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): صاحبِ مشکوٰۃؒ نے اس حدیث کو ''باب قسمة الغنائم'' کے تحت نقل کیا ہے، اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اور کس طرح ہوتا ہے اس کو تحریر کریں؟

(ج): اس مسئلہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟ اس کو بیان کریں؟

(د): امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور ان کی دلیل؛ نیز جو دلیل ان کے خلاف ہے اس کا جواب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمة العبارة:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا۔ اس کو کفار نے پکڑ لیا پھر جب مسلمانوں کو ان پر فتح حاصل ہوئی تو یہ گھوڑا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی کو واپس کردیا گیا اور یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واقعہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک کا ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بھاگ کر روم پہنچ گیا اور جب مسلمانوں کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ غلام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا اور یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے بعد کا ہے۔

(ب): اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے اموال پر قبضہ کر لیں خواہ کسی بھی طرح کریں اور پھر مسلمانوں کا ان پر غلبہ ہو جائے اور وہ اموال کفار کے قبضے سے پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں تو ان اموال کو مالِ غنیمت میں شمار نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ صاحبِ مال کو اگر وہ موجود ہوگا یا اسکے وارثین کو اگر وہ ہوں گے دے دیا جائے گا۔

(ج): اس مسئلہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے اور یہ اختلا ایک اُصولی مسئلہ پر مبنی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ استیلاء کفار (یعنی مسلمانوں کے اموال پر کفار کا قابض ہو جانا) ملکیت کا سبب ہوتا ہے یا نہیں؟ تو ذہن نشین رہے کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ کفار دارالاسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کے اموال پر قبضہ کریں اور اس کو دارالحرب لے کر نہ جائیں اسی درمیان مسلمان ان اموال پر دوبارہ قابض آجائیں تو اس صورت میں یہ اموال استیلاء کفار کے باوجود ان کی ملکیت میں شمار نہیں ہوں گے اور بالاتفاق تمام فقہاء کے نزدیک ان اموال کو ان کیا صل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے ان اموال کو دارالحرب لے جائیں اور وہاں ان پر مکمل طور سے قابض ہو جائیں اور پھر مسلمان جنگ کے ذریعہ ان پر غالب آجائیں اور ان اموال کو دوبارہ حاصل کر لیں، اگر یہ صورت ہے تو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صورت میں وہ اموال اس کے اصل مالک کو واپس ہوں گے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کرام کے مابیان سخت اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے تین مذہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مسلمانوں کے اموال پر کفار کا استیلاء احراز کی شرط کے ساتھ ان کی ملکیت کا سبب ہے، لہٰذا اگر کفار مسلمانوں کے اموال کو اپنے قبضہ میں لے کر دارالحرب منتقل کرلیں تو وہ ان مالوں کے مالک ہوجائیں گے، اب اگر مسلمان ان اموال پر دوبارہ جنگ کے ذریعہ قبضہ کرتے ہیں تو یہ اموال، مالِ غنیمت میں تقسیم ہوں گے اصل مالک کو واپس نہیں ملیں گے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت حضرت امام مالکؒ، حضرت لیثؒ اور فقہاءِ سبعہ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مسلمانوں کے اموال پر کفار کا مطلقاً استیلاء کرنا ان کی ملکیت کا سبب ہے اس میں احراز کی کوئی شرط نہیں ہے، لہٰذا مسلمانوں کے اموال پر کفار کے قبضہ کرنے کے بعد مسلمان ان اموال کو دوبارہ حاصل کرتے ہیں تو یہ اموال، مالِ غنیمت کا حصہ ہوں گے، اصل مالک کا حق نہیں ہوں گے؛ البتہ اصل مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنے مال کو غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے بغیر قیمت لے سکتا ہے۔

مذہبِ سوم:

تیسرا مذہب حضرت امام شافعیؒ کا ہے، آپ کے نزدیک اگر کفار مسلمانوں کے اموال پر قبضہ کرلیں تو چاہے ان کو دارالحرب لے جائیں یا نہ لے جائیں وہ اموال کافروں کی ملکیت شمار نہیں ہوں گے اور ان اموال پر ان کا استیلاء ان کی ملکیت کا سبب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہوگا بلکہ ان پر مسلمانوں کی ملکیت بدستور باقی رہے گی اور جب بھی یہ اموال مسلمانوں کے پاس آئیں گے تو نہیں ان کے اصل مالک کو واپس کیا جائے گا اور ایسا کرنا ضروری ہوگا۔

(د): امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور ان کی دلیل؛

اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب جیسا کہ سابق میں گزرا ہے، یہ ہے کہ مسلمانوں کے اموال پر کفار کا استیلاء احراز کی شرط کے ساتھ ان کی ملکیت کا سبب ہے، لہٰذا اگر کفار مسلمانوں کے اموال کو اپنے قبضہ میں لے کر دارالحرب منتقل کر لیں تو وہ ان مالوں کے مالک ہو گئے پھر اگر مسلمان ان اموال پر دوبارہ جنگ کے ذریعہ قبضہ کرتے ہیں تو یہ اموال مالِ غنیمت میں تقسیم ہوں گے اصل مالک کو واپس نہیں ملیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے اس مسلک پر قرآن کریم کی آیت سے استدلال کیا ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ﴾ اس آیت سے امام صاحبؒ نے بایں طور استدلال کیا ہے کہ اس میں اللہ رب العزت نے مہاجرین کو فقراء قرار دیا ہے، حالانکہ مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام صاحبِ ثروت اور مالدار تھے؛ لیکن ہجرت کے بعد جب کفار نے ان کے اموال پر قبضہ کرلیا تو قرآن نے ان کو فقراء قرار دیدیا، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اموال پر کفار کا استیلاء کرنا ان کی ملکیت کا سبب ہے، لہٰذا کفار اگر مسلمانوں کیاموال پر قابض ہو جائیں اور ان کو دارالحرب منتقل کرلیں تو وہ ان اموال کے مالک ہوں گے، اب اگر یہ اموال دوبارہ اہلِ اسلام کے قبضہ میں آتے ہیں تو ان کو مالِ غنیمت میں تقسیم کیا جائے گا، اصل مالک کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام اعظمؒ کے مخالف دلیل کا جواب:

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال حدیث بظاہر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اس مذہب اور دلیل کے مخالف ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ہے؛ لیکن احناف کی جانب سے اس حدیث کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے اموال پر کفار کا استیاء بعد الاحراز کافروں کی ملکیت کا سبب ہوتا ہے رہا حضور علیہ السلام کا حضرت عبداللہ کے گھوڑے کا انہیں کو واپس کرنا یا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کا غلام واپس کرنا تو یہ قبل الاحراز تھا بعد الاحراز نہیں تھا؛ اس لیے اس روایت کو لے کر احناف پر اعتراض کرنا اور ان کے خلاف دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

۱۶۸- مشکوۃ شریف: ص/۳۴۹

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا بَنُوْهَاشِمٍ وَبَنُوالْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ان صحابہ نے "نحن بمنزلة واحدة" سے کیا ثابت کرنا چاہا ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "إنما بنو هاشم وبنو المطلب شيء واحد" فرما کر کیا جواب دیا ہے؟ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): غزوۂ خیبر کب اور کس مقصد کے لیے اور اس کا نتیجہ کیا رہا؟ تحریر کریں۔

(د): جبیر ب مطعم اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو کیا شکایت تھی؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور عثمان بن عفان آپ کی خدمت میں اس غرض سے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مطلب کو خمس خیبر میں حصہ عنایت فرمایا اور ہمیں عنایت نہیں فرمایا، حالانکہ ہم اور وہ نسب کے لحاظ سے آپ کے ساتھ برابر تعلق رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوہاشم و بنومطلب ایک ہیں، جبیر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس کو (کہ عثمان جن سے تھے) اور بنونوفل کو (کہ جبیر جن میں سے تھے) کچھ حصہ بھی عنایت نہیں فرمایا۔

(ب): ان صحابہ نے "نحن بمنزلة واحدة" سے کیا ثابت کرنا چاہا ہے؟

"نحن بمنزلة واحدة" سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں اور عثمان اور بنومطلب آپ کے ساتھ نسب میں برابر کے شریک ہیں؛ کیونکہ ہم سب عبد مناف کی اولاد سے ہیں، عبد مناف کے چار بیٹے ہیں: (۱) ہاشم (۲) مطلب (۳) نوفل (۴) عبد شمس یہ عبد مناف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی چوتھے جد ہیں، اسی طرح جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اور عثمان بن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ بن عبد شمس اور محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف ہے، تو عبد مناف میں تمام شریک ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "إنما بنو هاشم الخ" فرما کر کیا جواب دیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "إنما بنو هاشم الخ" فرما کر یہ جواب دیا کہ: ان کو دینے کی وجہ یہ ہیکہ وہ آپس میں زمانۂ جاہلیت و اسلام میں باہمی ایک مشت رہے اور مددگار و معاون رہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ بنوعبدشمس اور بنونوفل نے آپ کی عداوت و مخالفت کے لیے قریش کے مقاطعہ میں باقاعدہ شرکت کی، ہم بنوہاشم و بنوعبدالمطلب کے ساتھ مناکحت اور بیع و شراء نہ کریں گے جب تک کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کردیں، اس مقاطعہ میں بنومطلب اور بنوہاشم متحدو متحد رہے اور آپ کی حمایت ترک نہ کی۔ (مظاہر حق: ۹۳۲/۳)

(ج): غزوۂ خیبر کب ہوا؟

غزوۂ خیبر کے بارے میں جمہور اہلِ سیر و مغازی کی رائے یہ ہے کہ سن ۷ ہجری میں پیش آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو ذی الحجہ اور اوائل محرم میں آپ مدینہ منورہ میں رہے، اور آخر محرم میں آپ نے خیبر کی طرف خروج فرمایا، خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل (یعنی تقریباً دو سو میل) کے فاصلہ پر شام کی طرف واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ (کشف الباری: ۴۰۶/۸)

کس مقصد کے لیے ہوا؟

یہود کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کر کے مدینہ منورہ سے نکالا تو یہ لوگ جا کر خیبر میں آباد ہو گئے اور وہاں مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے ایک طرف تو یہ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسری جانب مدینہ میں منافقین کو مسلمانوں کے خلاف شہ دیتے تھے؛ اس لیے اب ضرورت تھی کہ ان پر حملہ کر کے ان کی طاقت کو ختم کیا جائے اور دعوت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسلام کی راہ میں ان رکاوٹوں کا سدِّ باب کیا جائے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس تشریفلا رہے تھے تو راستہ میں سورۂ فاتحہ کی آیت نازل ہوئی:

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً فَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ﴾ (سورۂ فتح، آیت:۲۰)

اس میں ھٰذہ کا اشارہ غزوۂ خیبر ہی کی طرف ہے۔ (کشف الباری:۸/۴۰۷)

اس کا نتیجہ کیا رہا؟

نتیجہ یہ رہا کہ خیبر کا سقوط ہوا فدک، وَادیُ القری اور تیماء کے یہودی نے سرتسلیم خم کردیے اور جزیرۂ عرب کے تمام یہودیوں پر سیاسی غلبہ اختتام کو پہونچا۔

(د): جبیر بن مطعم اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو کیا شکایت تھی؟

ان دونوں کو یہ شکایت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مالِ خمس میں سے بنوالمطلب کو حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ وہ اور ہم آپ سے قرابت میں برابر ہیں، دراصل عبد مناف کے چار بیٹے تھے: (۱) ہاشم (۲) مطلب (۳) عبد شمس (۴) نوفل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کے اولاد میں سے ہیں، حضرت جبیر نوفل کی اولاد میں سے اور حضرت عثمان عبد شمس کی اولاد میں سے ہیں تو رشتہ داری اور قرابت کی حیثیت سے بنو ہاشم کے لیے بنوالمطلب، بنو عبد شمس اور بنو نوفل ایک جیسے ہیں، اس لیے حضرت جبیر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے آکر شکایت کی کہ جب قرابت میں ہم سب برابر ہیں تو پھر ہمیں بھی مالِ خمس میں سے حصہ ملنا چاہیے تھا۔

۱۶۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۴۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ أَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَالْتَزَمْتُهُ، فَقُلْتُ لَا أُعْطِي الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ إِلَيَّ. (متفق علیہ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

(ج): مجاہدین کے لیے مالِ غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے پہلے کس طرح کی چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن مجھے ایک چمڑے کی تھیلی چربی سے بھری ہوئی ملی، میں نے اس کو اٹھا کر اپنے سینے لگا لیا اور (دل ہی دل میں) کہنے لگا کہ میں آج اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا پھر میں نے اچانک مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دکھ کر مسکرا رہے تھے۔

(ب): مطلب:

مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جنگِ خیبر کے موقع پر کسی یہودی نے چربی سے بھری ہوئی ایک تھیلی قلعہ کے اوپر سے باہر پھینکی، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی اس پر نگاہ پڑی تو وہ کسی چیز میں اَٹک کر لٹک گئی تھی انہوں نے اس تھیلی کو جلدی سے اُٹھایا اور اپنے بدن سے چمٹا لیا اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ میں آج اس تھیلی میں سے کسی کو بھی کچھ نہیں دوں گا، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ میں نے اچانک مڑ کر دیکھا تو حضور علیہ السلام مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

واضح رہے کہ آپ علیہ السلام کے مسکرانے کی اصل وجہ حضرت عبداللہ کی حالت تھی، آپ علیہ السلام نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ مسکرانے لگے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): مجاہدین کے لیے مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کس طرح....

واضح رہے کہ صاحبِ فتح القدیر حافظ ابن ہمامؒ مصری کے بقول مجاہدین کو حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کی دو قسمیں ہیں: (۱) مالِ غنیمت من قبیل غیر المطعومات (۲) مالِ غنیمت من قبیل المطعومات۔

پھر مالِ غنیمت من قبیل المطعومات کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ مالِ غنیمت جس کو بطورِ علاج استعمال کیا جائے (۲) وہ مالِ غنیمت جس کو بطورِ غذا استعمال کیا جائے۔

اب اگر مال غنیمت من قبیل المطعومات کے قبیل سے کوئی چیز مجاہدین کو ملتی ہے تو اس کو قبل التقسیم استعمال کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کسی مجاہد کو اس کی اشد ضرورت پڑ جائے مثلاً تلوار کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے استعمال کی اجازت ہے؛ لیکن استعمال کرنے کے بعد غنیمت میں واپس کرنا ضروری ہے۔

اور اگر مالِ غنیمت من قبیل المطعومات کے قبیل سے کوئی ایسی چیز ملتی ہے جس کو علاجاً استعمال کیا جاتا ہے تو مریض مجاہد کے لیے قبل التقسیم اس کو استعمال کرنا جائز ہے؛ البتہ عام لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے اور اگر اسی قبیل کے مالِ غنیمت سے کوئی ایسی چیز مجاہدین کو ملتی ہے جس کو بطورِ غذا کے استعمال کیا جاتا ہے جیسے روٹی، گائے، بکری وغیرہ تو ضرورت کے وقت عام لوگوں کے لیے بھی تقسیم سے پہلے اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ تمام فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ دار الحرب میں غنیمت کے مال سے بوقتِ ضرورت امام کی اجازت کے بغیر کھانا تو جائز ہے؛ البتہ بیچنا جائز نہیں ہے۔

۱۷۰- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۵۰

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ حَرَّقُوا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ. (رواه ابوداؤد)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): نیز بتائیں کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے اور راجح قول کیا ہے یہ بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے سامان کو جلایا ہے اور اس کی پٹائی کی ہے۔

(ب): مطلب:

اس حدیث شریف کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مالِ غنیمت میں خیانت کرے اور امیر کو اس کا علم ہو جائے تو امیر کے لیے اس کے سامان کو جلانا اور اس کی پٹائی کرنا جائز ہے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت کرنے کی ہمت نہ ہو سکے خود حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک غلطی پر یہاں دو سزا کیوں رکھی گئی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا شخص کسی ایک کے نہیں؛ بلکہ تمام مجاہدین اور بیت المال کے حق میں زیادتی کرتا ہے؛ اس لیے شریعت میں اس کی سزا زیادہ رکھی گئی ہے۔

(ج): اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟

اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ (یعنی مالِ غنیمت میں خیانت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے والے شخص کے سامان کو جلایا جائے گا یا نہیں) اس میں ائمہ کا اختلاف ہے؛ چنانچہ اس سلسلے میں ائمہ کرام کے دو مذاہب ہیں۔

مذہبِ اوّل:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے شخص کے سامان کو جلایا نہیں جائے گا اور نہ اس کو اس کی غنیمت کے حصہ سے محروم کیا جائے گا؛ البتہ امیر لشکر یا امام وقت کو اس کی تعزیر کرنا لازم ہے، پس امیر چالیس کوڑوں سے کم کی جو چاہے اس کو سزا دے سکتا ہے۔

مذہبِ دوم:

دوسرا مذہب حضرت امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام اوزاعیؒ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے شخص کے سامان کو جلایا جائے گا اور اس کو اس کی غنیمت کے حصہ سے بھی محروم کیا جائے گا۔

مذہبِ اوّل کی دلیل اور وجہِ استدلال:

مذہبِ اوّل کے قائلین نے اپنے مسلک پر حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے ایک شخص کو نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار فرما دیا تھا؛ لیکن اس روایت میں اس کے سامان کو جلانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، اب اگر سامان جلانا بھی ضروری ہوتا تو اس روایت میں آگے اس کا ذکر بھی ضرور ہوتا، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خائن کے سامان کا جلانا کوئی ضروری نہیں ہے؛ البتہ امیر پر اس کی تعزیر کرنا ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ دوم کی دلیل اور وجِ استدلال:

مذہبِ دو کے قائلین نے اپنے مسلک پر مذکورہ فی السوال حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے مالِ غنیمت کے خائن کا سامان جلایا اور اس کی پٹائی ہے، لہٰذا اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اس کو یہی سزا دی جائے گی۔

مذکورہ مسئلہ میں راجح قول:

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں راجح قول یہ ہی ہے کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے سامان کو جلایا نہیں جائے گا، یہی جمہور کا مسلک ہے، اور اسی پر علماء کا عمل ہے، رہی مذکورہ فی السوال حدیث جس سے حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متناً ضعیف ہے، پس ضعیف روایت سے کسی مسلک پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۷۱- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۵۷

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَإِنْ اَدْرَكْتَهُ قَدْقَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَإِنْ اَكَلَ فَلَاتَأْكُلْ فَإِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): کلبِ معلم کی تعریف مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(ج): کلبِ معلم نے اگر شکار کو کھالیا تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا، جب تم اپنے کتے کو چھوڑو، تو اللہ کا نام ذکر کرو پس اگر کتے نے شکار کو تمہارے لیے پکڑا ہو اور وہ شکار تم کو زندہ مل جائے تو اس کو ذبح کرلو، اور اگر تم شکار کو اس حال میں پاؤ کہ کتے نے اس کو مار ڈالا تھا؛ لیکن اس میں سے کچھ کھایا نہیں، تو اس کو کھالو، اور اگر شکار میں سے کتے نے کچھ کھالیا پس تم اس کو مت کھاؤ؛ کیونکہ اس نے اپنے ہی لیے پکڑا تھا۔

(ب): کلبِ معلم کی تعریف مع اختلافِ ائمہ:

امام احمدؒ، صاحبینؒ اور امام اعظمؒ کا قول یہ ہے کہ کتے کے معلم ہونے کی تین شرطیں ہیں: (۱) بھیجنے سے چلا جائے اور روکنے سے رُک جائے (۲) شکار نہ کھائے؛ بلکہ مالک کے لیے روک کر رکھے (۳) ان دونوں کاموں کا کم از کم تین مرتبہ تجربہ ہو جائے، امام صاحبؒ کا اصل مذہب یہ ہے کہ تعلیم کلب کا اعتبار مبتلیٰ بہ کی رائے پر ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک صرف ایک شرط ہے، کہ اگر بھیجا جائے تو چلا جائے اور روکا جائے تو رک جائے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک تعلیم کلب کا مدار عرف پر ہے کہ جب عرف میں اس کو معلم کہا جانے لگے تو معلوم ہوگا ورنہ نہیں۔

(ج): کلبِ معلم نے اگر شکار کو کھالیا تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف:

اگر کلب معلم نے شکار میں سے کچھ کھالیا تو امام شافعیؒ کا قولِ قدیم اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اب بھی یہ شکار حلال ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قولِ جدید یہ ہے کہ اگر کلبِ معلم نے شکار میں سے کچھ کھالیا تو اب اس شکار کو کھانا حلال نہیں ہے۔ (ہدایہ:۴/۴۸۸)

امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی دلیل:

ان حضرات کی دلیل حضرت ثعلبہ خشنیؓ کی روایت ہے: أنه قال لابي ثعلبة الخشني فكل ممالمسك عليك الكلب قال فإن اكل منه قال وإن اكل منه.

امام اعظمؒ کی دلیل:

(۱) فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: فإن اكل الكلب فلاتأكل فإني أخاف ان يكون انما امسكه على نفسه. اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَكُلُوْا مِمَّاأَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾. (سورۂ مائدہ، آیت:۴)

۱۷۲- مشکوۃ شریف: ص/۳۶۳

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِى تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَكلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ. (متفق عليه)

(الف): حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): آدابِ طعام بیان کریں۔

(ج): جماعت کے ساتھ کھانے کے وقت ایک کا بسم اللہ کہنا کافی ہے یا نہیں؟

(د): اگر کوئی بعد میں آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(ہ): رفعِ مائدہ کے بعد کی دعاء تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تھا ایک دن میں آپ علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور میرا ہاتھ رکابی میں جلدی جلدی گھوم رہا تھا، تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا شروع کرو۔

(ب): آدابِ طعام:

علماء کرام نے کھانے کھانے کے مختلف آداب بیان کیے ہیں، ان احکام کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، ذیل میں ان احکام کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) کھانے کا پہلا ادب یہ ہے کہ کھانے میں ایسی چیز کا نام نہ لیا جائے جس سے سننے والوں کو بالخصوص نازک مزاج لوگوں کو تکلیف ہو۔

(۲) کھانا جوتا اُتار کر کھایا جائے؛ اس لیے کہ اس میں راحت بھی ہے اور کھانے کا احترام بھی ہے۔

(۳) کھانا کھانے کے دوران ناک اور تھوک صاف نہ کیا جائے؛ اس لیے کہ ایسا کرنا دوسروں کی تکلیف کا سبب ہوتا ہے۔

(۴) کھانا شروع کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا جائے؛ اس لیے کہ اس میں صفائی بھی ہے اور یہ نبی علیہ السلام کی سنت بھی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵) کھانا سامنے آنے پر دعا: "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھی جائے۔

(۶) کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے؛ اس لیے کہ اس سے کھانے میں بھی برکت ہوتی ہے اور یہ کھانے میں شیطان کی شرکت سے بھی مانع ہوتی ہے۔

(۷) کھانا اپنے سامنے سے اور برتن کے کنارے سے کھایا جائے، برتن کے بیچ میں ہاتھ نہ ڈالا جائے؛ کیونکہ بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ کھانا کھانے کا یہ ادب صرف اس صوت میں ہے جبکہ کھانا ایک ہی قسم کا ہو اور اگر کھانا مختلف اقسام کا ہے مثلاً ایک ہی طباق میں کئی قسم کی کھجوریں یا پھل ہوں تو کھانے کے دوران ہر طرف ہاتھ بڑھانا صحیح ہے۔

(۸) کھانا کھاتے ہوئے ایک لقمہ ختم ہونے سے پہلے دوسرا لقمہ نہ اُٹھایا جائے؛ اس لیے کہ اس سے کھانے والے کا حریص ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۹) کھانا کھاتے ہوئے کوئی ایسی بات یا کام نہ کیا جائے جس سے دوسرے کے دل میں خوف یا نفرت پیدا ہو جائے؛ اس لیے کہ اس سے دوسروں کو ایذاء ہوتی ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے۔

(۱۰) کھانا کھانے کے بعد اُنگلیوں اور برتن کو صاف کر لیا جائے؛ کیونکہ یہ سنت بھی ہے اور اس میں اللہ کے رزق کی قدردانی بھی ہے، اور اللہ رب العزت کے سامنے اپنی محتاجی کا اظہار بھی ہے۔

(۱۱) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعاء "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" پڑھی جائے۔

(۱۲) کھانے کے بعد کلی کر لی جائے؛ کیونکہ اس میں منہ کی صفائی بھی ہے اور یہ سنت بھی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱۳) کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرلیا جائے؛ کیونکہ اس میں دانتوں کی صفائی بھی ہے اور یہ سنت بھی ہے۔ (کھانا پینا قرآن اور سنت کی روشنی میں: ص/۹۵)

(ج): جماعت کے ساتھ کھانے کے وقت ایک کا بس اللہ کہنا کافی ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ اگر ایک ساتھ پوری جماعت کھانا کھارہی ہو اور جماعت کا ایک فرد کھانے کے آغاز میں بس اللہ پڑھ لے تو یہ سب کی جانب سے کافی ہوجاتا ہے، سب کے لیے الگ الگ بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے؛ البتہ اگر سب ہی انفرادی طور سے بسم اللہ پڑھ لیں تو یہ بہت بہتر ہے۔

(د): اگر کوئی بعد میں آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اگر کوئی کسی جماعت کے کھانا کھاتے ہوئے ان کے ساتھ درمیان میں آکر شریک ہوجائے تو اس کے لیے کھانے کو شروع کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، پہلے لوگوں کا بسم اللہ پڑھنا اس کے لیے کافی نہیں ہے۔

قال الملاعلی القاری في شرحه جمع الوسائل: التسمية سنة كفاية يستحب ظهرها ليطرد الشيطان عنه، فإن اشترك احد في الطعام بعد ماشرع فعليه التسمية أيضا، لكي لايشارك الشيطان فيه.

(جمع الوسائل بحوالہ الفضائل: ص/۵۱)

(ہ): رفع مائدہ کے بعد کی دعاء:

دسترخوان اُٹھائے جانے کے بعد کی دعا درج ذیل ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُكْفِيٍّ، وَلَامُوَدَّعٍ، وَلَامُسْتَغْنِى عَنْهُ رَبَّنَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۷۳-مشکوۃ شریف: ص ۳۶۳/۳۶۳

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَآ آكُلُ مُتَّكِئًا. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقِيْعًا يَأْكُلُ تَمْرًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ٹیک لگا کر کھانے کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ تحریر کریں۔

(ج): لفظ "مقیعا" کی تحقیق کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔

اور حضرت حنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُکڑوں بیٹھ کر کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

(ب): ٹیک لگا کر کھانے کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

ٹیک لگا کر کھانا شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانا اللہ رب العزت کا عطیہ ہے اور انسان اس کا محتاج ہے، پس انسان کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ کھانے کو اس ہیئت پر بیٹھ کر کھائے جس سے تواضع اور انکساری کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہو، اس کو اس ہیئت کے ساتھ بیٹھ کر کھانا جس سے تکبر کا اظہار ہو صحیح نہیں ہے اور ٹیک لگا کر کھانا متکبرین ہی کا طریقہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واضح رہے کہ علماء کرام نے ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں بیان کی ہیں: (۱) دائیں یا بائیں کسی ایک جانب ٹیک لگانا (۲) ایک ہاتھ زمین پر رکھنا (۳) چہار زانوں ہو کر بیٹھنا (۴) پشت کی جانب تکیہ وغیرہ کا سہارا لینا، اور یہ چاروں طریقے شریعتِ اسلامیہ میں ناپسندیدہ ہیں، پس کھانا کھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو بیٹھ کر اور کھانے کی جانب جھک کر اس کیفیت کے ساتھ کھایا جائے کہ تواضع کا ظہار ہو رہا ہو، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانیکی کیفیت یہی تھی کہ آپ علیہ السلام ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

(ج): لفظ "مقیعا" کی تحقیق:

واضح رہے کہ لفظ "مــقــیــعــا" بابِ اِفعال سے استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی اُکڑوں بیٹھنے کے آتے ہیں، مشہور امام لغت علاّمہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ اقعاء اہلِ لغت کے نزدیک یہ ہے کہ آدمی اپنے سرین زمین سے ملادے اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑی کر کے پشت پر کسی چیز کا سہارا لے کر بیٹھ جائے فقہاء کے نزدیک جو اقعاء نماز میں ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سجدوں کے دوران آدمی اپنی سرین ایڑیوں سے ملادے۔

۱۷۴۔ مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِیَ مِنْكُمْ فَلْیَسْتَقِیْ.

(رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث الباب اور حدیث ابن عباس "عن ابن عباسؓ سقیت رسول اللّٰہ ﷺ من زمزم الخ" میں بظاہر تعارض ہو رہا ہے اس کا دفعیہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر نہ پیے پس جو شخص تم میں سے بھول گیا تو اس کو چاہیے کہ قے کرڈالے۔

(ب): حدیث الباب اور حدیث ابن عباس میں تعارض کا دفعیہ:

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تعارض کو اس طرح ختم کیا گیا ہے کہ حدیث ابو ہریرہؓ کی نہی کراہتِ تنزیہی پر محمول ہے اور آپ کا کھڑے ہو کر پینا بیانِ جواز کے لیے ہے یہی سب سے بہترین تاویل ہے، والصواب أن النهي محمول علی كراهية لتنزيه وامّا شربة قائما فبيان للجواز". (مرقات:۸/۹۴)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی ازدحام کی بنا پر کھڑا ہو کر پیا تھا یا وہ مقام تر و بھیگا تھا۔

فليستقي صیغۂ امر کا محمول:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فَلْيَسْتَقِيْ ندب واستحباب پر محمول ہے، فمحمول علی الاستحباب. (مرقات:۸/۹۴)

۱۷۵- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةُ. (متفق عليه)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حِبَرَۃٌ کی تحقیق پیش کریں اور حبرۃ کے احب الی النبی ہونے کی وجہ بھی تحریر کریں۔

(ج): اس روایت اور روایتِ ام سلمہ "کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص" میں بظاہر تعارض ہے، آپ اس تعارض کا دفعیہ کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں پہننے کے لیے حبرہ چادر سب سے زیادہ پسند تھی۔

(ب): حِبَرَۃٌ کی تحقیق:

اَلْحِبَرَۃُ: واحد، جمع حِبَرٌ: بمعنی ایک خاص قسم کی دھاری دار یمنی چادر جس میں عام طور پر سرخ دھاریاں ہوتی تھیں اور کبھی کبھی سبز نیلی دھاریاں بھی ہوتی تھیں، الحبرۃ نوع من بروہ الیمن بخطوطِ حُمرٍ وربما تکون بخضر اوزرق۔

حبرۃ کے احب الی النبی ہونے کی وجہ:

حبرۃ کے احب الی النبی ہونے کی بہت سی وجہیں منقول ہیں:

(۱) حبرۃ (چادر) احب الی النبی اس لیے تھی کہ عرب میں خالص سوت کا کپڑا سب سے زیادہ پسندیدہ شمار ہوتا تھا اور یہ بھی خالص سوت کی ہوتی تھی اس وجہ سے آپ کو زیادہ محبوب تھی۔

(۲) بعض حضرات نے کہا ہے حبرۃ (چادر) اس لیے آپ کو زیادہ محبوب تھی کہ اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا رنگ سبز ہوتا تھا اور سبز رنگ آپ کو زیادہ محبوب تھا؛ کیونکہ سبز رنگ میں جنتیوں کا لباس بھی ہوگا جیسا کہ طبرانی اور ابن السنی نے نقل کیا ہے: کان احب الالوان الیہ الخضرۃ.

(۳) حبرۃ اس لیے آپ کو زیادہ پسندیدہ تھی کہ اس میں بہت زیادہ زیب وزینت نہیں ہوتی تھی؛ بلکہ یہ چادر بالکل سادی ہوتی تھی لانہ لیس فیہ کثیرۃ زینۃ.

(۴) حبرۃ (چادر) آپ کو اس لیے زیادہ پسندیدہ تھی کہ میل کچیل اس میں جلد ظاہر ہو جاتی تھی اسی وجہ سے اس کے دھونے اور صاف کرنے کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے، ولأنها اکثر احتمالاً للوسخ. (مرقات:۸/۱۲۳)

(ج): اس روایت اور روایتِ ام سلمہ "کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص" میں تعارض کا دفعیہ:

ان دونوں مذکورہ بالا روایتوں میں تعارض کو اس طرح دفع کیا جاسکتا ہے کہ (۱) حبرۃ رنگ کے لحاظ سے زیادہ محبوب تھی؛ کیونکہ جنتیوں کا لباس سبز رنگ کا ہوگا اور اس میں خالص سوت ہونے کی وجہ سے سادگی بھی ہے اور قمیص صنعت وکاری گری کے اعتبار سے زیادہ محبوب تھی، فالقمیص احب الانواع باعتبار الصنع والحبرۃ احبها باعتبار اللون او الجنس. (مرقات:۸/۱۲۳)

۱۷۶-مشکوۃ شریف: ص/۳۷۳

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): "لم ینظر اللہ الیہ" کا مطلب تحریر کریں اور بتائیں کہ خیلاء کی قید احترازی ہے یا اتفاقی؟

(د): اسبال ازار حرام ہے یا مکروہِ تحریمی یا تنزیہی؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص غرور وتکبر کے طور پر اپنے بدن کے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت وعنایت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

جو شخص غرور اور تکبر کے طور پر اپنے بدن کے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت وعنایت کی نظر سے نہیں دیکھے گا، حدیث میں غرور وتکبر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص غرور وتکبر کے بغیر اپنے پائجامے یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ حرام نہیں؛ البتہ مکروہِ تنزیہی ہے؛ لیکن اگر کسی عذر کے سبب جیسے سردی یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے پائجامہ وتہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہِ تنزیہی بھی نہیں ہے۔

(ج): "لم ینظر اللہ الیہ" کا مطلب:

اور لم ینظر اللہ الیہ کا مطلب یہ ہے ای لایرحم علیہ ولم یلتفت الیہ، اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور عنایتوں کی نظر جرِّ ازار کرنے والے پر نہیں ہوگی۔ (مرقات: ۱۹۸/۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیلاء کی قید احترازی ہے یا اتفاقی؟

خیلاء کی قید احترازی ہے یعنی جو شخص غرور و تکبر کے طور پر اپنے بدن کے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا یہ ان کے ساتھ خاص ہے؛ لیکن اگر کسی عذر کے سبب سے ہو تو یہ وعید ان کیلئے نہیں۔

(د): اسبال ازار حرام ہے یا مکروہِ تحریمی یا تنزیہی؟

تکبراً او فرحا وطغیانًا بالغنی، قال ابن الملک: ویفهم منه ان جره لغیر ذلک لایکون حرامًا لکنه مکروه کراهة تنزیهة یعنی جرِّ ازار مطلقاً حرام نہیں ہے؛ بلکہ اگر بطورِ تکبر، دکھلانے کے لیے اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کے لیے زمین پر ازار کو گھسیٹ کر چلتا ہے تو حرام ہے؛ البتہ اگر ان وجوہ کے علاوہ کسی اور سبب سے جرِ ازار کرے تو حرام نہیں؛ لیکن مکروہِ تنزیہی ضرور ہے، اور اگر ازار خود بخود نیچے کو آجاتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۱۷۷- مشکوۃ شریف: ص/۳۷۳

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (رواه البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): کیا مطلقاً جرِ ازار (لنگی وغیرہ کو گھسیٹ کر چلنا) حرام ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

(ج): کتنی مقدار تک کپڑا لٹکانا مستحب اور کتنی مقدار تک جائز ہے؟

(د): حدیث شریف میں مذکورہ واقعہ زمانۂ ماضی کا ہے یا آئندہ کی خبر ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت ایک آدمی غرور وتکبر کے طور پر اپنا ازار یعنی تہبند و پائجامہ زمین پہ گھسیٹ کر چل رہا تھا، پس اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا؛ چنانچہ وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔

(ب): کیا مطلقاً جرِ ازار (لنگی وغیرہ کو گھسیٹ کر چلنا) حرام ہے یا...:

جرازار مطلقاً حرام نہیں ہے؛ بلکہ اگر بطورِ تکبر، دکھلاوے کے لیے اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کے لیے زمین پر ازار کو گھسیٹ کر چلتا ہے تو حرام ہے؛ البتہ اگر ان وجوہ کے علاوہ کسی اور سبب سے جرِ ازار کرے تو حرام نہیں ہے؛ لیکن مکروہِ تنزیہی ضرور ہے اور اگر جرِ ازار خود بخود نیچے کو آ جاتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مرقات: ۱۲۸/۸)

(ج): کتنی مقدار تک کپڑا لٹکانا مستحب اور کتنی مقدار تک جائز ہے؟

قمیص اور ازار کے کنارے کو نصف ساق و پنڈلی تک رکھنا مستحب ہے اور اس کے نیچے ٹخنوں تک رکھنا بلا کراہت جائز ہے، اما القدر المستحب فنصف الساقین والجائز بلا کراھة ماتحته الی الکعبین. (مرقات: ۱۲۹/۸)

(د): حدیث شریف میں مذکورہ واقعہ زمانہ ماضی کا ہے یا آئندہ کی خبر ہے؟

حدیث شریف میں مذکورہ واقعہ کے بارے میں دونوں قول مروی ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں سے کسی شخص کا تذکرہ ہے، اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خبر دی ہے، اور امام بخاریؒ نے باب ذکر بنی اسرائیل کے تحت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس واقعہ کو نقل کیا ہے، اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ شخص مذکورہ قارون کے علاوہ ہے۔ (حاشیہ:۳۷۳/۸)

۱۷۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۳

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّأْکُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِہٖ اَوْیَمْشِیَ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَۃٍ وَاَنْ یَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْیَحْتَبِیَ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ کَاشِفًا عَنْ فَرْجِہٖ.

(رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اشتمال صمّاء اور احتباء کا مفہوم اور حکم تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک (پیر میں) جوتا پہن کر چلے، اور یہ کہ کپڑ کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر آجائیں یا بدن پر کوئی ایک کپڑا لپیٹ کر اس طرح گوٹ مار کر بیٹھے کہ اس کا ستر کھلا ہوا ہو۔

(ب): اشتمال صمّاء اور احتباء کا مفہوم:

اشتمال صمّاء: کہا جاتا ہے کہ ایک چادر سے پورے بدن کو اس طور پر گھیر لینا کہ کسی جانب کھلا نہ رہے اور ہاتھ بھی اندر اس طرح رہے کہ باہر نہ کرسکے وھی عند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

العرب تجليل الجسد كله بثوب واحد بلارفع جانب يخرج منه اليد.

علامہ نووی رحمہ اللہ کی شرح مسلم میں مذکور ہے کہ فقہاء اشتمال صمّاء اس کو کہتے ہیں کہ جسم پر موجود ایک ہی کپڑے میں لیٹ جائے پھر ایک کنارے کو اٹھا کر مونڈھے پر رکھ لے، اس صورت میں سترِ عورت کا کچھ نہ کچھ حصہ کھل جاتا ہے۔ (مرقات:۸/۱۳۰)

احتباء: احتباء کی صورت یہ ہے کہ آدمی دونوں سرینوں پر بیٹھے اور پنڈلیوں کو کھڑا رکھے پھر کپڑے یا ہاتھ یا اور کسی چیز کے ذریعے پنڈلیوں کو لپیٹ لے۔ الاحتباء ان يقعد الرجل على اِلْيتيه وينصب ساقيه ويحتوى عليهما بثوب اونحوه اوبيده. (مرقات:۸/۱۳۰)

اشتمالِ صمّا اور اِحتباء کا حکم:

(۱) اشتمالِ صمّاء کی پہلی صورت کے بارے میں علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ بحالتِ صلوٰۃ مکروہ ہے، قال ابن الهمام يكره اشتمال الصماء في الصلوٰة.

(۲) یا اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

(۳) یا اس لیے کہ رکوع، سجدہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

(۴) یا اس لیے کہ اس حالت میں اگر پھسل کر گر جائے تو زخمی ہونے کا خطرہ ہے؛ کیونکہ اس میں ہاتھ نکالنا مشکل ہوتا ہے۔

اشتمالِ صمّاء کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کشفِ عورت کا ہونا متحقق ویقینی ہو تو حرام ہے اور اگر کشفِ عورت کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔ الحاصل انه ان كان يتحقق منه كشف العورة فهو حرام وان كان يحتمل فهو مكروه.

احتباء کا حکم:

احتباء اس صورت میں ممنوع ہے جب اس کے پاس صرف ایک چادر ہو جس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کشفِ عورت کا قوی اندیشہ ہے اگر چادر بڑا ہو یا کوئی کپڑا پہن رکھا ہو جس سے کشفِ عورت کا احتمال نہ ہو اس وقت منع نہیں؛ بلکہ جائز و مستحب ہے؛ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خانہ کعبہ کے سامنے اسی طرح بیٹھنا منقول ہے، فالنهي انما هو بقيد الكشف والّافهو جائز بل مستحب في غير حالة الصلوٰة. (مرقات:۲۳۹/۸)

۱۷۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۴

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ سِيَرَاءُ فَبَعَثَ بِهَا اِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَيْکَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَابَعَثْتُ بِهَا اِلَيْکَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ النِّسَاءِ. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): "حُلَّةٌ سِيَرَاءُ" کی توضیح تحریر کریں۔

(ج): مردوں کے لیے ریشم کے پہننے کے جواز میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

(د): "بين النساء" سے کون سی عورتیں مراد ہیں؟ اور بچوں کو ریشم پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دھاری دار ریشمی جوڑا بطورِ ہدیہ کے پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میرے پاس بھیج دیا، پس میں نے اس کو پہن لیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن میں نے دیکھا کہ (میرے جسم پہ یہ جوڑا دیکھ کر) آپ کے چہرۂ مبارک پر غصّے کے آثار ظاہر ہونے لگے، چنانچہ آپ فرمانے لگے کہ میں نے اس جوڑ کو تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہن لو، بلکہ میں نے تو اس لیے تمہارے پاس بھیجا تھا، کہ تم اس کو پھاڑ کر اوڑھنیا بنالو، اور عورتوں میں تقسیم کردو۔

(ب): ”حُلَّةٌ سِيَرَاءُ“ کی توضیح:

حُلَّةٌ بمعنیٰ عمدہ پوشاک، صاف اور نئے کپڑوں کا جوڑا جمع حُـلَـلٌ، اور حِلَالٌ، سِيَـــرَاءُ: بمعنیٰ زرد ریشم کی دھاری دار چادر، وہ کپڑا جس میں تسموں کی طرح ریشم کی لکیریں پڑی ہوئی ہوں اب حلة سیراء کی توضیح یہ ہے کہ ازار اور رداء یعنی تہبند و چادر پر مشتمل وہ جوڑا جس میں ریشم ملا ہوا ہو، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حلة سیراء خالص ریشم کا ہوتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں حلة من دیباج کا لفظ آیا ہے، وھی بردة یخالطھا حریر وقیل ھی حریر محض وھو اشبه. (مشکوٰۃ بین السطور:۳۷۴)

(ج): مردوں کے لیے ریشم کے پہننے کے جواز میں اختلافِ ائمہ:

حضرت امام شافعیؒ اور امام محمدؒ (ایک روایت میں) فرماتے ہیں کہ حاجت و مصلحت کی بنیاد پر ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے مثلاً غزوہ اور دفع قمل (جوں ختم کرنا) وغیرہ کے لیے اس کا استعمال جائز ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک ریشم کا کپڑا پہننا بالکل جائز ہی نہیں ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک فقط میدانِ جنگ میں ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ریشم کا کپڑا پہننا اس صورت بھی مکروہ ہے؛ البتہ ایسا ریشمی کپڑا جس کا تانا (طول) ریشم کا اور بانا (عرض) غیر ریشم یعنی سوت یا اُون کا ہو تو اس کو میدانِ جنگ اور اس کے علاوہ حالات میں بھی پہن سکتے ہیں اگر تانا غیر ریشم اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بانا ریشم کا ہو تو جنگی ضرورت کی وجہ سے اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اس کے علاوہ دیگر حالات میں استعمال کرنا مکروہ ہے اور ریشم کا بچھونا، تکیہ، پردہ، چادر وغیرہ بنا کر اس پر سونا اس کو استعمال کرنا جبکہ اس میں تصویر وغیرہ نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (ہدایہ:۴/۴۴۰)

امام شافعیؒ کی دلیل:

امام شافعیؒ کی دلیل: حدیث الباب ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل:

عن الشعبی أنه علیه السلام رخّص في لبس الحریر والدیباج في الحرب.

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

عن ابی موسٰی الاشعریؓ ان النبی ﷺ قال احلّ الذهب والحریر للاناث من امتی وحرم علٰی ذکورها. (مشکوٰۃ:۳۷۵).

حدیثِ باب کا جواب:

حدیث الباب میں جو "لبس الحریر" کی اجازت دی ہے، اس سے مراد وہ ریشمی کپڑا ہے جس کا تانا ریشمی ہو اور بانا ریشمی نہ ہو نیز حریر (جس کا تانا ریشمی ہو) کا پہننا، ابوبکر، عثمان، ابوسعید خدری، سعد بن وقاص، ابن عمر، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم بیس صحابہ سے ثابت ہے۔ (ایضاح المشکوٰۃ:۲/۵۵۲)

کتنی مقدار میں ریشم کا پہننا مردوں کے لیے معاف ہے؟

مقدارِ قلیل یعنی تین یا چار انگلی کے بقدر معاف ہے، اِلّا ان القلیل عفو وهو مقدار ثلثة اصابع او اربع. (ہدایہ:۴/۴۴۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): "بین النساء" سے کون سی عورتیں مراد ہیں؟

بین النساء سے فواطم ثلاثہ مراد ہیں:

(۱) فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ام علی وجعفر وعقیل وطالب (۳) فاطمہ ام اسماء بنت حمزہ۔ (مرقات:۱۳۲/۸)

بچوں کو ریشم پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

ویکرہ ان یلبس الذکور من الصبیان الذھب و الحریر.

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ صبیان ذکور (مذکر بچے) کو ریشم کا کپڑا اور سونا کا پہنانا مکروہ ہے۔ (ہدایہ:۱۳۱/۸)

۱۸۰-مشکوٰۃ شریف:ص/۳۷۵

عَنْ سُوَیْدِ بْنِ وَھْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلَیْہِ وَفِي رِوَایَۃٍ تَوَاضُعًا کَسَاہُ اللّٰہُ حُلَّۃَ الْکَرَامَۃِ وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰہِ تَوَّجَہُ اللّٰہُ تَاجَ الْمُلْکِ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب تحریر کرتے ہوئے "تزوج للہ" اور "تاج الملک" عطاء کیے جانے کی مراد متعین کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت سوید بن وہب رحمہ اللہ نبی علیہ السلام کے ایک صحابی کے بیٹے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے اور وہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص زیب وزینت کے لباس پر قادر ہونے کے باوجود اس کے پہننے کو ترک کردے اور ایک روایت میں "تواضعًا" کا لفظ آیا ہے (یعنی بطورِ تواضع اس کا پہننا ترک کردے) تو اللہ تعالیٰ اس کو (جنت کا) ایسا لباس عطاء کرے گا جو اس کی عزت اور شرافت کا باعث ہوگا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بادشاہت کا تاج عطا کرے گا۔

(ب): مطلب:

حدیثِ مذکورہ کا مطلب بالکل واضح ہے کہ دنیا میں جو شخص تواضع اختیار کرتے ہوئے ایسے لباس کو نہیں پہنچا جو زیب وزینت کا باعث ہوتا ہے حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مال کی اتنی وسعت دی تھی کہ وہ اس لباس کو خرید کر پہن سکتا تھا؛ لیکن اس نے تواضع اختیار کی اور اس لباس کو نہیں پہنا تو اللہ رب العزت اس شخص کو قیامت کے دن جنت کا ایسا لباس عطاء کریں گے جو جنت میں اس کے لیے زیب وزینت اور عزت کا باعث ہوگا۔

اسی طرح جس شخص نے دنیا میں صرف اللہ رب العزت کی رضا کے لیے نکاح کیا تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں بادشاہی کا تاج عطاء کریں گے۔

"تزوج لله" اور "تاج الملک" عطاء کیے جانے کی مراد:

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ میں "تزوج لله" کی مراد یہ ہے کہ اس نے ایک ایسی لڑکی سے نکاح کیا جو نہ اس کا کفو تھی اور نہ عقل ودانائی میں اس کے برابر تھی؛ بلکہ ہر درجہ میں اس سے کم تھی؛ لیکن اس نے اس کو سہارا دینے اور اپنے آپ کو نفس کی خواہشات سے محفوظ رکھنے کے لیے اس سے نکاح کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں تاج الملک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عطا فرمائیں گے، اور ''تاج الملک'' کی مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت اس شخص کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ عزت سے سرفراز کریں گے۔ (مظاہر حق:۴/۱۸۵، توضیحات:۴۵۵)

۱۸۱-مشکوۃ شریف: ص/۳۷۵

عَنْ عِمْرَانَ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَااَرْكَبُ الْاُرْجُوَانَ وَلَاأَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَاأَلْبَسُ الْقَمِيْصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ اَلَاوَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَالَوْنَ لَهُ وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَارِيْحَ لَهُ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اُرجوان کے معنی اور مراد متعین کریں۔

(ج): کیا عورتوں کے لیے مہکنے والی خوشبو سے مطلقاً ممانعت ہے یا نہیں؟

(د): حدیث پاک کا ٹکڑا ''لاالبس القميص المكفف بالحرير'' حضرت اسماء کی حدیث ''لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج الخ'' سے معارض ہے اس کا حل بھی پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اُرغوانی (سرخ رنگ کے) زین پوش پر سوار نہیں ہوتا، نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنتا ہوں اور نہ ایسا کرتا پہنتا ہوں جس میں سنجاف (ریشمی گوٹ وغیرہ) لگی ہوئی ہو پھر فرمایا یاد رکھو! مرد کی خوشبو ایسی ہونی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاہیے کہ مہک تو ہو لیکن رنگ نہ ہو اور عورتیں ایسی خوشبو استعمال کریں جس میں رنگ تو ہو لیکن مہک نہ ہو۔

(ب): اُرجوان کے معنیٰ اور مراد:

اَلْاُرْجُوَانُ: ایک تیز سرخ پھول والا پودا، لال رنگا ہوا کپڑا، اَحْـمَـرُ اُرْجُـانِيٌّ بمعنیٰ گہرا سرخ ایک چھوٹی سی تکیہ جو سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور ریشم سے بنائی جاتی ہے اور زین پوش پر رکھی جاتی ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اُرْجُـوَانُ، اُرْغُـوَانُ کا معرّب ہے ایسا درخت جس کا پھول اور شگوفہ سرخ ہوتا ہے اور ہر ایسا رنگ جو اس کے مشابہ ہو اس کو ارجوان کہتے ہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ارجوان ایک قسم کا سرخ رنگ ہے۔

اور حدیث شریف کے اندر ارجوان سے احمر یعنی سرخ رنگ کا ہونا مراد ہے خواہ ریشمی ہو یا غیر ریشمی الظاهر انّ المراد بالأرجوان في الحديث الاحمر سواء كان متخذا من حرير اوغيره. (القاموس الوحید:۱۱۸، مرقات:۱۵۹/۸)

(ج): کیا عورتوں کے لیے مہکنے والی خوشبو سے مطلقاً ممانعت ہے یا نہیں؟

ولايجوز لهن... عند الخروج من بيوتهن ويجوز إذا لم يخرجن.
یعنی حدیث پاک کے اندر عورتوں کے لیے مہکنے والی خوشبو سے اس وقت منع کیا گیا ہے جبکہ گھر سے باہر ہوں اور اگر گھر کیا ندر ہی رہتی ہوں باہر نہ نکلتی ہو کوئی حرج نہیں ہے۔

(د): دونوں حدیثوں کے تعارض کا حل:

روایتِ اسماء بنتِ ابوبکرؓ اور حدیث الباب میں اس طرح تطبیق دی جائے گی:

(ا) حدیثِ باب کے اندر لا البس القمیص کا مطلب یہ ہے کہ مقدارِ معفوعنہ (چارانگل) سے زیادہ ریشم لگے ہوئے کپڑے کو استعمال نہیں کرتا، اور اسماء بنت ابوبکرؓ کی روایت میں مکفوفین بالدیباج سے مقدار مرخص معفوعنہ مراد ہے یعنی کہ جبّے کے اندر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جو ریشم کا کپڑا لگا تھا وہ چار انگل سے زائد نہیں تھا (۲) حدیث الباب ورع اور تقوی پر محمول ہے اور حضرت اسماءؓ کی حدیث بیانِ جواز اور رخصت پر محمول ہے۔ (مرقات:۸/۱۶۰)

۱۸۲-مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۶

عَنْ اَبِیْ رَیْحَانَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُکَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَیْرِ شِعَارٍ وَ مُکَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَیْرِ شِعَارٍ وَاَنْ یَجْعَلَ الرَّجُلُ فِیْ اَسْفَلِ ثِیَابِهٖ حَرِیْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ اَوْیَجْعَلَ عَلٰی مَنْکِبَیْهِ حَرِیْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ وَعَنِ النُّهْبٰی وَعَنْ رُکُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق پیش کریں۔

(ج): حدیث پاک کے ہر ہر جز کی تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوریحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں سے منع فرمایا ہے: (۱) دانتوں کو تیز کرنے سے (۲) (جسم کے کسی حصے کو) گودنے سے (۳) بال کو اکھاڑنے سے (۴) مرد کو مرد کے ساتھ بغیر حائل کے سونے سے (۵) عورت کو عورت کے ساتھ بغیر حائل کے سونے سے (۶) اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرد اپنے کپڑے کے نیچے ریشم لگائے عجمیوں کی طرح (۷) یا عجمیوں کی طرح مونڈھوں پر ریشمی کپڑا لگائے (۸) اور آپ صلی اللہ علیہ سلم نے کسی کا مال لوٹنے (۹) اور چیتے کی کھال کی زین پر سوار ہونے (۱۰) اور مہر کی انگوٹھی پہننے سے (منع فرمایا) الا یہ کہ وہ صاحبِ حکومت ہو۔

(ب): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق:

اَلْوَشْرُ: یہ باب ضرب کا مصدر ہے، وَشَرَ یَشِرُ وَشْرًا، اَلْمَرْأَۃُ اَسْنَانَھَا بمعنی عورت کا اپنے دانت تیز کرنا، باریک کرنا۔ (القاموس الوحید:۱۸۵۲) اور مرقات میں ہے: تحدید الاسنان وترقیق اطرافھا، یعنی دانتوں کو تیز کرنا، اور دانتوں کے کناروں کو باریک کرنا۔ (مرقات:۸/۱۶۰)

اَلْوَشْمُ: باب ضرب کا مصدر ہے، وَشَمَ، یَشِمُ وَشْمًا بمعنی کھال کو سوئی سے گود کر نیل چھڑکنا۔ (القاموس الوحید:۱۸۵۵) اور مرقات میں ہے: وھو ان یغرز الجلد بأبرہ ثم یحثی بکحل اونیل فیزرق اثرہ اویخضر، یعنی کھال میں سوئی کے ذریعے سوراخ کرکے سرمہ، نیل وغیرہ بھرنا تاکہ اس کا اثر نیلگوں یا سبز نظر آئے۔

اَلنَّتْفُ: یہ باب ضرب کا مصدر ہے نَتَفَ، یَنْتِفُ، نَتْفًا بمعنی عورتوں کا اپنے چہروں سے بالوں کا اُکھاڑنا نتف الشَّعرَ وَالرِّیْشَ بمعنی بال اُکھاڑنا، بال نوچنا۔

مُکَامَعَۃٌ: یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے، کَامَعَ، یُکَامِعُ، مکامعۃً بمعنی ملانا، ہم بستری کرنا، ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ بلا حائل کے چمٹ کے سونا۔ (القاموس الوحید:۱۴۲۵)

اَلنُّھْبٰی: نَھْبٌ کے معنی میں ہے ہر وہ چیز جو لوٹی جائے، لوٹی ہوئی چیز النھبی مصدر بمعنی النھب والغارۃ وقد یکون اسما لماینھب. (مرقات:۸/۱۶۱)
نَھِبَ یَنْھَبُ نَھْبًا باب نصر، سمع، فتح بمعنی لوٹنا، زبردستی لینا۔ (القاموس الوحید:۱۷۱۳)

اَلنُّمُوْرُ: یہ لفظ جمع ہے، اس کا واحد نَمِرٌ، نِمْرٌ، نَمْرٌ، تینوں آتا ہے، بمعنی چیتا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہاں مراد چیتے کی کھال ہے اور مجرد میں باب سمع سے آتا ہے، نَمِـرَ، یَنْمَـرُ، نَمْـرًا وَنُمُرَۃً بمعنی چیتے جیسا ہونا۔ (القاموس الوحید:۱۷۰۸)

(ج): حدیث پاک کے ہر ہر جز کی تشریح:

اَلْـوَشْـرُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ بوڑھی عورتیں جوان عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کے لیے اپنے دانتوں کے کناروں کو تیز اور باریک کرلیا کرتی تھیں تو آپ علیہ السلام نے اس سے منع فرمادیا۔

اَلْـوَشْـمُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں ایک عادت یہ بھی تھی کہ عورتیں جسم کے بعض حصوں کو سوئی وغیرہ سے گود کر اس میں سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیتی تھیں جیسا کہ ہمارے یہاں ہندوستان میں بھی بعض غیر مسلم لوگوں میں یہ دستور ہے کہ جسم کے کسی خاص حصے پر اپنا یا دیوی، دیوتا وغیرہ کا نام گودوا لیتے ہیں، اس رواج و عادت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

اَلنَّتفُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ زینت وآرائش کے واسطے عورتوں کا اپنے چہروں یعنی پیشانی کے بالوں کو نوچنا اسی طرح مردوں کا ڈاڑھی یا بھوؤں کے سفید بالوں کو نوچنا ان تمام باتوں سے آپ نے منع فرمایا ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت بالوں کو اُکھاڑنے سے بھی جیسا کہ عورتیں عام طور پر اس طرح کیا کرتی ہیں۔

ومکامعة الرجل الرجل الخ: حدیث کے ظاہری الفاظ کا مطلب تو یہی ہے کہ دو مرد ایک لحاف یا چادر وغیرہ میں مل کر بالکل ننگے نہ سوئیں؛ لیکن اگر دونوں کے ستر تو ڈھکے ہوں اور بقیہ اعضاء جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو، تو یہ صورت بھی ممنوع ہے یہی دونوں صورتیں عورتوں کے متعلق بھی ہیں پس اگر فتنے اور شرانگیزی کا اندیشہ ہو تو ایک ساتھ سونا قطعاً ممنوع ہے اور اگر کوئی اندیشہ نہ بھی ہو پھر بھی یہ صورت تہذیب وشائستگی اور آداب واخلاق کے خلاف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وان یجعل الرجل في اسفل الخ: اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے لیے ریشم کا استعمال کرنا قطعاً ممنوع ہے خواہ کپڑے کے اوپر ہو یا نیچے بطورِ استر کے یا کپڑے کے دامن میں بیل بوٹے وغیرہ کا کام کیا گیا ہو، بشرطیکہ قدر معفو عنہ سے زائد ہو؛ البتہ اگر بقدر معفو عنہ ہے جب بھی ورع اور تقویٰ کے خلاف ہے۔

اویجعل علی منکبیہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ کرتوں یا جبّوں وغیرہ پر سنجاف کے طور پر ریشمی کپڑا لگوانا یا ریشم کا کام کروانا یہ بھی ممنوع ہے؛ لیکن اگر مقدارِ معفو عنہ ہے تو جائز ہے۔

مثل الاعجام: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے عجمی لوگ اپنے کپڑوں میں سنجاف کے طور پر تکبر کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ ریشمی کپڑے لگواتے ہیں، اسی طرح تم لوگ مت کرو۔

عن النهبٰی: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مال ودولت اور ان کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے اور ان پر غارت گری کرنے سے منع فرمایا ہے۔

رُکُوْبُ النُّمُوْرِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ چیتے کی کھال سے بنی ہوئی زینوں کو بھی استعمال کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ اس میں زینت وآرائش اور دکھلاوا اور تکبر مقصود ہوتا ہے، بعض لگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ چیتے کی کھال کے بالوں کی نجاست کی وجہ سے منع فرمایا ہے؛ لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ کل اهاب دبغ فقد طهر إلّا جلد الآدمی والخنزير والكلف علی قول. علاوہ ازیں ہمارے نزدیک مردار کا بال بھی تو پاک ہے۔

اِلَّا لِذِیْ سُلْطَان: اس کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کو مہر کی انگوٹھی نہیں استعمال کرنی چاہیے؛ بلکہ صرف اسی شخص کو استعمال کرنی چاہیے جس کو مہر وغیرہ لگانے کی ضرورت ہو جیسے بادشاہ، حاکم، قاضی، امیر، الغرض فقط زیب وزینت کے لیے انگوٹھی کو استعمال کرنا ممنوع یعنی مکروہ تنزیہی ہے؛ البتہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ (مرقات: ۸/۱۶۰-۱۶۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۸۳-مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَفِي رِوَايَةٍ وَجَعَلَهٗ فِي يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَلْقَاهُ ثُمَّ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لَايَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِيْ هٰذَا وَكَانَ اِذَا لَبِسَهٗ جَعَلَ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ بَطْنَ كَفِّهٖ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): آپ کی انگشتری مبارک میں "محمد رسول اللہ" کا نقش کتنی سطروں میں کس ترتیب کے ساتھ تھا تحریر کریں؟

(ج): انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا چاہیے؟

(د): مذکورہ حدیث کا ٹکڑا "کان إذا لبسه" ایک دوسری روایت کے ٹکڑے "کان یختم به و لایلبس" سے معارض ہے اس تعارض کا حل پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس انگوٹھی کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا پھر اس کو پھینک دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میری اس مہر کے الفاظ اپنی انگوٹھی میں کندہ نہ کروائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنتے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): آپ کی انگشتری مبارک میں ''محمد رسول اللہ'' کا نقش:

آپ کی انگشتری مبارک میں محمد رسول اللہ کے الفاظ تین سطروں میں کندہ کیے گئے تھے جیسا کہ ایک روایت میں صراحت ہے: كان نفس الخاتم ثلاثة اسطر.

(مشکوٰۃ:۳۷۸)

اور نقش کی ترتیب اس طرح تھی کہ سب سے اوپر والی پہلی سطر میں محمد اور درمیانی سطر میں رسول اور آخری سطر میں اللہ لکھا ہوا تھا۔

جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں اس ترتیب کی صراحت منقول ہے: فإنه قال فيها (روايته) محمد سطر والسطر الثاني رسول والسطر الثالث الله؛ البتہ بعض شیوخ نے اس کے برعکس بیان کیا ہے یعنی کہ لفظ، اللہ، سب سے اوپر اور لفظ محمد سب سے نیچے اور لفظ رسول درمیان میں۔

لیکن کسی روایت میں اس ترتیب کی تصریح وارد نہیں ہوئی ہے۔ (مرقات:۸/۱۸۲)

(ج): انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا چاہیے؟

آپ سے انگشتری مبارک کا دونوں ہاتھوں میں پہننا ثابت ہے؛ لیکن امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے اور بائیں ہاتھ میں پہننے پر تعامل ہے جیسا کہ بعد میں آپ نے خود بائیں ہاتھ میں ہی پہنا ہے: عن ابن عمر انه تختم في يمينه ثم حوله في يساره. (مرقات:۸/۱۷۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): مذکورہ حدیث کا ٹکڑا "کان إذا لبسه" ایک دوسری روایت...:

تعارض کا حل: یہ ہے کہ وہ روایت جس سے عدمِ لبسِ خاتم ثابت ہوتا ہے اس میں اور روایتِ مذکورہ میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے:

(۱) کان یختم به ولا یلبس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت مہر ثبت فرماتے تھے اس وقت انگشتری مبارک دستِ اقدس میں نہیں ہوتی تھی؛ کیونکہ اس میں واضع وانکساری اور ریاء وتکبر سے دُوری ہے "لا یلبس" کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً انگوٹھی نہیں پہنتے تھے۔

(۲) ان دونوں روایتوں میں اس طرح بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ آپ ہمیشہ انگوٹھی نہیں پہنتے تھے؛ بلکہ بعض اوقات میں مہر وغیرہ لگانے کی حاجت کے وقت پہن لیا کرتے تھے، جیسا کہ بعض روایات میں اس کی صراحت بھی وارد ہوئی ہے۔

۱۸۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۸

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ، فَقِيْلَ إِنَّهُمْ لَايَقْبَلُوْنَ كِتَابًا إِلَّابِخَاتَمٍ، فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةً فِضَّةٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ. (رواہ مسلم) وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيْ يَمِيْنِهٖ، فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهٗ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہی سے انگوٹھی استعمال کرتے تھے یا کسی ضرورت سے آپ علیہ السلام نے انگوٹھی بنوائی تھی، سوچ کر تحریر کریں۔

(ج): آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھیوں کی تعداد کتنی تھی؟ اس کو بھی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د): امتِ محمدیہ کو برائے زینت انگوٹھی پہننے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی کیا رائے ہے؟ تحریر کریں۔

(ہ): آپ کی انگشتری مبارک میں محمد رسول اللہ کا نقش کتنی سطروں میں کس ترتیب کے ساتھ تھا؟ تحریر کریں؛ نیز انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے، اس کو بھی بیان کریں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ فی السوال دونوں روایات میں جو تعارض ہے اس کو دُور کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے پاس پیغام اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے ہیں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ نقش تھا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ حبشی تھا اور آپ علیہ السلام اس نگ کو ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔

(ب): کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہی سے انگوٹھی استعمال کرتے تھے؟

واضح رہے کہ حضور علیہ السلام اپنے شروع زمانے سے انگوٹھی استعمال نہیں فرماتے تھے؛ بلکہ آپ علیہ السلام نے ضرورۃً اپنی آخری عمر میں اس کو استعمال کیا ہے، اور وہ ضرورت جس کی وجہ سے آپ نے اس کو استعمال کیا ہے یہ تھی کہ غزوۂ تبوک کے بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب مدینہ اور اس کے اطراف کے سارے علاقے مسلمانوں کے زیرِنگیں ہو گئے تھے اور کفار و مشرکین اور اہلِ کتاب نے یا تو اسلام قبول کرلیا تھا یا جزیہ ادا کرنے کی شرط پر مسلمانوں سے صلح کرلی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور دراز کے علاقوں اور عرب کے اِردگرد کے حکمرانوں اور اُمرائے سلطنت کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط تحریر کرانے کا ارادہ فرمایا، تو کچھ افراد نے جوان ممالک کے حکمرانوں اور امراء کے طور وطریق سے واقف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اہلِ عجم ان خطوط کو معتبر نہیں مانتے جن پر بھیجنے والے کی مہر نہیں ہوتی، لہٰذا آپ علیہ السلام بھی مہر کا اہتمام فرمالیں؛ چنانچہ ان حضرات کے کہنے پر آپ علیہ السلام نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر اپنا نام ''محمد رسول اللّٰہ'' کندہ کرایا، اور پھر سلاطین کے نام اس مہر کی تصدیق کے ساتھ خطوط جاری فرمائے؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''لَمَّا أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْ یَکْتُبَ إِلٰی الْعَجَمِ، قِیْلَ لَہ: ان العجم لایقبلون الا کتابا علیہ خاتم فاصطنع خاتما، فکانی انظر الی بیاضہ فی کفہ''۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عجم کی جانب خطوط روانہ کرنے کا کیا تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ سلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اہلِ عجم بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے ہیں، واس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی گویا میں آج بھی اس انگوٹھی کی سفیدی آپ صلی اللہ علیہ سلم کی مبارک ہتھیلی پر دیکھ رہا ہوں (یعنی مجھے یہ بات اتنی اچھی طرح یاد ہے کہ گویا میں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں)۔

پس حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے شروع سے انگوٹھی کو استعمال نہیں کیا؛ بلکہ اپنی آخری عمر میں شاہانِ عجم کی جانب خطوط روانہ کرتے ہوئے بطورِ مہر کے چاندی ایک انگوٹھی کو بنوا کر استعمال کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵): آپ کی انگشتری مبارک میں محمد رسول اللہ کا نقش کتنی سطروں میں اور.....:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی انگوٹھی میں "محمد رسول اللّٰہ" کے جو الفاظ کندہ تھے یہ کتنی سطروں میں اور کس ترتیب کے ساتھ تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی میں یہ الفاظ تین سطروں میں لکھے ہوئے تھے جیسا کہ اس کی صراحت ایک روایت میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے: "کان نقش الخاتم ثلاثة اسطر" حضور علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش تین سطور میں تھا۔

اب رہا یہ سوال کہ ان کی ترتیب کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلی سطر میں "محمد" بیچ کی سطر میں "رسول" اور آخر کی سطر میں "اللّٰہ" لکھا ہوا تھا؛ چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت انسؓ سے منقول ہے "کان نقش الخاتم ثلاثة أسطر: محمد سطرٌ، ورسول سطرٌ، واللّٰه سطرٌ" حضور علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش تین سطر میں تھا ایک سطر میں لفظ محمد تھا ایک میں لفظ رسول تھا اور ایک میں لظ اللہ تھا؛ نیز اسماعیلی کی ایک روایت میں اس کی بھی صراحت موجود ہے کہ پہلی سطر مین محمد، دوسری میں رسول اور تیسری میں اللہ لکھا ہوا تھا۔

واضح رہے کہ بعض علماء نے نقش کے کندہ ہونے کی ترتیب مذکورہ بالا بیان کے برعکس بیان کی ہے ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی میں موجود نقش کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلی سطر میں لفظ اللہ، درمیان کی سطر مین لفظ رسول اور سب سے آخری سطر میں لفظ محمد تھا؛ لیکن کسی روایت میں اس ترتیب کی صراحت وارد نہیں ہوئی ہے اسی لیے محققین ومحدثین کی رائے یہی ہے کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی کے نقش کی ترتیب یہی تھی کہ پہلی سطر میں لفظ محمد، دوسری میں لفظ رسول اور تیسری میں لفظ اللہ تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟

واضح رہے کہ حضور علیہ السلام سے انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں پہننا ثابت ہے؛ لیکن افضل کس ہاتھ میں ہے؟ اس سلسلے میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہے، علماء احناف کی ایک جماعت اور مالکیہ نے اس کو بائیں ہاتھ میں پہننا افضل بتایا ہے، جبکہ احناف کی دوسری جماعت اور شوافع اس کے دونوں ہاتھوں میں پہن لینے کو جائز قرار دیتے ہیں، واضح رہے کہ حضرت امام نوویؒ نے اس دوسرے قول کے صحیح ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے، اس کے برخلاف احناف کی تیسری جماعت اس کے صرف دائیں ہاتھ ہی میں پہننے کو افضل سمجھتی ہے؛ لیکن ان تمام اقوال میں مذہب کے اعتبار سے راجح اور صحیح قول پہلا ہی ہے؛ البتہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ زینت کے لیے انگوٹھی کو داہنے ہاتھ میں اور مہر لگانے کے لیے بائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

مذکورہ فی السوال دونوں روایات میں جو تعارض ہے اس کا دفعیہ:

واضح رہے کہ سوال میں مذکور حضرت انسؓ کی دونوں روایات میں تعارض ہے بایں طور کہ حضرت انسؓ نے پہلی روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ مکمل مع نگ کے چاندی ہی کی تھی، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ دوسری روایت میں یہ بیان کر رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی؛ لیکن اس کا نگ حبشی تھا۔

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت جس میں انگوٹھی کا مع نگ کے چاندی کا ہونا مذکور ہے یہ اصل ہے اور دوسری روایت جس میں نگ کا حبشی ہونا مذکور ہے تو اس سے مراد انگوٹھی کی بناوٹ ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی بھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی چاندی ہی کا تھا اور اس کی بناوٹ حبشی تھی، پس اس اعتبار سے ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۸۵-مشکوٰۃ شریف: ص/۳۷۸

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ الصُّفْرَةَ يَعْنِي الْخَلُوْقَ وَتَغْيِيْرَ الشَّيْبِ، وَجَرَّ الْإِزَارِ، وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ، وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا، وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ، وَالرُّقَى إِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ مَحِلِّهِ، وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهِ. (رواه أبوداؤد والنسائي)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث میں مذکور دس اُمور میں سے ہر ایک کی وضاحت اور اس کا شرعی حکم تحریر کریں۔

(ج): غیر محرمہ کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس چیزوں کو ناپسند فرماتے تھے (۱) زرد رنگ یعنی خلوق کو (۲) سفید بالوں کے متغیر کرنے کو (۳) (مردوں کے لیے) ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکانے کو (۴) (مردوں کے لیے) سونے کی انگوٹھی پہننے کو (۵) عورتوں کے بے محل زینت ظاہر کرنے کو (۶) چونسر کھیلنے کو (۷) معوذات کے علاوہ کسی اور چیز سے جھاڑ پھونک کرنے کو (۸) کوڑی اور منکوں کے لٹکانے کو (۹) غیر محل میں عزل کرنے کو (۱۰) اور بچوں کے خراب کرنے کو؛ لیکن آپ نے اس کو حرام قرار نہیں دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث میں مذکوردس اُمور میں سے ہر ایک کی وضاحت اوراس کا شرعی حکم:

قوله: الصفرة... واضح رہے کہ یہاں صفرۃ سے مراد خلوق ہے جیسا کہ روایت ہی میں اس کی صراحت موجود ہے، خلوق زعفران وغیرہ سے ملا کر تیار کی ہوئی سرخی مائل زرد رنگ کی خوشبو کو کہتے ہیں، اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں؛ لیکن ترجیح عدمِ جواز کی روایات ہی کو ہے؛ اس لیے عصر حاضر میں اس طرح کی خوشبو کو استعال کرنا جائز نہیں ہے۔

قوله: تغيير الشيب... اس سے مراد سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو متغیر کرنا ہے، واضح رہے کہ مردوں کے لیے سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو سیاہ رنگ کے علاوہ کسی اور رنگ سے متغیر کرنا جائز ہے؛ البتہ ان پر سیاہ رنگ کا خضاب کرنا عام حالات میں جائز نہیں ہے۔

قوله: جر الازار... اس سے مراد ٹخنوں کے نیچے تہبند یا پائجامہ لٹکانا ہے، مردوں کے لیے ان دونوں کا لٹکانا ناپسندیدہ ہے اور اگر بطور تکبر کے کوئی ایسا عمل اختیار کرتا ہے تو پھر یہ حرام اور ناجائز ہے، الّا یہ کہ کسی کو کوئی عذر مثلاً پیٹ کا بڑا ہونا وغیرہ لاحق ہو جائے اور اس کا ازار باوجود خیال رکھنے کے ٹخنے سے نیچے آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

قوله: التختم بالذهب... اس سے مراد سونے کی انگوٹھی ہے، اسلامی شریعت میں مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی بلکہ مطلقاً سونا ہی استعمال کرنا حرام ہے؛ البتہ عورتوں کے لیے اس کے استعال کی اجازت ہے۔

قوله: التبرج بالزينة... اس سے مراد عورتوں کا نامحرموں کے سامنے زیب و زینت اختیار کرنا ہے، واضح رہے کہ عورتوں کے لیے اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور اس کے سامنے زیب وزینت اختیار کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

قوله: الضرب بالكعاب... اس سے مراد نرد (چونسر) کھیلنا ہے، نرد ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ناپسندیدہ کھیل ہے جو پاسوں اور اور مہروں کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے یہ کھیل کھیلنا ناجائز اور حرام ہے نبی علیہ السلام نے نرد کھیلنے والے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: "من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ" جس نے نرد کا کھیل کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، واضح رہے کہ نرد ہی کے مثل ایک کھیل شطرنج کا ہے، اس کا کھیلنا عند الاحناف اگرچہ حرام نہیں ہے؛ لیکن مکروہ ہے اور عند الشوافع کچھ معتبر شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

قولہ: الرقٰی الا المعوذات... اس سے مراد معوذتین یعنی ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ یا ادعیۂ ماثورہ کے علاوہ کسی اور منتر وغیرہ سے جھاڑ پھونک کرنا ہے، واضح رہے کہ معوذتین اور ادعیۂ ماثورہ کے علاوہ کسی اور غیر شرکیہ منتر سے جھاڑ پھونک کرنا اگرچہ جائز ہے؛ لیکن مکروہ ہے اور شرکیہ منتروں سے جھاڑ پھونک کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

قولہ: عقد التمائم... تمائم یہ تمیمۃ کی جمع ہے، اس سے مراد ہڈیوں اور منکوں کا لٹکانا ہے، زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اپنے بچوں کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے گلے میں ان چیزوں کو لٹکایا کرتے تھے؛ لیکن اسلام نے آکر ان چیزوں کو باطل قرار دیدیا اور اب ان کا لٹکانا شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے۔

قولہ: عزل الماء... اس سے مراد عورت کی شرم گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ منی کو خارج کرنا ہے، واضح رہے کہ عورت کی شرم گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً مرد کی دُبر وغیرہ میں منی کا اخراج کرنا ناجائز اور حرام ہے؛ البتہ عورت کے ساتھ جماع کرتے ہوئے عزل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک آزاد منکوحہ عورت سے اس کی اجازت کے بغیر اور غیر کی ملکیت منکوحہ باندی سے اس کے آقا کی اجازت کے بغیر دورانِ جماع عزل کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اپنی ملکیت یمین میں موجود باندی سے بغیر اجازت عزل کرنا جائز ہے، اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے برخلاف حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں باندی سے خواہ وہ اپنی ملک یمین میں ہو یا کسی دوسرے کی ہو بغیر اجازت عزل کرنا جائز ہے اور آزاد منکوحہ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے عزل کرنا جائز نہیں ہے۔

قوله: فساد الصبی... اس سے مراد مرضعہ یعنی بچہ کو دودھ پلانے والی عورت سے وطی کرنا ہے، واضح رہے کہ مرضعہ سے وطی کرنے سے بعض اوقات دودھ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بچہ کے اندر بھی بیماریاں لگ جاتی ہیں؛ اس لیے حضور علیہ السلام کو یہ ناپسندیدہ تھا؛ لیکن چونکہ آپ علیہ السلام نے اس کو حرام قرار نہیں دیا ہے؛ اس لیے جمہور اس کے جواز کے قائل ہیں۔

(ج): غیر محرمہ کی ضمیر کا مرجع:

واضح رہے یہاں "غیر محرمہ" کی ضمیر کا مرجع اگر چہ بقول بعض مذکورہ تمام اُمور ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع "فساد الصبی" ہے اور مطلب یہ ہے کہ مرضعہ عورت سے وطی کرنا اگر چہ حضور علیہ السلام کو ناپسند تھا؛ لیکن آپ علیہ السلام نے اس کو حرام قرار نہیں دیا ہے۔

۱۸۶- مشکوۃ شریف: ص/۳۷۹

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ قُلِّدَتْ فِيْ عُنُقِهَا مِثْلُهَا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَيُّمَا امْرَاَةٍ جَعَلَتْ فِيْ اُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ اُذُنِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): عورتوں کے لیے سونے کی زیورات پہننا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس حدیث کی تشفی بخش توجیہ کریں؟

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت سونے کا ہار پہنے گی قیامت کے دن اس کی گردن میں اسی طرح کا آگ کا ہار پہنایا جائے گا، اور جو عورت اپنے کان میں سونے کا بالا یا بالی پہنے گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کان میں اسی طرح کا آگ کا بالا یا بالی ڈالے گا۔

(ب): عورتوں کے لیے سونے کی زیورات پہننا جائز ہے یا نہیں...:

عورتوں کے لیے سونے کے زیورات پہننا جائز ہے تو اب رہی حدیث پاک کی توجیہ علماء نے اس حدیث پاک کی مختلف توجیہ بیان کی ہیں:

(۱) بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ پہلے تو یہی حکم تھا کہ سونا پہننا عورتوں کے لیے مباح نہیں؛ بلکہ بعد میں اس روایت کے ذریعے اس حکم کو منسوخ قرار دیا گیا جس کو حضرت علیؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالص ریشم اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہے پس اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو سونا اور خالص ریشم پہننا مباح ہے۔

(۲) بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مذکورہ احادیث میں جو وعید بیان کی گئی ہے اس کا تعلق اس عورت سے ہے جو زکوٰۃ ادا کیے بغیر سونے کے زیورات پہنے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ وعید اس عورت کے حق میں ہے جو زیورات پہن کر اجنبی مردوں کو دکھلائے۔ (مرقات:۸/۲۵۸، مظاہر حق:۱۹۷)

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

تَـقَلَّدَتْ: صیغہ واحد مؤنث غائب، بحث ماضی معروف از باب تَـفَـعُّل تَقَلَّدَ، یَتَقَلَّدُ، تَقَلُّدًا: تَقَلَّدَ الْقِلادَةَ بمعنی ہار پہننا، اپنے گلے میں ہار ڈالنا۔

قِلادَةٌ: واحد، بمعنی ہار، نیکلس، جمع قَلائِدُ۔

عُنُقٌ: واحد بمعنی گردن جمع اَعْنَاقٌ۔

خُـرْصٌ: واحد بمعنی زرہ، سونے یا چاندی کی انگوٹھی یا کڑا، ایک دانے والی کان کی بالی، جمع اَخْرَاصٌ، خُرْصَانٌ۔

۱۸۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۸۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَجَائَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ اِنَّهُ بَلَغَنِيْ اِنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ مَالِيْ لَااَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَابَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَاوَجَدْتُ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَاقَرَأْتِ مَااٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهُ قَدْنَهٰى عَنْهُ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والی اور گودوانے والی عورتوں (افزائش حسن کے لیے) دانتوں کو سوہان (ریتی) سے رتوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو کہ (یہ تمام عورتیں) اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرتی ہیں (جب ابن مسعودؓ کی روایت عورتوں تک پہونچی) تو ایک عورت حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھ تک یہ بات پہونچی ہے کہ آپ اس طرح (کی عورتوں پر) لعنت بھیجتے ہیں؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میرے لیے کیا رکاوٹ ہے کہ میں اس پر لعنت نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، اور جس کو کتاب اللہ میں ملعون قرار دیا گیا ہے، تو عورت نے کہا کہ میں نے بھی اس چیز کو پڑھا ہے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے (یعنی میں نے بھی پورا قرآن پڑھا ہے) لیکن اس میں مجھے یہ بات جو آپ کہتے ہیں (صریح الفاظ میں) کہیں نہیں ملی ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: اگر تم قرآن کریم کو (غور وفکر کے ساتھ سمجھ کر) پڑھتیں تو اس میں تمہیں یقیناً اس کا حکم ملتا، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ﴿مَاآتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورۂ حشر، آیت:۷) تو عورت نے کہا کہ ہاں یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ پس یہ وہ چیز ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

(ب): حدیث شریف کی مکمل تشریح:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ: حدیث شریف میں مذکورہ افعال کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرتکبین پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہوتی ہے؛ کیونکہ ان افعال کا کرنا گویا کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی کرنا ہے؛ لیکن ہر طرح کی تبدیلی پر اللہ کی لعنت نہیں ہے؛ بلکہ اس تبدیلی پر ہے جس کے بارے میں شارع علیہ السلام نے وضاحت فرمائی ہے مثلاً حدیث باب کے اندر درج ذیل عورتوں پر تبدیلی خلق کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔

الواشمات والمستوشمات: اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں وغیرہ کا بدن کے کسی حصے پر سوئی چبھا کر نیل یا سرمہ بھرنا تاکہ سبز یا نیلگوں نظر آئے جس طرح ہمارے یہاں کے ہندو اپنا دیوی دیتا کا نام لکھوالیا کرتے ہیں اُسی کو اُردو میں گودنا کہتے ہیں۔

اَلْمُتَنَمِّصَاتِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا خوبصورتی اور زینت کے لیے اپنے چہروں پر اُگے ہوئے بالوں کو نوچنا بھی باعثِ لعنت ہے؛ لیکن اگر کسی عورت کے چہرہ پر ڈاڑھی یا مونچھ اُگ آئے تو ایسی صورت میں اس وعید کے تحت داخل نہ ہوگی بلکہ اس کے لیے تو اکھاڑنا اور نوچ دینا ہی مستحب ہے۔

اَلْمُتَفَلِّجَاتِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کی افزائشِ حُسن کی خاطر دانتوں کے درمیان فصل اور کشادگی کرانا باعثِ لعنت و ملامت ہے اور عرب کے نزدیک یہ فعل بہت پسندیدہ تھا؛ کیونکہ چھوٹی عمر کی عرتوں کے دانت عام طور پر اسی طرح ہوتے ہیں؛ چنانچہ بڑی عمر کی عورتیں اسی لیے اس طرح کرتی تھیں، تاکہ کم عمر اور حسین نظر آئیں؛ چنانچہ اسلامی شریعت نے اس طریقے کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ: جن عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب اس طرح کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز جیسی بنادی ہے اس میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم و تغیر کرتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مصلحت و مرضی کے خلاف ہے، اسی طرح لفظ، خلق اللہ، مغیرات کا مفعول ہے اور یہ پورا جملہ تعلیل کے درجہ میں ہے جو وجوبِ لعنت کی عِلّتِ درجہ کو ظاہر کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مُثلہ اور داڑھی منڈوانا وغیرہ میں جو حرمت ہے اس کی علتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درجہ بھی یہی چیز یعنی اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنا ہے؛ لیکن اس سے یہ ضروری قرار نہیں پاتا کہ ہر ہر تغیر حرام ہو؛ کیونکہ یہ علت کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتی؛ بلکہ حرمت کی اصل علت تو شارع علیہ السلام کی طرف سے منع کیا جاتا ہے، اور اس ممانعت میں جو حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ چیز ہے جس کو ظاہری علت کا درجہ دیا جاتا ہے، لہٰذا حاصل یہ نکلا کہ شارح علیہ السلام نے جن تغیرات کو مباح قرار دیا ہے ان میں اباحت رہے گی، جن تغیرات کو حرام قرار دیا ہے ان میں حرمت جاری رہے گی۔ (مظاہر حق: ۲۱۰/۵)

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:

وَاشِـمَـاتٌ: صیغہ جمع مؤنث، بحث اسم فاعل، از باب ضرب، وَشَـمَ، يَشِمُ، وَشْمًا الجلد بمعنی کھال کو سوئی سے گود کر نیل چھڑکنا، تاکہ نیل گوں نظر آئے، گودنا۔

مُسْتَـوْشِـمَـاتٌ: صیغہ جمع مؤنث، بحث اسم فاعل، از باب استفعال اِسْتَوْشَمَ، يَسْتَوْشِمُ، اِسْتِيْشَامًا، بمعنی گودوانا، گدائی کا خواہشمند ہونا۔

مُتَنَمِّصَاتٌ: صیغہ جمع مؤنث بحث اسم فاعل، از باب تفعل تَنَمَّصَ، يَتَنَمَّصُ، تَنَمُّصًا بمعنی دھاگہ سے اپنی پیشانی کے بال اکھاڑنا، بال نوچنا، موچنے سے چہرے کے بال نوچنا، ازالة الشعر من الوجه بالمنصاص مجرد میں باب نصر وسمع سے آتا ہے۔

مُتَفَلِّجَاتٌ: صیغہ جمع مؤنث بحث اسم فاعل، از باب تفعل تَفَلَّجَ، يَتَفَلَّجُ، تَفَلُّجًا بمعنی تَفَلَّجَ الْاَسنان دانتوں کا فاصلہ دار ہونا، مجرد میں باب سمع سے آتا ہے۔ (قاموس الوحید)

ان افعال کے مرتکبین کے شرعی احکام:

الواشمات والمستوشمات: ان دونوں کا شرعی حکم یہ ہے کہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ گودنے اور گودوانے والی دونوں کے لیے یہ فعل حرام ہے، قال النووی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وھو حرام علی الفاعلۃ والمفعول بھا. (مرقات: ۸/۲۱۸)

المتنمصات: اسکا شرعی حکم یہ ہے کہ علاّمہ نووی نے اس کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ بالوں کا چہرے سے اُکھاڑنا حرام ہے؛ لیکن اگر کسی عورت کے چہرے پر داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کو صاف کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، قال النووی وھو حرام اِلّا اذانبتت للمرأۃ لحیۃ أوشوارب. (مرقات: ۸/۲۱۸)

المتفلجات للحسن: اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ علاّمہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ "للحسن" کے لفظ سے اشارہ ملتا ہے کہ اگر دانتوں کے درمیان فصل وکشادگی افزائش حسنِ آرائش کے لیے ہے تو حرام ہے اور کسی ضرورت کے لیے مثلاً دانتوں میں بیماری کی وجہ سے اس طرح کرتو کوئی حرج نہیں، قال النووی فیہ اشارۃ الٰی ان الحرام ھو المفعول لطلبُ الحسن امّالواِحتاجت الیہ فلابأس بہ. (مرقات: ۸/۲۱۸)

۱۸۸- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۸۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجلٌ قَدْخَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَااَحْسَنَ ھٰذَا قَالَ فَمَرَّ آخَرُ وَقَدْخَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا ثُمَّ مَرَّ آخَرُ قَدْخَضَبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا كُلِّهٖ. (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق پیش کریں۔

(ج): کالا خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں؟ تحریر کریں۔

(د): خضاب کا رنگ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا یا نہیں اور قول مختار پیش کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جس نے مہدی کا خضاب لگا رکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مہندی کا خضاب کتنا اچھا ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر دوسرا شخص گزرا جس نے مہندی اور وس کا خضاب لگا رکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خضاب پہلے سے زیادہ اچھا ہے، پھر ایک اور شخص گزرا جس نے زرد خضاب لگا رکھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ان تمام سے بھی زیادہ اچھا ہے۔

(ب): الفاظِ مخطوطہ کی تحقیق:

خَضَبَ: صیغہ واحد مذکر غائب، بحث ماضی مطلق معروف، از باب ضَرَبَ، خَضَبَ، یَخْضِبُ، خَضْبًا وَخُضُوْبًا بمعنی رنگ دار ہونا، رنگین ہونا۔

اَلْحِنَّاءُ: بمعنی مہندی۔

اَلْــکَتَـمُ: ایک پودہ جس کے بیج سے قدیم زمانہ میں روشنائی بنائی جاتی تھی اور بالوں کو خضاب کیا جاتا تھا۔

اَلصُّفْرَۃُ: بمعنی زردی، رنگ کا پھیکا پن پیلا پن۔ (قاموس الوحید)

(ج): کالا خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں؟

کالا خضاب علماء کرام نے کالے خضاب کو مکروہ قرار دیا ہے اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے اور یہی قول راجح ہے البتہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احناف کے یہاں فقط جہاد کے موقع پر دشمنوں کے سامنے رعب جمانے کے واسطے کالے خضاب کی بھی رخصت دی ہے اور امام ابو یوسفؒ نے شوہر کو بیوی کے پاس اس کی اجازت دی ہے اور کہا کہ جیسے شوہر چاہتا ہے کہ اس کی بیوی تزئین و آرائش کرے اسی طرح عورتیں بھی چاہتی ہیں کہ ان کے شوہر ان کے لیے آراستہ ہوں؛ لیکن عام طور پر فقہاءِ احناف نے اس صورت میں بھی سیاہ خضاب کے استعمال کو مکروہ ہی قرار دیا ہے۔ (مرقات: ۳۰۵/۸)

(د): خضاب کا رنگ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا یا نہیں؟

بعض روایات سے آپ کا خضاب لگانا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اس کی نفی ہوتی ہے؛ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے حضرت قتادہ نے حضرت انسؓ سے پوچھا "هل خضب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لم يبلغ ذالك وفي رواية لم يبلغ الخضاب شيئًا" اس سوال و جواب سے تو آپ کے خضاب لگانے کی صراحۃً نفی ہو رہی ہے۔

لیکن اس کے برعکس حضرت ابن عمرؓ کی روایت صحیحین میں موجود ہے جس میں یہ الفاظ ہے "رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصبغ بالصفرة" اس سے خطاب لگانے کا صراحۃً اثبات ہو رہا ہے لہٰذا اس میں علماء کرام نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اکثر اوقات میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب نہیں فرماتے تھے؛ بلکہ کبھی کبھی تھوڑے سے سفید بالوں میں خضاب لگا لیا کرتے تھے تو جس نے جو خبر دی صحیح خبر دی ہے۔

راجح اور مختار قول:

راجح اور قولِ مختار کیا ہے؟ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ وصاحبِ نہایہ وغیرہ نے اس بارے میں کہا ہے کہ صحیح اور قولِ مختار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترکِ خضاب فرمایا ہے؛ البتہ گاہے گاہے خضاب کو بھی استعمال کیا۔

(حاشیہ:۱۳۰،شمائل ترمذی ۴،حاشیہ مشکوٰۃ:۳۸۴،مرقات:۸/۲۵۷)

۱۸۹-مشکوٰۃ شریف: ص/۳۸۴

عَنْ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْشِئْتُ أَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَأْسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ وَلَمْ يَخْضِبْ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَقَدِاخْتَضَبَ اَبُوْبَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا. (متفق عليه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیثِ باب میں "ولم یخضب" ہے جبکہ بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب میں رنگا ہوا بال صحابہ کو دکھلایا آپ دونوں حدیثوں میں تطبیق دیں۔

(ج): حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے خضاب لگایا کہ نہیں اور خضاب لگانا افضل ہے یا ترک؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت انس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ نے خضاب لگایا یا نہیں) تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا (تو یقیناً) شمار کر لیتا اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آپ نے خضاب نہیں لگایا، ایک روایت میں (حضرت انسؓ نے یا حضرت انسؓ سے ثابتؓ نے) یہ عبارت مزید نقل کی کہ حضرت ابوبکرؓ نے مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال کیا اور حضرت عمرؓ نے صرف مہندی کا خضاب استعمال کیا۔

(ب): حدیثِ باب میں "ولم یخضب" ہے...:

اس روایت اور حضرت ام سلمہ کی روایت میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے: "لم یخضب" اکثری اور عمومی احوال پر محمول ہے اور ام سلمہ کی روایت سے جو اثبات ہو رہا ہے وہ بعض احوال پر محمو ہے یعنی کہ آپ نے اکثر و بیشتر خضاب نہیں لگایا البتہ کبھی کبھی لگایا ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت "لم یخضب" کو حقیقت پر اور ام سلمہ کی روایت کو مجاز پر محمول کر لیا جائے، اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے رنگ در دِسر کی بنا پر مہندی لگانے کی وجہ سے متغیر ہو گئے تھے، اسی وجہ سے لوگوں نے اس کو خضاب لگا ہوا گمان کیا، یا پھر بہت زیادہ خوشبوؤں میں ملوث رہنے کی وجہ سے رنگ میں تبدیلی آ گئی تھی یا بالوں کی سفیدی سے پہلے بوڑھاپے کے وقت عام طور پر جو سرخی ظاہر ہونے لگتی ہے ممکن ہے اسی کو مجازاً خضاب کہہ دیا گیا ہو۔ (مرقات: ۲۵۸/۸)

(ج): حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے خضاب لگایا کہ نہیں؟

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی خضاب لگایا ہے حضرت ابوبکرؓ نے حنا اور کتم دونوں کا خضاب لگایا، اور حضرت عمرؓ نے فقط حنا کا خضاب لگایا ہے جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت منقول ہے: وقد اختضب ابوبکر بالحناء والکتم واختضب عمر بالحناء بحتا. (مشکوۃ: ۳۸۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خضاب لگانا افضل ہے یا ترک؟

خضاب کا استعمال بہتر ہے یا ترک؟ اس میں فقہاء کی رائیں قدرے مختلف ہیں، حنفیہ کے یہاں استعمال مستحب ہے؛ کیونکہ روایت آئی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس کے استعمال کا حکم فرمایا تھا، شوافع کے یہاں ترجیح اسی کو ہے، علامہ نووی نے بعض اہلِ علم سے دو اور قول نقل کیے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ جہاں عام طور پر لوگ خضاب کا استعمال کرتے ہوں، وہاں استعمال بہتر ہے جہاں بالعموم خضاب نہ لگایا جاتا ہو اور لگانے والا مرکزِ توجہ بن جاتا ہو وہاں نہ لگانا چاہیے۔

(۲) دوسرے یہ کہ جس کے بال اچھے ہوں اور بلا خضاب بھلے لگتے ہوں ان کے لیے خضاب سے اجتناب بہتر ہے اور جس کا معاملہ اس کے برعکس ہو، وہاں خضاب کا استعمال بہتر ہے۔ (قاموس الفقہ: ۳۴۱/۳)

بالوں رکھنے کی سنیت:

متعدد احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بال رکھنا ثابت ہے لہٰذا یہ اعلیٰ سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق پسند فرمایا ہے اور حج میں حلق بھی کیا، حضرت علیؓ ہمیشہ حلق کرتے تھے لہٰذا یہ بھی سنت ہے؛ لیکن مرتبہ میں پہلے سے کم اور برابر کرکے کاٹنا جائز ہے۔ بعض حصہ کاٹنا اور بعض حصہ نہ کاٹنا حرام ہے اور بال رکھنے کے تین طریقے ہیں۔ (ایضاح المشکوٰۃ: ۵۶۱/۲)

بالوں کی اقسام:

بالوں کی تین قسمیں کی جاتی ہیں (۱) وَفرہ (۲) جُمّہ ۔ (۳) لِمّہ

وفرہ کی تعریف: الوفرة الی شحمة الاذن یعنی جب بال کان کی لو تک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہونچے تو اسے وفرہ کہتے ہیں۔

جُمہ کی تعریف: اذا بلغت الی المنکبین فھی جمۃ: یعنی جب بال مونڈھوں تک پہونچ جائیں تو اُسے جمہ کہتے ہیں۔

لمہ کی تعریف: واللِمَّۃُ اِذا جاوزت شحمۃ الأذن یعنی اگر کان کی لو سے آگے تجاوز کر جائے تو اسے لمہ کہتے ہیں۔ (حاشیہ ۲ شمائل ترمذی ۳)

۱۹۰-مشکوٰۃ شریف: ص/ ۳۸۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالصُّفْرَةِ حَتّٰى تَمْتَلِءَ ثِيَابُهُ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيْلَ لَهُ: لِمَ تُصْبِغُ بِالصُّفْرَةِ؟ قَالَ: اِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهَا وَقَدْ كَانَ يَصْبِغُ ثِيَابَهُ كُلَّهَا حَتّٰى عِمَامَتَهُ. (رواه ابوداؤد والنسائی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کرتے ہوئے "یصبغ ثیابه کلها" کے ایسے معنیٰ بیان کریں کہ "نهی النبی صلی الله علیه وسلم ان یتزعفر الرجل" سے تعارض باقی نہ رہے۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپؓ اپنی داڑھی پر زرد رنگ کا خضاب کیا کرتے تھے جس سے آپؓ کے کپڑے بھی زرد ہو جایا کرتے تھے، جب آپؓ سے معلوم کیا گیا کہ آپؓ زرد خضاب کیوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرتے ہیں تو آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو اپنی داڑھی پر زرد خضاب کرتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ علیہ السلام کے نزدیک داڑھی پر خضاب کرنے کے لیے زرد رنگ سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں تھی، نیز آپ علیہ السلام اپنے تمام کپڑوں اور عمامہ کو بھی زرد کر دیا کرتے تھے۔

(ب): مطلب:

واضح رہے کہ حدیث مذکورہ میں زرد رنگ سے مراد ورس نامی گھاس ہے جس سے اس زمانے میں خضاب کیا جاتا تھا اور اس کا رنگ زعفران کی طرح زرد ہوتا تھا۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا زرد رنگ سے داڑھی کے بالوں اور کپڑوں کو رنگنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں زرد رنگ سے داڑھی کو متغیر کرنا جائز ہے، نیز نہایہ میں بھی یہی مذکور ہے اور حضور علیہ السلام سے بھی کبھی کبھی (زرد رنگ سے) بالوں کو رنگنا منقول ہے، رہا کپڑوں کو رنگنا تو یہ حضور علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے، آپ علیہ السلام نے کبھی بھی بالقصد اپنے کپڑوں کو زرد رنگ سے نہیں رنگا ہے، اب رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عبداللہ نے اس حدیث میں یہ کیسے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام بھی اپنے کپڑوں کو زرد رنگ سے رنگا کرتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے کپڑوں اور عمامہ پر بھی لگ گیا اور صحابیؓ نے اسی کو یہ گمان کر لیا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے کپڑوں کو بھی زرد رنگ لگایا ہے اور اسی گمان کے پیش نظر اس کو بیان کر دیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے آپ علیہ السلام نے اپنے کپڑوں کو کبھی بھی رنگ نہیں لگایا ہے۔

نیز اس حدیث کے متعلق یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث سے زرد رنگ کے استعمال کی اجازت معلوم ہو رہی ہے جبکہ دوسری حدیث "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتزعفر الرجل" اس سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیے کہ زعفران جیسے استعمال کرنے سے آپ علیہ السلام نے مرد کو منع کیا ہے زرد رنگ ہی کا ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مرد کو عین زعفران استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے زرد رنگ سے منع نہیں فرمایا اور یہاں جو زرد رنگ ہے یہ ورس نامی گھاس کا ہے زعفران کا نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۱۹۱- مشکوۃ شریف: ص ر ۳۸۷

وَعَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلٰى مَتَغْرَنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ؟ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ. (متفق عليه.)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کے معنیٰ اور مراد تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے بچوں کے حلق کا علاج اس طرح دبا کر کیوں کرتی ہو؛ بلکہ تمہیں اس کا علاج عود ہندی سے کرنا چاہیے؛ اس لیے اس میں سات بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک ذات الجنب ہے، پس عذرہ (کی بیماری) میں (اس سے) سعوط کیا جائے اور ذات الجنب میں لدود کیا جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): مطلب:

اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذرہ اور ذات الجنب نامی بیماریوں کا آسان علاج بیان کیا ہے۔

واضح رہے کہ عذرہ دودھ پیتے بچوں کے حلق میں ہونے والی ایک بیماری کا نام ہے، زمانۂ نبوت میں اگر کسی بچے کو یہ بیماری لاحق ہوتی تھی تو اس کا علاج اس طرح کیا جاتا تھا کہ ماں بچے کے تالو کو اُنگلی سے زور سے دباتی تھی جس سے ناک کے راستہ سے کالا خون نکل آتا تھا، اس طریقۂ علاج سے بچہ کو سخت تکلیف ہوتی تھی، نبی علیہ السلام نے اس روایت میں اس بیماری کا ایک آسان علاج بیان فرمایا اور امت کو اس بات کی تعلیم دی کہ بچوں میں عذرہ نامی بیماری ہونے کی صورت میں انگلی ڈال کر ان کے حلق کو دبانے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اس کا علاج عود ہندی سے کرنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ عود ہندی کو پانی میں ڈال کر گھول لیا جائے اور پھر اس پانی کو بچے کی ناک میں ٹپکایا جائے، علاج کا یہ طریقہ پہلے والے طریقہ سے آسان ہے۔

اسی طرح آپ علیہ السلام نے اس حدیث میں ذات الجنب نامی بیماری کا علاج بھی بیان کیا ہے، ذات الجنب دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ ہوتی ہے انسان کے سینہ میں عضلات جمع ہونے کی وجہ سے ورم آجاتا ہے یہ صورت خطرناک اور انتہائی مہلک ہوتی ہے، اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کے پہلو میں ریاح جمع ہو کر درد پیدا ہو جاتا ہے، آپ علیہ السلام نے اس بیماری کا علاج یہ ارشاد فرمایا ہے کہ عود ہندی کو پانی میں گھول کر اس پانی کو منہ کھول کر باچھوں میں ٹپکایا جائے، ان شاء اللہ اس طریقہ سے اس مہلک اور تکلیف دہ مرض سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

واضح رہے کہ حضور علیہ السلام نے اس روایت میں عود ہندی کو سات بیماریوں کے لیے شفا ارشاد فرمایا ہے؛ لیکن نام آپ علیہ السلام نے صرف دو بیماریوں کا لیا ہے اس کی وجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ ہوسکتی ہے کہ بقیہ پانچ بیماریاں ممکن ہے لوگوں میں مشہور ہوں اور ان کے متعلق عود ہندی سے علاج کرنا ان کو معلوم ہو پس جسکا علم نہیں تھا آپ علیہ السلام نے اس کو ارشاد فرمادیا۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کے معنیٰ اور مراد:

العلاق: یہ عین پر تینوں حرکات کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اس کے معنیٰ دبانے اور نچوڑنے کے آتے ہیں۔ اور یہاں اس سے مراد عذرہ کی بیماری میں بچہ کے حلق میں انگلی ڈال کر تالو دبانا ہے۔

العود الهندی: ایک دوا کا نام ہے، اس کو عربی میں قسط اور اردو میں کوٹ بھی کہا جاتا ہے، یہ دو طرح کی ہوتی ہے ایک بحری ہوتی ہے جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور ایک ہندی ہوتی ہے جس کا رنگ سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے۔

اشفية: یہ "الشفاء" کی جمع ہے، بمعنیٰ علاج، دوا۔

ذات الجنب: یہ ایک بیماری کا نام ہے جو دو قسم کی ہوتی ہے، اس کی تفصیل مطلب الحدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

یسعط: یہ باب فتح اور نصر سے استعمال ہوتا ہے بمعنیٰ ناک میں دوا ڈالنا، یہاں اس کے یہی معنیٰ مراد ہیں۔

العذرة: یہ بھی ایک بیماری کا نام ہے، جس کی تفصیل مطلب الحدیث کے تحت مذکور ہے۔

یلد: یہ باب نصر سے استعمال ہوتا ہے بمعنیٰ منہ کے کنارے سے دوا پلانا، یہاں اس کے یہی معنیٰ مراد ہیں۔

۱۹۲- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۹۶

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ اِنَّهٗ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيْتُهُ فِي الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيْضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ. (رواہ احمد والترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کرتے ہوئے ورقہ کا مختصر تعارف تحریر کریں اور بتائیں کہ اس حدیث سے ان کے ایمان کے متعلق کیا ثابت ہو رہا ہے؟

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے متعلق معلوم کیا گیا (کہ مؤمن تھے یا نہیں) اور اماں جان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا کہ وہ آپ علیہ السلام کی تصدیق کیا کرتے تھے؛ لیکن آپ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے انتقال کر گئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خواب میں ورقہ بن نوفل کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ ان پر سفید کپڑے تھے اور اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کے جسم پر اور طرح کا لباس ہوتا۔

(ب): مطلب:

اس روایت میں ورقہ بن نوفل کے مؤمن ہونے اور نہ ہونے کے متعلق حضور علیہ السلام کا ایک ارشاد نقل کیا گیا ہے، ورقہ بن نوفل ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریبی رشتہ دار تھے اور آسمانی کتابوں کے عالم تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ غار حراء میں فرشتہ کا نزول ہوا اور آپ گھبرائے ہوئے گھر تشریف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کو انہیں کے پاس لے کر کے گئی تھیں اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی بات سن کر فرمایا تھا کہ آپؐ مطمئن رہیں آپ علیہ السلام کے پاس آنے والا یہ فرشتہ وہی ہے جو آپ علیہ السلام سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آچکا ہے اور ایک وقت آئے گا جب آپ علیہ السلام کی قوم آپ علیہ السلام کو یہاں سے نکالے گی اور اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو ضرور آپ علیہ السلام کی مدد کروں گا؛ لیکن ابھی آپ علیہ السلام کو باقاعدہ تبلیغ کا حکم نہیں ہوا تھا؟ کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوگیا، پھر اس کے بعد جب آپ علیہ السلام کو باقاعدہ تبلیغ اسلام کا حکم ہوا تو کسی موقع پر آپ علیہ السلام سے ورقہ بن نوفل کے متعلق معلوم کیا گیا کہ مؤمن تھے یا نہیں؟ جبکہ وہ آپ علیہ السلام کی تصدیق تو کرتے تھے؛ لیکن ان کا انتقال آپ کی باقاعدہ بعثت سے قبل ہوگیا تھا، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خواب میں ورقہ بن نوفل کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ ان پر سفید کپڑے تھے اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کے جسم پر اور طرح کا لباس ہوتا، پس اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل کا شمار اہلِ ایمان اور اہلِ جنت میں سے ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو دو نبیوں کے ایسے درمیانی زمانے میں گزرے ہیں جبکہ ایک نبی کی تعلیمات فراموش ہوچکی تھیں اور دوسرے نبی کی بعثت نہیں ہوئی تھی۔

۱۹۳- مشکوۃ شریف: ص ۴۰۴/۴

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا وَاضِعًا إِحْدَى قَدَمِهٖ عَلَى الْأُخْرٰى. (متفق علیہ)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): احادیث میں نشست کی اس کیفیت سے منع فرمایا گیا ہے؛ لیکن اس روایت میں خود آپ علیہ السلام سے یہ نشست منقول ہے، آپ اس کی وضاحت تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت عبادہ بن تمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ اپنا ایک پیر دوسرے پیر پر رکھے ہوئے تھے۔

(ب): حدیثِ مذکورہ کی وضاحت:

واضح رہے کہ حدیث ثانی میں حضور علیہ السلام کا جس انداز سے لیٹنا منقول ہے دوسری بہت سی احادیث میں اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا گیا ہے، اس پر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس طرح لیٹنا ممنوع ہے تو آپ علیہ السلام خود اس طرح کیوں لیٹے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! اس طرح لیٹنے کی جو ممانعت احادیث میں مذکور ہے وہ مطلق نہیں ہے؛ بلکہ یہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ ستر کھلنے کا اندیشہ ہو، اور اگر یہ اندیشہ نہیں ہے، تو پھر اس طرح لیٹنا بھی ممنوع نہیں ہے۔

نیز اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں حضور علیہ السلام کا ایک پیر دوسرے پیر پر رکھ کر لیٹنا جو منقول ہے اس سے مراد دونوں پیر چت پھیلانے کے بعد ایک کا دوسرے پر رکھنا مراد ہے اور اس طرح لیٹنا کسی خدیث میں ممنوع نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۹۴- مشکوٰۃ شریف: ص/۳۰۹

عَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ أُصْبُعُهُ فَقَالَهَلْ أَنْتِ إِلَّا أُصْبُعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَالَقِيْتِ. (متفق علیه)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): شعر کی تعریف کریں۔

(ج): یہ حدیث بظاہر قرآنی آیت ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ﴾ کے منافی ہے آپ اس کی مختلف توجیہات پیش کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت جندبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جہاد کے سفر میں تھے کہ آپ علیہ السلام کی اُنگلی زخمی ہوگئی اور اس سے خون نکلنے لگا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تو ایک اُنگلی ہی تو ہے تجھے خون آلود ہونے کے علاوہ اور کوئی مضرت نہیں پہنچی ہے اور یہ تکلیف بھی تجھے اللہ کے راستے میں پہنچی ہے۔

(ب): شعر کی تعریف:

واضح رہے کہ شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد والارادہ اوزان، قافیہ اور سجع کی رعایت رکھتے ہوئے بنایا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج): کیا یہ حدیث آیتِ قرآنی کے معارض ہے؟

واضح رہے کہ بظاہر یہ حدیث آیتِ قرآنی ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ﴾ کے معارض ہے، اس لیے کہ اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام سے شاعریت کی نفی کی ہے، جبکہ یہ حدیث آپ علیہ السلام کے شاعر ہونے کو ثابت کر رہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! یہ حدیث اس آیتِ کریمہ کے معاض نہیں ہے، اور آیتِ کریمہ اپنے معنیٰ اور مقصد کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے، یقیناً آپ علیہ السلام نہ شاعر تھے اور نہ آپ علیہ السلام کو اشعار کہنے کا علم دیا گیا تھا، رہا اس حدیث میں آپ علیہ السلام کے کلام کا مبنی بر شعر ہونا تو یہ باقاعدہ مسجع اور مقفی کلام ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے؛ بلکہ اس میں بلاقصد وارادہ اشعار کے مثل موزونیت آ گئی ہے پس آپ علیہ السلام کا یہ کلام حقیقتاً شعر نہیں ہے اور نہ یہ آیت کریمہ ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ﴾ کے معارض ہے۔

نیز اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا یہ قول "هل انت الا اصبع الخ" شعر ہی ہے؛ لیکن یہ آپ علیہ السلام کا شعر نہیں ہے؛ بلکہ یہ بقول واقدی کے ولید بن ولید اور بقول ابن ابی الدینار کے حضرت ابن رواحہؓ کا ہے اور آپ علیہ السلام نے اس کو نقلاً پڑھا ہے، واضح رہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے اسی توجیہ کو پسند کیا ہے۔ (خصائل نبوی:۲۱۴)

۱۹۵-مشکوٰۃ شریف: ص/۴۲۷

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُوْنَ أَیُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ قَائِلٌ؟ اَلصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ. وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی الْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ. (رواہ احمد)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): حدیث مذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "الحب فی اللہ" کا ثواب نماز، زکوۃ اور دیگر فرائض سے بھی زیادہ ہے، آپ اس کی وجہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے پیارا عمل کونسا ہے؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ نماز یا زکوۃ اور دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ جہاد (اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے اعمال ہیں) آپ علیہ السلام نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے پیارا عمل اللہ کی خوشنودی کے لیے کسی سے محبت کرنا ہے اور اللہ ہی کی خوشنودی کے لیے کسی سے نفرت کرنا ہے۔

(ب): مطلب:

حدیثِ مذکورہ میں "الحب فی اللہ" اور "البغض فی اللہ" کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لیے کسی سے محبت کرنا اور اسی کی رضا کے لیے کسی سے بغض رکھنا اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے اہم اور پسندیدہ عمل ہے، واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی بندے سے تعلق اور محبت کا جو بھی رشتہ قائم کیا جائے وہ صرف اللہ رب العزت کے لیے ہو اس میں کوئی دنیاوی غرض اور لالچ نہ ہو اور کسی سے اگر قطع تعلق بھی کیا جائے تو وہ بھی صرف اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صرف اللہ اور اس کے دین ہی کے لیے ہو اپنے دنیاوی مقاصد اس میں بھی موجود نہ ہوں پس جو شخص اس طرح سے کسی سے محبت یا قطع تعلق کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اللہ رب العزت کے یہاں پسندیدہ شمار کیا جاتا ہے۔

(ج): کیا "الحب فی اللّٰہ" کا ثواب نماز، زکوٰۃ اور دیگر فرائض سے بھی زیادہ ہے؟

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ "الحب فی اللّٰہ" کا ثواب نماز، زکوٰۃ اور دیگر اعمال سے بھی زیادہ ہے تو کیا "الحب فی اللّٰہ" ثواب میں ان سب سے فائق ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بظاہر اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ "الحب فی اللّٰہ" کا ثواب نماز، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ سے زیادہ ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان تمام اعمال میں کوئی ایک دوسرے سے افضل نہیں ہے؛ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنی ذات اور حیثیت کے اعتبار سے افضل الاعمال ہے؛ چنانچہ بدنی اعمال میں نماز مالی اعمال میں زکوٰۃ اور بدنی و مالی اعمال میں جہاد اور قلبی اعمال میں "الحب فی اللّٰہ و البغض فی اللّٰہ" افضل عمل ہے۔

۱۹۶- مشکوٰۃ شریف: ص/۴۴۱

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَايَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ اِلَّا غِنًی مُطْغِيًا اَوْفَقْرًا مُنْسِيًا اَوْمَرَضًا مُفْسِدًا اَوْهَرَمًا مُفْنِدًا اَوْمَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ. (رواہ الترمذی)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج): مطلب بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص تونگری کا انتظار کرتا رہتا ہے، جو گنہگار کرنے والی یا فقر وافلاس کا انتظار کرتا رہتا ہے جو طاعتِ حق کو بھلا دینے والا ہے یا بیماری کا انتظار کرتا رہتا ہے جو بدن کو تباہ کر دینے والی ہے، یا سخت بڑھاپے کا انتظار کرتا رہتا ہے وہ بے عقل وبد حواس اور بے ہودہ گو بنا دیتا ہے یا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے جو ناگہاں کام تمام کر دیتی ہے یا دجّال کا انتظار کرتا رہتا ہے؛ چنانچہ وہ بد خصلت دجال! ابھی ظاہر نہیں ہوا ہے، اس کا انتظار کیا جاتا ہے یا وہ قیامت کا انتظار کرتا رہتا ہے جو حوادث وآفات میں سب سے زیادہ سخت وشدید ہے۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:

مُطْغِ: اسم فاعل کا صیغہ ہے، باب افعال سے اَطْغَا یُطْغِیْ اِطْغَاءً، اَطْغَاہُ الْمَال، مال کا کسی کو سرکش بنانا۔

مُنْسٍ: اسم فاعل کا صیغہ ہے، باب افعال سے اَنْسَأَ یُنْسِیُٔ اِنْسَاءً انساہ الشیء بھلا دینا، کسی چیز سے غافل کر دینا، ذہن سے نکال دینا۔

هَرَمَ: یہ باب سمع کا مصدر ہے هَرِمَ يَهْرَمُ هَرَمًا، مَهْرَمًا وَمَهْرَمَةً کمزور ہونا، بہت بوڑھا ہونا۔

مُفْنِدٌ: اسم فاعل کا صیغہ ہے باب افعال سے اَفْنَدَ یُفْنِدُ اِفْنَادًا کھوسٹ ہونا، بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا اَفْنَدَهُ الْكِبَرُ، بڑھاپے کا کسی کو ضعیف العقل کر دینا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مُـجْهِزٌ: اسم فاعل کا صیغہ ہے، باب افعال سے اَجْهَـزَ یُـجْهِزُ اِجْهَازًا جلدی سے قتل کر دینا، زخمی کر دینا۔

اَدْهٰی: اسم تفضیل کا صیغہ ہے، باب فتح سے، دَهٰـی، یَـدْهٰـی، دَهْیًا وَدِهَایَةً، بمعنیٰ عیب نکالنا، مرتبہ گھٹانا، آفت وبلا پہونچانا۔

اَمَرُّ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے، باب نصر وسمع سے مَرَّ، یَمُرُّ مَرَارَةً کڑوا اور تلخ ہونا۔

(ج): مطلب:

اس حدیث میں بطورِ مثال آگے پیش آنے والے سات عوارض کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۱) آج اگر آدمی خوش حال ہے تو ضروری نہیں کہ یہ حالت باقی رہے آگے ایسی غریبی پیش آسکتی ہے جو سب بھلا دے پھر عمل کیسے کریگا۔ (۲) اور اگر آج حالت ٹھیک ہے تو آگے ایسی مالداری پیش آسکتی ہے جو سرکش بنادے آدمی دین سے دُور جا پڑے گا۔ (۳) اور آج اگر تندرستی حاصل ہے تو آگے ایسی بیماری پیش آسکتی ہے جو جسم کو ناکارہ بنادے اور دل ودماغ کو خراب کردے پھر عمل کیسے کرے گا۔ (۴) اور آج اگر جوانی کی نعمت حاصل ہے تو آگے انتہائی بڑھاپا آرہا ہے، اس وقت نہ آنکھ کام کرے گی نہ ہاتھ پیر چلیں گے، نہ دل ودماغ کام کریں گے، پھر عمل کیا کرے گا؟ (۵) اور آج اگر زندگی ملی ہوئی ہے تو کل موت آنے والی ہے جو عمل کا قصہ ہی نمٹا دے گی۔ (۶) اور اگر کسی کو دجّال کا انتظار ہے کہ جب وہ ظاہر ہوگا تب عمل کریں گے تو جان لینا چاہیے وہ دجال ایک بن دیکھی بُرائی ہے اور آدمی فتنوں میں تنکوں کی طرح بہہ جاتا ہے اس وقت کون عمل کرسکتا ہے؟ (۷) یا انسان کو قیامت کا انتظار ہے حالانکہ قیامت کے بعد جزاء کا زمانہ شروع ہوتا ہے عمل کا وقت باقی نہیں رہتا اور قیامت سخت حادثہ اور کڑوا گھونٹ ہے، بہرحال اس قسم کے احوال پیش آسکتے ہیں اس وقت عمل مشکل ہوجائے گا پس چاہیے کہ آدمی آج کی اچھی حالت کو غنیمت سمجھے اور جو کچھ کرسکتا ہے کرلے؛ کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۱۹۷- مشکوٰۃ شریف: ص/۴۴۹

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي خَلِيْلِي بِسَبْعٍ: أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِيْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ دُوْنِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي، وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرَتْ، وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا، وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَأَمَرَنِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ. (رواه أحمد)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): "فإنهن" میں "هن" ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا ہے آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فقیر اور مساکین کے ساتھ محبت کروں اور ان کی قربت اختیار کروں اور آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے میں اس شخص کو دیکھوں جو مرتبہ میں مجھ سے کم ہے اور اس کو نہ دیکھوں جو مجھ سے برتر ہے اور آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں رشتہ داروں سے تعلق کو قائم رکھوں اگرچہ وہ تعلق کو ختم ہی کیوں نہ کریں اور آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کسی سے کسی چیز کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نہ کروں اور آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر حال میں حق بات کہوں چاہے یہ حق بات سننے والوں کو کڑوی ہی کیوں نہ معلوم ہو اور آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دین کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کروں اور آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے میں کثرت سے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھتا رہوں؛ اس لیے کہ یہ کلمات عرشِ الٰہی کے نیچے کا خزانہ ہیں۔

(ب): مطلب:

حدیث مذکرہ کا مطلب جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو سات باتوں کی وصیت فرمائی تھی اور یہ وصیت صرف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے ہی نہیں ہے؛ بلکہ آپؓ کے واسطے سے تمام امت کے لیے ہے، وہ سات باتیں جن کی آپ علیہ السلام نے وصیت فرمائی ہے یہ ہیں: (۱) ہمیشہ فقیر اور مساکین سے محبت کرنا اور ان کی قربت اختیار کرنا (۲) مرتبہ میں ہمیشہ اپنے سے کمتر کو دیکھنا برتر کو نہ دیکھنا (۳) قطع تعلق کرنے والوں سے بھی تعلق کو قائم کرنا (۴) کبھی کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا (۵) ہر حال میں حق بات کہنا چاہے وہ سننے والے کو تلخ ہی کیوں نہ معلوم ہو (۶) دین کے معاملہ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں کبھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا (۷) کثرت سے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" ن کا ورد کرتے رہنا، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" عرشِ الٰہی کے نیچے محفوظ خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

(ج): "فإنّھن" میں "ھن" ضمیر کا مرجع:

حدیث شریف کے اندر "فإنھن" میں "ھن" ضمیر کا مرجع "لاحول ولاقوۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الا باللّٰہ" ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ عرشِ الٰہی کے نیچے محفوظ خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اضح رہے کہ بعض حضرات نے اس کا مرجع حدیث شریف میں مذکور ساتوں باتوں کو قرار دیا ہے؛ لیکن ملا علی قاری نے مرقات میں ان حضرات کے قول کی تردید کی ہے اور "لاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ" ہی کو اس کا مرجع قرار دیا ہے۔

۱۹۹- مشکوۃ شریف: ص/۴۵۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ھُمُ الَّذِیْنَ لَایَسْتَرْقُوْنَ وَلَایَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ پھونک اور علاج و معالجہ توکل کے منافی ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں کا ثبوت ہے اس کی توجیہ کریں۔

(ج): اور صبر کی تعریف کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کراتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور صرف اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): جھاڑ پھونک اور علاج ومعالجہ توکل کے منافی ہے یا نہیں اس کی توجیہ:

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ پھونک اور علاج ومعالجہ توکل کے منافی ہے؛ لیکن یہ حکم عوام کے لیے نہیں؛ بلکہ اللہ کے مخصص بندوں کے لیے ہے جو دنیا کے اسباب وعلائق سے اعراض کرنے والے ہیں اور اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے بہرحال عوام الناس توان کے لیے جھاڑ پھونک، علاج ومعالجہ کے اندر رخصت دی گئی ہے هذا من صفة الاولياء المعرضين عن اسباب الدنيا وعوائقها الذين لايلتفتون الى شيء من علائقها وتلك درجة الخواص وأماالعوام فرُخّص لهم في التداوى والمعالجات ومن لم يصبر رخص له في الرّقية والعلاج والدّواء. (مرقات:۱۰/۴۵)

توکل کی تعریف:

التوكل هو الاستسلام لجريان القضاء في الأحكام یعنی توکل یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام احکامات ومعاملات کو خدائی فیصلے کے سپرد کردے۔ (مرقات:۱۰/۴۵)

(ج): اور صبر کی تعریف:

الصبر حبس النفس على مايقتضيه العقل والشرع اوعما يقتضيان حبسها عنه یعنی صبر یہ ہے کہ بندہ عقل وشریعت کے تقاضے کے مطابق نفس کو روک لے یا جس چیز سے عقل وشریعت رُکنے کے متقاضی ہوں اس سے رُک جائے۔

صبر کے اقسام:

صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) صبرِ عوام (۲) صبرِ خواص (۳) صبرِ اخص الخواص

صبرِ عوام: حبس النفس على مايكره یعنی صبر عوام یہ ہے کہ نفس کو مکروہ وناپسندیدہ چیزوں سے روک لے۔ (مرقات:۱۰/۴۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صبرِ خواص: ھو تجرع المرارة من غير تعبّس یعنی صبر خواص یہ ہے کہ بندہ کڑوے گھونٹ کو بھی اس طرح پی جائے کہ پیشانی پر بل نہ آئے یعنی مصائب کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرے۔ (مرقات:۱۰/۴۵)

صبرِ اخص الخواص: صبر اخص الخواص وھو التلذذ بالبلاء یعنی صبر اخص الخواص یہ ہے کہ بلاؤں اور مصیبتوں میں بھی بندے کو لذّت محسوس ہو۔

۱۹۹- مشکوٰۃ شریف: ص/۴۵۶

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيْهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَرَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ. (رواہ مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): خُشَاشٌ، قُصْبٌ اور سَوَائِبُ کی لغوی تحقیق پیش کریں۔

(ج): بعض روایتوں میں عمرو بن عامر کے بجائے عمرو بن لُحَی کا ذکر ہے، آپ ان دونوں احادیث میں تطبیق بھی دیں۔

(د): اور "اوّل من سيب السّوائب" کا مطلب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

کہ (معراج کی رات یا اور کسی موقع پر حالتِ خواب یا بیداری میں) میرے سامنے جہنم کی آگ (دکھلانے کے لیے) لائی گئی، پس میں نے اس کے اندر (مومنین) بنی اسرائیل کی ایک عورت کو (جلتے ہوئے) دیکھا جس کو اس کی ایک بلّی کے معاملے میں عذاب دیا جارہا تھا کہ اس نے بلی کو باندھ چھوڑا تھا؛ چنانچہ نہ تو اس کو کچھ کھانے پینے کے لیے دیا کرتی تھی اور نہ اس کو کھولتی ہی تھی کہ وہ چل کر حشرات الارض میں سے کچھ کھالے، یہاں تک کہ وہ بلی بھوک کی وجہ سے مرگئی اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو بھی دیکھا، جو اپنی آنتوں کو جہنم کی آگ میں کھینچتا ہوا چل رہا تھا، یہ وہ سب سے پہلا شخص ہے کہ جس نے اونٹنی چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔

(ب): خُشَاشٌ، قُصْبٌ اور سَوَائِبُ کی لغوی تحقیق:

اَلْخُشَاشُ: بفتح الخاء المعجمة وتكسر وتضم ففی القاموس الخشاش مثلث حشرات الارض وقال ابن الملک والفتح اظهر، خُشَاشٌ، واحد، جمع اَخِشَّةٌ یہ لفظ خاء معجمہ پر ضمہ، فتحہ، کسرہ تینوں کے ساتھ منقول ہے؛ لیکن فتحہ پڑھنا زیادہ ظاہر اور مناسب ہے جیسا کہ ابن الملک نے کہا ہے، اس کے معنی ہیں: حشرات الارض، کیڑے مکوڑے، یہاں پر چوہے وغیرہ بلی کے خوراک مراد ہیں۔ (مرقات، قاموس الوحید: ۱/۴۴۱)

قُصْبٌ: بضم قاف فسكون صاد مهملة ای امعاء ہ یہ لفظ قاف کے ضمے اور صاد کے سکون کے ساتھ منقول ہے اسکے معنی آنت، پیٹھ، آنت کی تانت، جمع اَقْصَابٌ۔

اَلسَّوَائِبُ: سَائِبَةٌ کی جمع ہے بمعنی اونٹنی۔ (مرقات: ۱۰/۷۷)

(ج): بعض روایتوں میں عمرو بن عامر کے بجائے عمرو بن لُحی کا ذکر ہے...:

عمرو بن عامر یا عمرو بن لُحی دونوں روایتوں کی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت میں عمرو کی نسبت باپ کی طرف اور دوسری روایت میں دادا کی طرف کردی گئی ہے اور شخص ایک ہی ہے، اب ممکن ہے عامر باپ اور لحی دادا ہو یا اس کے برعکس، وفي بعض الروايات عمرو بن لحي ولعلهما واحد احدهما ابوه والآخر جده. (حاشیہ مشکوۃ:۸/۴۵۶)

(ج): اور ''اوّل من سيب السّوائب'' کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو بن عامر ہی نے تحریم سوائب کی بنیاد ڈالی ہے، اہلِ عرب جب مرض سے شفا پاتے یا سفر سے بعافیت واپس آجاتے تو یوں کہتے: ناقة سائبة یعنی کہ میری اونٹنی آزاد ہے، اس کو کسی چراگاہ سے نہ روکا جائے اور نہ حوض و چارے وغیرہ سے ہٹایا جائے اور اس پر نہ اس پر کوئی سامان لادا جائے نہ ہی اس کی سواری کی جائے اور نہ اس کا دودھ دوہا جائے، ناقتي سائبة فلاتمنع من المرعي ولاترد عن حوض ولاعن علف ولايحمل عليها ولايركب عليها ولاتجلب.

اور تحریم سوائب بتوں کے نام پر ان کی رضاء اور نزدیکی حاصل کرنے کے لیے کیا کرتے تھے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جو اونٹنی لگاتار دس مادہ جن دیتی اس کو سائبہ بنادیتے تھے وقيل ناقة ولدت عشر اناث علی التوالی ذکر ابن الملک.

۲۰۰- مشکوۃ شریف: ص/۴۵۶

عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ وَاَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ یَاْتِیْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِيْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (رواہ البخاری)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث پاک کا مطلب تحریر کریں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق پیش کریں اور خزاور حریر کے مابین فرق بھی واضح کریں۔

(د): ایک روایت میں خز کی جگہ حِر کا لفظ آیا ہے آپ اس کا ترجمہ کریں۔

(ہ): اور وَيَمْسَخُ آخَرِيْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کا مطلب بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں کچھ ایسے گروہ اور طبقے ہوں گے جو ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حلال کر دیں گے، اور کچھ لوگ پہاڑ کے پہلو میں قیام کریں گے، اور شام کے وقت ان کے مویشی واپس آئیں گے (اور ان کی نمایاں حیثیت کو دیکھ کر غریب و محتاج) لوگ اپنی ضرورت اور حاجت کو لے کر ان کے پاس آئیں گے، تو بات ٹالتے ہوئے کہیں گ کہ کل ہمارے پاس آنا اور پھر رات میں اللہ تعالیٰ (ان کو ہلاک فرما دیں گے) اور ان پر (اس طرح عذاب نازل فرمائیں گے کہ بعض کے اوپر) پہاڑ کی چوٹی اُلٹ دیں گے اور بعض کو بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دیں گے (پس اسی شکل وصورت پر) قیامت تک کے لیے رہیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث پاک کا مطلب:

اِس حدیث پاک کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے اوپر پیش آنے والے بُرے حالات کا ذکر فرمایا ہے؛ چنانچہ کچھ لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو حرام چیزوں کو بھی طرح طرح کی تاویلاتِ رکیکہ واہیہ کے ذریعے حلال کر ڈالیں گے مثلاً ریشمی کپڑے کے پہننے کو اور شراب پینے اور گانے بجانے وغیرہ کو حلال سمجھیں گے جیسا کہ بعض علماء کا قول مذکور ہے کہ حریر و ریشم مرد کے لیے اس وقت حرام ہے جبکہ جسم سے ملا ہوا اور ملصق ہو اور اگر کسی کپڑے وغیرہ کے اوپر سے پہنے تو کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ان حضرات کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ ہی نقلی دلیل والمعنی یعدّون هٰذه المحرمات حلالات بایرادتِ شبهاتٍ وادلّة واهیات. (مرقات: ۷۸/۱)

اور کچھ دوسرے لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے جن کو قرآن و حدیث اور شریعت سے کوئی سروکار نہ ہوگا؛ بلکہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے تابع ہو کر اپنے جانوروں کو لے کر کسی اونچی اور بلند جگہ پر جا کر قیام پذیر ہو جائیں گے، اور جانوروں کا نگہبان ان کے جانوروں کو خوب چرا کر لائے گا، درانحالیکہ ان کے تھن دودھ سے لبریز ہوں گے، پس اگر کوئی ضرورت مند کسی ضرورت کے واسطے دودھ وغیرہ کے لیے آیا تو اس سے ہزاروں بہانے کر کے آئندہ کل کا وعدہ کرتے ہوئے اس کو واپس کر دیں گے؛ لیکن ان شاء اللہ تک نہ کہیں گے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب شدید نازل فرمائیں گے اور رات ہی رات کو ان میں سے بعض کے اوپر پہاڑ کی چوٹی پلٹ دیں گے اور بعض مثلاً جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر کی صورت میں قیامت تک کے لیے تبدیل فرما دیں گے۔ (العیاذ باللہ)

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

اَلْخزُّ: بمعنیٰ اُون اور ریشم کا بُنا ہوا کپڑا، جمع خُزُوْزٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اَلْحَرِیْرُ: بمعنی ریشم، سلک، ریشمی کپڑا جمع حَرَائِرُ.

اَلْـمَعَازِفُ: یہ مِعْزَفٌ کی جمع ہے بمعنی آلہ موسیقی، سارنگی۔ مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے عَزَفَ یَعْزِفُ عُزُوْفًا بمعنی دل پھیرنا، بے رغبت ہونا۔

خزاور حریر کے مابین فرق:

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ یہ تخصیص بعدا لتعمیم کے قبیل سے ہے یعنی لفظ ''خز'' عام ہے اور لفظ ''حریر'' خاص ہے یعنی خزوہ کپڑے جو ریشم اور اون ملا کر بنے جاتے ہیں اور حریر وہ کپڑے ہیں جن میں خالص ریشم ہی ہو۔ (مرقات:۷۸/۱۰)

(د): ایک روایت میں خز کی جگہ حِرٌ کا لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ:

حِرَ کا معنیٰ: الحِرَ بالحاء المکسورۃ الفرج یعنی حِرَ حاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، اس کے معنیٰ عورت کی شرم گاہ۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ لوگ عورتوں کی فرج وشرم گاہ کو بھی حلال سمجھیں گے یعنی کہ زنا کو بھی حلال سمجھیں گے یعنی قدیکون جماعۃ في آخر الزمان یزنون ویقولون المرأۃ مثل البستان فکما ان لصاحب البستان ان یبیح ثمرۃ بستانہ لمن شاء فکذالک الزوج یُبیح زوجتہ لمن شاء. (مرقات:۷۹/۱۰)

(ہ): وَیَمْسَخُ آخَرِیْنَ قِرَدَۃً وَّخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کا مطلب:

وَیَمْسَخُ آخَرِیْنَ قِرَدَۃً وَّخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ سے قیامتِ وسطیٰ یعنی موت مراد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: من مات فقد قامت قیامتہ، اور قیامتِ کبریٰ بھی مراد ہوسکتی ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ خنزیر اور بندر ہی کی شکل میں موت آئے گی اور اسی شکل میں حشر ونشر بھی ہوگا۔ (مرقات:۷۹/۱۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۲۰۱-مشکوٰۃ شریف:ص/۶/۴۷

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَاتَعْقِلُوْا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِيَةٍ وَّلَاجَحْرَاءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔ (رواہ ابوداؤد)

(الف): اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔

(ب): حدیث شریف کی تشریح کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں سے دجال کا حال اس اندیشہ سے بیان کیا ہے کہ کہیں تمہاری سمجھ میں نہ آئے (تو اچھی طرح سمجھ لو کہ) دجال پستہ قد ہے، پھڈا ہے اس کے بال مڑے ہوئے ہیں، ایک آنکھ سے کانا ہے اور دوسری آنکھ سلیپٹ یعنی بالکل مٹی ہوئی ہے، اس کی آنکھ نہ اُبھری ہوئی ہے اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی، اس کے بعد بھی اگر تم شبہ میں پڑ جاؤ، تو اتنی بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

(ب): حدیث شریف کی تشریح:

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی حدثتکم عن الدجال حتی خشیت. علامہ طیبی نے کہا ہے کہ حتی خشیت میں لفظ "حتی" دراصل حدثتکم کی غایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے دجال کے سلسلہ میں اتنی زیادہ اور اس قدر متفرق طور پر احادیث بیان کی ہیں کہ مجھے یہ خدشہ ہو گیا ہے کہ کہیں تم التباس کا شکار نہ ہو جاؤ اور تمہارا ذہن اس طرح نہ اُلجھ جائے کہ دجال کی حقیقت و حیثیت اور اس کے احوال کی تفصیل تمہارے فہم اور ادراک کی گرفت سے باہر ہو جائے پس تم پر لازم ہے کہ دجال کے احوال کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور اپنے آپ کو اس بارے میں شکوک و شبہات اور التباس سے بچاؤ۔

ان لاتعقلوا: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جو بار بار اور مختلف انداز میں دجال کا حال تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دجال کی حیثیت وحقیقت تمہارے ذہن میں اچھی طرح راسخ ہو جائے، ایسا نہ ہو کہ جب دجال ظاہر ہو تم باتوں کو بھول جاؤ جو اس کے حق میں میں نے بتائی ہیں، یا تمہارا دل و دماغ اس کی حقیقت سے ناآشنا رہے۔

ان المسیح الدجال قصیر افحج: اس کا مطلب یہ ہے کہ افحج کا ترجمہ ہے پھڑا یعنی ایسا شخص یا جاندار جس کے چلنے کا یہ غیر معمولی انداز ہو کہ پاؤں کے پنجے تو زمین پر قریب قریب پڑیں مگر دونوں ایڑیاں پھیلی ہوئی پنڈلیوں کے ساتھ ایک دوسرے سے دُور پڑیں اور نہایہ میں یہ لکھا ہے کہ افحج کے معنی ہیں دونوں رانوں کے درمیان معمول سے زیادہ فاصلہ ہونا۔

مطموس العین لیست بناتیة ولا حجراء: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہے اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی یہ جملہ منفیہ مؤکدہ ہے جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اسکی ایک آنکھ بالکل مٹی ہوئی ہوگی۔

فاعلموا ان ربکم لیس باعور: اتنی بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان مؤمن کی حیثیت سے تمہارے اوپر صفات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ربوبیت میں سے جس چیز کا سب سے پہلے پہچاننا واجب ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا رب حدوث وعیوب اور خصوصاً ظاہری نقائص سے بالکل پاک ہے پس اگر یہ بنیادی عقیدہ تمہارے دل ودماغ میں مستحضر رہے گا تم دجال کو کانا دیکھ کر فوراً سمجھ جاؤ گے کہ یہ عیب دار ذات ہرگز خدا نہیں ہوسکتی خواہ وہ اپنی خدائی کے اظہار کے لیے اور تمہیں شک وشبہ میں ڈالنے والے کتنے ہی مافوق الفطرت کارنامے کیوں نہ دکھائے۔

دجال کی کون سی آنکھ کانی ہوگی؟

مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی ہوگی جیسا کہ مشکوۃ میں حضرت عبداللہ کی روایت ہے:عن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ سلم ان اللّٰہ لایخفی علیکم ان اللّٰہ تعالٰی لیس باعور وان المسیح الدجّال اعور عین الیمنی (ای عین الجهة الیمنی) کأن عنبةٌ طافیةٌ. (متفق علیہ) (مشکوۃ شریف:۲:۴۷۲)

۲۰۲۔مشکوۃ شریف:ص ر۴۷۷

عَنْ اَبِیْسَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الدَّجَّالُ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ. (رواه في شرح السُّنّة)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب تحریر کریں۔

(ج): "السیجان" کے معنی قلم بند کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے میری امت میں ستر ہزار افراد جن پر سیجان پڑے ہوئے ہوں گے دجال کی اطاعت اختیار کرلیں گے۔

(ب): مطلب:

اس روایت کا مطلب جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہورہا ہے یہ ہے کہ اس امت کے ستر ہزار افراد جن پر سبز اور سیاہ چادریں ہوں گی دجال کی اطاعت اختیار کرلیں گے۔

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور علیہ السلام کی اس امت میں اس قدر فساد پیدا ہوجائیگا کہ ان میں سے ایک دو نہیں کامل ستر ہزار افراد دجال ملعون کی اطاعت کرلیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں امت سے مراد امت اجابت نہیں ہے؛ بلکہ امت دعوت ہے اور امت دعوت کے افراد کا دجال کی اطاعت اختیار کرلینا کچھ بعید نہیں ہے، اور ہمارے اس قول کی دلیل کہ یہاں امت سے امت اجابت مراد نہیں ہے وہ روایت جس میں ان لوگوں کے اصفہان کے یہودی ہونے کا ذکر موجود ہے۔

(ج): "السیجان" کے معنی:

"السیجان" یہ "ساج" کی جمع ہے، ساج سبز اور سیاہ چادر کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد طیلسان میں بنے ہوئے اس رنگ کے جبے ہیں۔

۲۰۳- مشکوۃ شریف: ص/۴۸۳

عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ. (رواه مسلم)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ارشادِ نبوی کی وضاحت کریں۔

(ج): میل سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سورج کو قیامت کے دن مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ان سے میل کی مقدار رہ جائے گا تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسنہ میں ہوں گے، بعض کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا اور بعض کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعضوں کے کمر تک اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو پسینہ لگام دے گا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

(ب): ارشادِ نبوی کی وضاحت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا سرج ک قیامت کے دن مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ان سے میل کی مقدار رہ جائے گا تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے بعض کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال خوب تزیین ہوں گے اور اسی پر دوسروں کو قیاس کر لیا جائے جتنے نیک اعمال زیادہ پسینہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کم اور جتنے بُرے اعمال زیادہ اتنا ہی پسینہ زیادہ۔

ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب پسینہ ایک شخص کے منہ تک نہ پہنچے گا تو دوسرے کے ٹخنوں تک کس طرح ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ: (۱) ہر ایک کا پسینہ اسی کے اردگرد ہوگا دوسرے کو نہ پہنچے گا جیسا کہ بحرِ قلزم کو موسیٰ کے لیے روک دیا اور خشک راستہ بنادیا اور فرعون اس میں ڈوب گیا (۲) آخرت کے تمام معاملات اس جہان کے مطابق ہیں ایک قبر میں رکھے جانے والے ایک مردے کو عذاب اور دوسرے کو راحت ہے (۳) خواب میں ایک شخص اپنے کو غمگین، اور دوسرا اپنے کو خوش دیکھتا ہے حالانکہ یہاں وہ ایک جگہ میں بیٹھے یا سوئے ہیں۔

(ج): میل سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت:

المراد من الميل: ميل الفرسخ واما اراده ميل المكحلة فبعيد (بين السطور مشكوٰة: ص/ ٤٨٣) كمقدار ميل: تقديره: حتى يكون مقدار قرب الشمس منهم مثل مقدار ميل نظيره قوله تعالى ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ اى كان قرب رسول الله صلى الله عليه وسلم من جبرئيل، او من مكان القرب مثل مقدار قوسين. (مرقات: ۱۰/ ۱۹۷)

۲۰۴- مشکوٰۃ شریف: ص/ ۵۲۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً يَسْمَعُ الصَّوْتَ وَيَرَى الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَلَا يَرَىٰ شَيْئًا وَثَمَانَ سِنِيْنَ يُوْحٰی اِلَيْهِ وَاَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّیَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً. (متفق علیہ)

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): حدیث شریف کی تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): ترجمۃ العبارۃ:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سال مکہ میں مقیم رہے، سات سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیبی آواز سنتے اور روشنی دیکھتے مگر کوئی چیز نظر نہ آتی تھی، اور آٹھ سال آپ پر وحی کی جاتی تھی، اور مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا، اور پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(ب): حدیث شریف کی تشریح:

یسمع الصوت ویری الضوء ولایری شیئًا: مذکورہ عبارت کا مفہوم صاحبِ مرقات نے ابن الملک کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس میں حقیقت یہ ہے کہ فرشتہ کبھی بھی نور ملکیہ اور نور ربوبیہ سے الگ نہیں ہوتا ہے یعنی وہ اپنے نور کے ساتھ ہمیشہ ملبوث رہتا ہے، پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہلی مرتبہ دیکھ لیتے تو انسانی قوت اس کو برداشت نہیں کر پاتی اور ممکن تھا کہ اس کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جاتی؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نور سے مانوس کیا گیا، پھر فرشتہ آپ پر تاری ہوا،

"یسمع الصوت ویری الضوء" قال ابن الملک والسرفیۃ ان الملک لایفارقہ ضوء الملکیۃ ونور الربوبیۃ فلوراہ ابتداءً فلربما لم یطقہ القوۃ البشریۃ وعسی ان یحدث من ذلک غشی، فاستونس اوّلًا بالضوء ثم غشیہ الملک. (حاشیہ۷، مشکوٰۃ:۵۲۱)

ممکن ہے کہ "ضوء" سے مرادنزولِ وحی سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انشراحِ صدر کرنا اور انشراح صدر کو "ضوء" سے تعبیر کیا گیا اور یہ انشراحِ صدر چالیس سال کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعد ہی ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ کے درمیان تعلق ہونے کے قابل بن جائے"ویجوز ان یراد بالضوء انشراح صدرہ قبل نزول الوحی، فسمی الانشراح ضوءًا ولایکمل انشراح صدرہ إلّابعد وصوله الی اربعین لیستعد ان یکون بین اللّٰہ وبین خلقه. (حاشیہ مشکوٰۃ ۵۲۱)

مدت عمر کے بارے میں روایتِ مشہور اور حدیث الباب کے مابیان تعارض کا دفعیہ:

حدیث الباب بظاہر مشہور روایت کے متعارض ہے: کیونکہ مشہور روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے اس میں آیا ہے:"مات وھو ابن ثلث وستین سنة" اور یہی روایت صحیح ہے اس لیے علماء کرام حدیث الباب کی تاویل کرتے ہیں، کہ حدیث الباب میں سن ولادت اور سن وفات کو شمار کر کے پینسٹھ کہا گیا ہے اور روایت انس میں کسر کو حذف کر کے کہا گیا ہے۔ (مرقات:۱۱/۱۰۳)

قیامِ مکہ کی مدت میں تعارض اور دفع:

مشہور روایت میں جو کہا گیا کہ"مکث بمکة ثلاث عشر سنة" یہ بظاہر حدیث الباب سے تعارض معلوم ہو رہا ہے؛ کیونکہ حدیث الباب میں"بمکة خمس عشر سنة" مذکور ہے تو علماء کرام نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث الباب میں سنِ ولادت وہجرت دونوں کو حساب کر کے پندرہ کہا گیا، اور روایتِ مشہور میں سنِ ولادت اور ہجرت کو ترک کر کے تیرہ کہا گیا ہے فلاتعارض بینھما. خمس عشرة سنةً ای بادخال سنتی الولادة والھجرة. (مرقات:۱۱/۱۰۳)

بحمد اللہ تعالیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551